جدول الخطاء والصواب الواقع في كل ما شمله الکتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۳	موزوں	موزونات
۴ (ح)	۸	متزن	متزنات
۴ (〃)	۱۵	سی	اسی
۴ (〃)	۲۲	قوافیہ	قافیہ
۱۲	۲	لاان لاینسخ	لاان ینسخ
۱۹	۱۱	فطبہ	قطبة
۱۹	۱۸	آبیت	مزیت
۱۹	۲۲	محیا	مجیبا
۲۰	۲	دا بنیها	برأیتها
۲۰	۱۴	ساتھ ہے کہ	ساتھ تحریر کرتے ہیں
۲۰ (ح)	۱۱	شارح ماء السماء	شارح ہیر کی تفسیر ماء السما
۲۱	۲	المزعادع	المزعازع
۲۱	۳	نبکی	تبکی
۲۱	۵	رقبہ	رقیة
۲۱	۷	لشذر	لتذر
۲۱	۱۰	المیت	المیث
۲۲	۷	کاذ	کان
۲۳ (ح)	۹	تلیها	قلیلها
۲۳ (ح)	۳۰	سقیت	سقب
۲۴	۱۱	دہ	وہ
۲۵	۲۱	فلنولینا	فلنولینك
۳۱	۹	الاانزلوا	الاانزلیا
۲۸ (ح)	۱۶	تل قع	تلّ قع
۲۹	۴	بثبیة	شبیہ
۳۲	۱۵	الثانیہ	الثانیة
۳۳	۲۴	اردی	الزدی
۳۴ (ح)	۱۸	اٹھاتی ہیں	اٹھاتی رہیں
۳۴	۱۵	نار منا	من ارتینا
۳۷	۱۱	آب ابر باراں	آب باراں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸ (ح)	۲۲	انا ءلمہ	اناملہ
۳۹ (ح)	۲۳	رطیتیہ	ربطتیہ
۳۹ (ح)	۴	قیت	قیب
۳۹ (ح)	۶	مثالیبی	مقالیبی
۳۹ (ح)	۱۶	نوصل	نواصل
۳۹ (ح)	۳۳	اُسی کی	اِسی کی
۴۰	۱۱	نثق	یثق
۴۰	۱۴	عدولی	عدول
۴۰	۲۳	مازیبا نہیں	نازیبا نہیں
۴۲	۸	ملو	علو
۴۳ (ح)	۳	وامد	وارد
۴۴ (〃)	۵	بالجوب	بالجوّ
۴۴ (〃)	۶	ومنها صبح	وردوا صبح
۴۴ (〃)	۱۱	ابتنصنا	انبتھنا
۴۵ (〃)	۸	تصیدہ اس	قصیدہ اس
۴۶ (〃)	۲۱	غمنة	غیبة
۵۱ (〃)	۲۸	تدنی	ترقی
۵۲	۱	قولہ	قولہ لہ
۵۲	۱۰	جفمة	جفنة
۵۶	۱۷	ممدوح بارادہ شخص بے حس کرایسی	جسکو ایسی
۵۶	۱۸	ہوتی ہے	ہوتی ہو
۵۷ (ح)	۲۱	امالی اور سید	امالی سید
۵۸ (〃)	۲۹	لانفظوا	لانفضوا
۶۳ (〃)	۳۰	الطیف	لطیف
۶۵	۲۳	خرامت	حزامت
۶۵	۱۷	نیرے	نیزے
۶۵	۲	بجتی	نجتی
۶۶	۱	شعاعة	شجاعة
۶۶	۱۶	قصائد کا	قصائد کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٧	١٤	عتر	عتر	٨٥	٣	خمهم	خيمهم
٦٨	٢	بعطوا	يعطوا	٨٥	١١	زنادتی	زیادتی
٦٩	٣	شوادثون	شوادثوت	٨٥	١٩	واتی	وانی
٦٩	٥	گال	نال	٨٥ (ح)	٣	فی الجملہ	فی الجملہ
٦٩(ح)	٤	سئلہ	مسئلہ	٨٧	١٠	بقتہ	بقیتہ
٦٩(ح)	١١	یارگاہ	بارگاہ	٨٧	١١	المروة	المرءة
٦٩(ح)	١٥	چناکچہ	چنانچہ	٨٧	١١	زوجی	اوحی
٦٩(ح)	٢٨	ہوم	ہوم	٨٧ (ح)	٥٣	کہئے	کہے
٧٠	٩	وخیر	وضیر	٨٨	١٩	عیال	عیال
٧٢	٥	وسامت	وجامت	٨٨	٣	بے اگی	بے ماگی
٧٢	١٧	لوگوں نے	لوگوں کے	١٠٢	١٠	لعوراء	العوراء
٧٢(ح)	٩	املائکث	املائکم	١١١	١	الفیتہ	الفتیة
٧٣(ح)	١	اش	اس	١١٣	٢٢	ناقوس	ناقوں
٧٤	٢	بخافون	یخافون	١١٦	٦	نبیان	بنیان
٧٥	٩	راہالیلا	داہالیلا	١١٦	٩	السوماں	السوہان
٧٥	١٠	العبیم	الھدیم	١١٧	١٢	پتھیلی	پتھرلی
٧٦	٢٠	جانے	جائے	١٢٢	١٢	یازہ	پارہ
٧٧	١٢	قتل	قتل کر دیا تھا	١٢٢	٢١	مقام بے معنی	مقام پر بمعنی
٧٩	٦	المیر	المنیر	١٢٤	٢	السماب	السحاب
٧٩	٧	والقفول	القفول	١٢٤	١٠	العجیم	العجیم
٧٩	٨	اوسال	اوشال	١٢٤	٢٢	ستارہ قرا	ستارۂ ثریا
٧٩	٩	اعلیٰ قسم	اور اسی قسم	١٢٥	٨	الناقد	الناقة
٧٩	١٤	میں	میں	١٣٩	١٠	یکف	یکفت
٧٩	١١	بعصہا	بعضہا	١٤١ (ح)	٧	فلیبیکوا	ولیبکوا
٧٩	٢٥	فصب	نصیب	١٤٢ (ح)	٢٢	قوتہا	قوتہما
٨٠ (ح)	٣٦	لکھتے ہیں لوکو نگا	لکھتے ہیں لوگونگا	١٤٣ (ح)	١٨	الصناعنیں	الصناعتین
٨٠ (//)	٣٧	تماسر	تماصر	١٤٣ (ح)	١٩	ومن	ومن
٨١	٤	النصاف	انصاف	١٤٥	٣	بدواج	پرواح
٨١ (ح)	٣	مصبوت	منصوب	١٤٥	١٦	اور سنے	اور اسنے
٨٢ (//)	١٥	فسیو	فی	١٤٥	٢٤	فاثا	فاذا
٨٤	١١	دا خلاصی	نا خلاصی	١٤٥	١٦	رتقہ	ریقہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۸ (ح)	۳۸	ـله	عـه
۱۴۹ (ح)	۲۹	اعرك	اغرك
۱۵۰	۶	من المبالعة	من المبالغة
۱۵۰ (ح)	۲۸	تدهل	تذهل
۱۵۳	۲	جلو	حلو
۱۵۳	۱۳	الخميس	الخميص
۱۵۳ (ح)	۲۳	خامی	حامی
۱۵۳ (ح)	۲۸	عن الام	عن اللام
۱۵۴	۱۴	يجالترج	بجالة ج
۱۵۴	۱۶	ندع	تدع
۱۵۴ (ح)	۲۴	بيشه	بيشة
۱۵۴ (〃)	۲۷	عوق	طوق
۱۵۴ (ح)	۲۹	تعنت	تغنت
۱۵۴ (ح)	۳۱	تعتت	تغنت
۱۵۵ (ح)	۲۵	احفحها	احفانها
۱۵۷ (ح)	۱۰	ودى	وذى
۱۵۷ (ح)	۱۱	فبابه	قبابه
۱۶۷ (ح)	۵	تتبح	تتبيع
۱۷۱ (ح)	۱۸	معلت	فعلت
۱۷۴	۱۳	الحلقه	الحلقة
۱۷۵ (ح)	۷	آئة	آية
۱۷۵ (ح)	۱۲	تتقلت	تتقلب
۱۷۶ (ح)	۴۲	يرهنا	پڑھنا
۱۸۳	۱۰	كتبه	نشبه
۱۸۹	۱۴	ولتسوفيه	والتنوفية
۱۸۹ (ح)	۲۴	کیاۃ ہے	کیا ہے
۱۹۱	۷	الجاذنان	الجرادتان
۱۹۶	۶	ينصر	فيصر
۱۹۷	۱۰	المغاركة	المفاركة
۱۹۸	۲۵	يا	با
۲۰۱	۲	حبى	حبیٰ له
۲۰۲ (ح)	۲۳	والیوا طئوا	ولیواطئوا
۲۰۳ (〃)	۲۰	تطق	تطاق
۲۰۳ (〃)	۲۸	سنادا	سناد
۲۰۵ (〃)	۳۱	عيدالملك	عبدالملك
۲۰۹ (〃)	۲۵	کہین جبونها	کہین جنونها
۲۱۲	۳	ان معامات	ان مقامات
۲۱۴	۳۱	لمختص	المختص
۲۱۸	۱۵	قدى	ذوى
۲۱۹ (ح)	۲۲	نفزيلا	هزيلا
۲۲۷ (〃)	۱	ابونوافل	ابونواس
۲۲۸ (〃)	۱۴	ابظال	ابطال
۲۳۰	۹	للمفول	للمفعول
۲۳۲ (ح)	۸	يكاديكاد	يكاد
۲۳۲ (〃)	۱۰	بكلمه	يكلمه
۲۴۱ (ح)	۸	لی	کی
۲۴۲ (ح)	۲۳	الصحن	الطعن
۲۴۴	۲۲	وه	اوسنے
۲۴۴ (ح)	۵	نسب	نبت
۲۴۵	۲۲	داخل	داخل
۲۴۶	۴	قضاء	فضاء
۲۴۷	۲۱	قدیت	فدیت
۲۴۹	۱۷	منحت	ضحت
۲۴۹	۱۷	حيال	حبال

تنبیہ

(۱) صفحہ ۶۵ پر کعب کے شعر میں جو فقرہ من سنة مذکور ہے اسکا جواب جملۂ فلیات ما سنة واقع ہوا ہے جو بعد کے اس شعر میں مذکور ہے ع
فلیات ما سنة تسق سیوفها + بین المزاد و بین خرج الخندق
من سنة کو مبتدا محذوف کی خبر قرار دینے میں غلطی واقع ہوگئی ہے جسکی معنوی اصلاح یہی جدول میں کر دیگئی ہے اور تکمیل مطلب کے خیال سے اسکے بعد کا شعر بھی اس جگہ درج کر دیا گیا۔ (۲) اس جدول میں ح سے مراد حاشیہ کی غلطی ہے اور اسکے مقابلہ میں جو سطروں کا شمار کیا گیا ہے انسے بھی حاشیہ کی سطریں مراد ہیں

نقد الشعر

للعلامة ابی الفرج قدامة بن جعفر

بسم الله الرحمن الرحيم

رب يسر ولا تعسر وتمم بالخير

(قال ابو الفرج قدامة بن جعفر) العلم بالشعر ينقسم اقساماً فقسم ينسب الى علم عروضه ووزنه وقسم ينسب الى علم قوافيه ومقاطعه وقسم ينسب الى علم غريبه ولغته وقسم ينسب الى معانيه والمقصد به وقسم ينسب الى علم جيده ورديئه. وقد عني الناس بوضع الكتب في القسم الاول وما يليه الى الرابع عناية تامة فاستقصوا امر العروض والوزن وامر القوافي والمقاطع وامر الغريب والنحو وتكلموا في المعاني الدال عليها الشعر وما الذ[1]

اللغة: عني بالشيء كاعتنى اهتم به المعتني ۔ ابو الفرج قدامہ ابن جعفر نے کہا کہ علم شعر چند قسموں پر منقسم ہے ایک قسم تو وہ ہے جو اس شعر کے علم عروض و وزن کی طرف منسوب ہو اور ایک قسم وہ ہے جو اسکے قوافی و مقاطع کی جانب منسوب ہو اور ایک قسم وہ ہے جو اسکے غریب الفاظ و لغت کے جاننے کی طرف منسوب ہے اور ایک قسم اسکی ایسی ہے جو اسکے معنی و مقصد کے سمجھنے سے تعلق رکھتی ہو اور ایک قسم اس علم شعر کی ایسی ہے جسکی نسبت اسکے اچھے برے کے جاننے اور پہچاننے کی طرف دیجاتی ہو (پس معلوم ہوا کہ علم شعر پانچ علوم کا مجموعہ ہے) اسمیں شک نہیں کہ لوگوں نے پہلی قسم (علم عروض) سے لیکر چوتھی قسم (علم معانی شعر) تک ہر علم کے متعلق کتابوں کے وضع و تصنیف کرنے میں اپنی پوری توجہ مبذول کی پس انھوں نے امر عروض و وزن کو بھی اچھی طرح بیان کر دیا قوافی و مقاطع کے امر کو بھی ناقص نہیں چھوڑا شعر کی غرابت اور نحوی حالات کو بھی ہر طرح سے مکمل کر کے واضح کر دیا اور ان معانی (صور شعری) میں بھی انھوں نے کلام کیا جن پر نفس شعر دلالت کرتا ہے اور ان اغراض و مقاصد میں بھی علماء نے گفتگو کی۔

[1] یہ کلام آگے آنے والی بحث ... بیان ان عروض ... مطلب کے لئے کافی ہے

یرید بھا الشاعر ولم اجد احدا وضع فی نقد الشعر وتخلیص جیده من ردیئه
کتابا وکان الکلام عندی فی ھذا القسم اولی بالشعر من سائر الاقسام
المعدودة لان علم الغریب والنحو واغراض المعانی محتاج الیہ فی اصل
الکلام للشعر والنثر ولیس ھو باحدھما اولی بالاخر وعلما الوزن والقوافی
وان خصا الشعر وحدہ فلیست الضرورة داعیة الیھما لسھولة وجودھما
فی طباع اکثر الناس من غیر تعلم ومما یدل علی ذلك ان جمیع الشعر
المستشھد بہ انما ھو لمن کان قبل وضع الکتب فی العروض والقوافی
ولو کانت الضرورة الی ذلك داعیة لکان جمیع ھذا الشعر فاسدا او اکثرہ
ثم ما نری ایضا عن استغناء الناس عن ھذا العلم بعد واضعیہ الی ھذا الوقت
فان من یعلم ومن لیس یعلم لیس یعول فی شعر اذا ارادہ قول الا علی ذوقہ

المعنی - جن کا شاعر ان معانی سے ارادہ کرتا ہے (یہ سب کچھ تو ہوا) مگر میں نے کسی شخص کو ایسا نہیں پایا جس نے نقد شعر اور اسکے اچھے برے میں تمیز حاصل کرنے کے متعلق کوئی کتاب لکھی ہو حالانکہ میرے خیال میں تمام اقسام مذکورۂ بالا کے بہ نسبت اس قسم میں کلام کرنا شعر سے زیادہ تعلق و مناسبت رکھتا ہے اسلیے کہ علم غریب نحو اور معانئے کلام اور مراد متکلم کے جاننے اور سمجھنے کی تو اصل کلام ہی میں (خواہ وہ نظم ہو یا نثر) ضرورت پڑا کرتی ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے کے بہ نسبت ان علوم سے کوئی زیادہ خصوصیت ہو بلکہ نظم و نثر دونوں کو ان علوم کی یکساں حاجت ہے) اب رہے علم وزن و علم قوافی تو یہ دونوں بھی اگرچہ صرف شعر ہی کے ساتھ مخصوص ہیں مگر ان کے جاننے کی بھی (حقیقت شعر کے لیے) چنداں ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ اکثر لوگوں کی طبیعتوں میں یہ موزونیت اور قافیہ بندی نہایت آسانی کے ساتھ بغیر سیکھے ہوئے بھی پائی جاتی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جو اشعار بطور شاہد پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب اُن ہی شعراء کے ہیں جو عروض و قوافی کی کتابیں وضع ہونے کے قبل گزر چکے پس اگر حقیقت شعر علم عروض و قوافی کی (درحقیقت) محتاج ہوتی تو چاہیے کہ یہ سابق کے کل اشعار یا (کم از کم) اکثر اشعار فاسد ہو جائیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے) تو معلوم ہوا کہ علم شعر علم عروض و قوافی پر موقوف نہیں ہے اور نہ اس کی شعر کے لیے چنداں ضرورت ہے) پھر اس مطلب کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک باوجودیکہ واضعین فن نے بہت سی کتابیں وضع کر دی ہیں پھر بھی لوگ اس علم کی طرف سے مستغنی اور بے پروا نظر آتے ہیں کیونکہ اس علم کے جاننے والے ہوں یا نہ جاننے والے دونوں گروہوں سے جو کوئی بھی شعر گوئی کا ارادہ کرتا ہے

دون الرجوع اليه فلا يتوكل عند الذى يعلمه صحة ذوق ما
تزاحف منه بان يعرضه عليه فكان هذا العلم مما يقال فيه ان
الجهل به غير ضائر وما كانت هذه حاله فليست تدعو اليه ضرورة
فاما علم جيد الشعر من رديئه فان الناس يخبطون فى ذلك منذ
تفقهوا فى العلوم فقليلا ما يصيبون ولما وجدت الامر على ذلك
وتبينت ان الكلام فى هذا الامر اخص بالشعر من سائر الاسباب
الاخر وان الناس قد قصروا فى وضع كتاب فيه رأيت ان اتكلم
فى ذلك بما يبلغه الوسع فاقول۔

اللغة: التزاحف خروج الشعر عن وزنه السالم

المعنی۔ اس علم کیطرف کسی وقت بھی رجوع نہیں کرتا بلکہ اسے اپنے مذاق سلیم پر پورا اعتماد اور کامل وثوق ہوتا ہے پس جو لوگ اس
علم سے واقف ہیں اُن کو زحاف شدہ شعر کے متعلق اپنے ذوق کی صحت پر اطمینان حاصل کرنے
کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ اسے علم عروض پر پیش کرنے کے بعد اُس کی صحت کا
یقین کریں (بلکہ صحت وسقم معلوم کرنے کے لیے اُن کا مذاق سلیم خود نہایت کافی ووافی ہوتا ہے)
پس معلوم ہوا کہ یہ علم اُن علوم میں سے ہے جنکے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان سے ناواقفیت (جہالت) مضر نہیں
ہے اور جس کا یہ حال ہو (کہ اُسکی ناواقفی مضر نہ ہو) اُسکو غیر ضروری علم کہا جا سکتا ہے اب رہا اچھے اور برے
شعر کا جاننا اور پہچاننا تو یہ وہ اہم مقصد ہے جسمیں لوگ جب سے انھیں کچھ علوم میں بصیرت ہونے لگی
ہے (برابر) ٹھوکریں کھاتے نظر آتے ہیں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ (شعر کی تشخیص وتمیز میں) وہ راہ راست
اختیار کرتے ہوں تو جب میں نے (اس علم سے لوگوں کی غفلت پر) نظر کی اور دیکھا کہ بہ نسبت دیگر اسباب
شعر کے اس امر میں کلام کرنا شعر سے زیادہ خصوصیت وتعلق رکھتا ہے اور اس علم (نقد شعر) میں
لوگوں نے کتاب لکھنے میں تقصیر بھی کی ہے تو (ان امور پر نظر کرتے ہوئے) میں نے مناسب سمجھا
کہ اس موضوع میں حتی الوسع کچھ کلام کروں۔ پس میں کہتا ہوں۔

الفصل الاوّل

ان اول ما يحتاج اليه فى شرح هذا الامر معرفة حد الشعر الجائز عما ليس بشعر وليس يوجد فى العبارة عن ذلك ابلغ ولا اوجز مع تمام الدلالة من ان يقال فيه[1] انه قول موزون مقفى يدل على معنى فقولنا قول دال على اصل الكلام الذى هو بمنزلة الجنس للشعر وقولنا موزون يفصله مما ليس بموزون اذ كان من القول موزون وغير موزون وقولنا مقفى فصل بين ماله من الكلام الموزون قوافٍ وبين ما لا قوافى له ولا مقاطع وقولنا يدل على معنى يفصل ما جرى من القول على قافية ووزن مع دلالة على معنى مما جرى على ذلك من غير دلالة على معنى فانه لو اراد مريد ان يعمل من ذلك شيئا على هذه الجهة لامكنه وما تعذر عليه۔ اللغة الجائز عن الشئ المار العادل عنه المعنى

فصل اول سب سے پہلی وہ بات جسکی اس امر کی شرح میں ضرورت ہے وہ شعر کی ایسی (جامع) تعریف کا جاننا ہے جو اسکو اُسکے غیر سے تمیز دیدے اور اسکی تعبیر میں کوئی ایسی عبارت جو باوجود پوری دلالت کرنے کے زیادہ بلیغ و مختصر ہو اس عبارت سے بڑھکر نہیں مل سکتی کہ شعر اک قول موزوں و مقفی ہے جو کسی مطلب پر دلالت کرتا ہو پس قول کی قید اصل کلام پر دلالت کرتی ہے جو شعر کے لیے بمنزلہ جنس ہے اور موزوں کی قید جبکہ قول موزوں و غیر موزوں دونوں ہوتا ہے اُس کو قول غیر موزوں سے ممتاز کردیتی ہے اور مقفی کی قید کلام موزوں مقفی کو اُس کلام سے جو موزوں تو ہو مگر اس میں قافیہ نہو تمیز دیدیتی ہے اور یدل علی معنی کی قید سے وہ قول نکل گیا جسمیں وزن و قافیہ (سب کچھ ہو) مگر کسی خاص معنی پر وہ دلالت نہ کرتا ہو جیسے شعر کی تقطیع میں فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن ہے کہ ان ارکان پر کلام موزوں مقفی کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر بے معنی ہونے کی وجہ سے اسکو شعر نہیں کہا جاتا) پس اگر کوئی شخص اس طریقہ پر عمل کرے اور ان حدود کا لحاظ کرتے ہوے شعر گوئی کا ارادہ کرے تو اُسکے لیے شعر کہنا ممکن ہوگا اور اُسے کوئی دقت و دشواری نہ ہوگی۔

[1] شعر کی تعریف میں اگرچہ بعض متاخرین نے قصد و ارادہ کی قید کا بھی اضافہ کیا ہے اور اسکی تائید شارح نخبی کی ہے مگر ہمارے خیال میں یہ قید غیر ضروری اور حقیقت شعر سے خارج ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ آیتیں جو موزوں پائی جاتی ہیں انکو کلام موزوں ہونے کے اعتبار سے شعر کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ قرآن مجید چونکہ ... [handwritten marginal note, partly illegible]

واذ قد تبين ان ذلك كذلك وان الشعر هو ما قدمناه فليس من الاضطرار اذا ان يكون ما هذه سبيله جيدا ابدا او لا رديا ابدا بل يحتمل ان يتعاقبه الامران مرة هذا واخرى هذا على حسب ما يتفق فحينئذ يحتاج الى معرفة الجيد وتمييزه من الردى. ولما كانت للشعر صناعة وكان الغرض فى كل صناعة اجراء ما يصنع ويعمل بها على غاية التجويد والكمال اذ كان جميع ما يؤلف ويصنع على سبيل الصناعات والمهن فله طرفان احدهما غاية الجودة والآخر غاية الرداءة وحدود بينهما تسمى الوسائط وكان كل قاصد لشئ من ذلك فانما يقصد الطرف الاجود فان كان معه من القوة فى الصناعة ما يبلغه اياه سمّى حاذقًا تام الحذق فان قصر عن ذلك نزل له اسم بحسب الموضع الذى يبلغه فى القرب من تلك الغاية والبعد عنها اذ كان[له] الشعر ايضا جاريا على سبيل سائر الصناعات مقصودا فيه وفى ما يحاك ويؤلف منه الى غاية التجويد وكان العاجز عن هذه الغاية من الشعراء انما هو من ضعفت صناعته

اللغة المهن جمع مهنة وهى الحذق فى الخدمة والعمل

المعنی ۔ اور جب معلوم ہوا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ صحیح ہے اور شعر (درحقیقت) وہی ہے جو سابق الذکر اصول کے مطابق ہو تو ایسی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ سب شعر ہمیشہ اچھے ہی ہوا کریں یا تمام شعر ہمیشہ برے ہی ہوں (اسلیے کہ تعریف شعر میں صرف موزوں و مقفّیٰ اور بامعنی ہونا معتبر ہے جسمیں اسکی عمدگی اور برائی دونوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے اس بنا پر ہر شعر کا نہ تو ہمیشہ جید ہی ہونا لازم ہے اور نہ ہمیشہ ردی ہی ہونا) بلکہ اسکا احتمال ہے کہ دونوں امر یکے بعد دیگرے اسپر وارد ہوں کبھی تو یہ (جودت) اور کبھی وہ (رداءت) جیسا بھی شاعر کو اتفاق پیش آئے (تو جب شعر اچھے اور برے دونوں طرح کے ہوتے ہیں) تو اسوقت میں جیّد وردی کے پہچاننے اور انمیں باہم تمیز حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور جبکہ شعر ایک صناعت (فن و ملکہ) ہے اور ہر صناعت میں صانع کی غرض اپنے مصنوع کے متعلق یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی کارگری کو منتہائے کمال اور اعلےٰ پیمانہ تک پہونچا دے چونکہ ہر وہ مرکب چیز جسکو عقلاء اور ارباب صناعت اپنے طور سے تیار کرنا چاہتے ہیں اُسکے لیے دو طرفیں ضرور ہوتی ہیں ایک نہایت عمدہ دوسری نہایت خراب اور کچھ درمیانی درجات وحدود بھی ہوتے ہیں جنھیں وسائط کہا جاتا ہے (اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے) کہ انمیں سے کسی چیز کا ہر قصد کرنیوالا طرف اعلیٰ ہی کا قصد کرتا ہے اور اسکی نظر ابتدا ہی سے اعلےٰ درجہ کی کارگری پر ہوتی ہے چاہے وہ اپنی کمزوری سے اُس حد تک اُسے نہ پہونچا سکے) پس اگر اُسمیں اتنی قوت ہے کہ وہ اپنی صنعت کو اعلےٰ پیمانہ تک پہونچا سکے تو اُسے اُس فن کا ماہر کامل کہا جاتا ہے اور اگر وہ (اپنی کمزوری کیوجہ سے) اُس غایۃ مطلوبہ تک پہونچنے سے قاصر رہا تو اسکا نام اُس مقام کے لحاظ سے تجویز کیا جائیگا جہاں تک اُسکو غایۃ مطلوبہ سے جتنی نزدیکی یا دوری حاصل ہوگی (پس جبکہ شعر مثل دیگر صناعات کے ہوا تو وہ بھی انکے طریقہ پر جاری ہوگا اور اُسمیں اور ان مضامین میں جو اُسمیں درج کیے جاتے ہیں اور انسے شعر کی تالیف ہوتی ہے اسی غایۃ تجوید کا قصد کیا جائیگا اور شعراء میں اس غایۃ مطلوبہ تک پہونچنے سے وہی شخص عاجز و قاصر ہوگا جسکا ملکۂ شعرگوئی ضعیف کمزور ہوگا

له اذ کان ... ظاہر یہ زیادہ معلوم ہوتا ہے جواب لمّا کے لیے کان کافی ہے ... منہ

فاذ قد صح ان هذا على ما قلناه فلنذكر صفات الشعر الذی اذا اجتمعت
فیه کان فی غایۃ الجودۃ وهو الغرض الذی تنحوه الشعر بحسب ما قدمناه
من شریطۃ الصناعات والغایۃ الاخری المضادۃ[1] لهذه الغایۃ هی نهایۃ
الرداءۃ ـ واذکر اسباب الجودۃ واحوالها واعداد اجناسها لیکون ما
یوجد من الشعر الذی اجتمعت فیه الاوصاف المحمودۃ کلها وخلا
من الخلال المذمومۃ باسرها یسمی شعرا فی غایۃ الجودۃ وما یوجد
بضد هذه الحال یسمی شعرا فی غایۃ الرداءۃ وما یجتمع فیه من الحالین
اسباب ینزل[2] له اسما بحسب قربه من الجید او من الردیٔ او وقوعه فی
الوسط الذی یقال لما کان فیه صالح او متوسط او لا جید ولا ردیٔ

اللغۃ ـ النحو ـ فی تنحوه القصد

المعنی ـ اور جب ثابت ہوا کہ جو کچھ ہم نے کہا وہ درست ہے تو اب ہمیں چاہیے کہ شعر کے اُن صفات کو
بیان کریں کہ جب وہ صفات اُس شعر میں جمع ہو جائیں تو وہ نہایت عمدہ سمجھا جائے اور یہی (شعر کا عمدہ ہونا)
شعراء کا مطمح نظر ہوا کرتا ہے جیسا کہ ہم نے دیگر صناعات کی مثال سے اسکو واضح کیا اور دوسری حد شعر کی وہ ہے جو
جودت کے بالکل ضد میں ہے یعنی اُسکا بُرا اور خراب ہونا اور اب میں شعر کی عمدگی کے اسباب اور اُن کے حالات
اور اُن کی قسموں کی تعداد کا ذکر کردوں گا تاکہ وہ شعر جسمیں تمام قابل تعریف باتیں مجتمع ہوجائیں اور وہ تمام عیوب
سے بری ہو وہ نہایت عمدہ شعر کہا جاسکے اور جس میں اس حالت کی ضد موجود ہو یعنی اسباب محمودہ اُسمیں بالکل
نہوں اُسے نہایت بُرا شعر کہا جائے اور جس شعر میں دونوں حالتوں (جودت اور رداءت) کے
تھوڑے تھوڑے اسباب موجود ہوں تو اُسکا نام اچھے یا بُرے شعر سے جتنا اُسے قرب ہو
اُسی لحاظ سے رکھا جائے یا اوسط درجہ میں واقع ہونے کی وجہ سے اُس کے لیے وہی لفظیں کہی جاتی ہیں
جو درمیانی چیزوں کے لیے کہی جاتی ہیں جیسے کہا جائے کہ یہ شعر اچھا ہے یا غنیمت ہے یا
اوسط درجہ کا ہے یا نہ اچھا ہے نہ بُرا ہے۔

[1] والمضادۃ میں حرف واو زائد معلوم ہوتا ہے یا یہ کہ ترکیب میں والغایۃ الاخری کی صفت ہے غایۃ ناسخ کے قلم سے سہواً اسکا اضافہ ہوگیا ہے

[2] کتاب میں ینزل لہ اسما ہے ناسخ نے ینزل کو تنزل قرار دیا ہے اور اسباب کی طرف ضمیر راجع کرکے بلا وجہ مجاز کا ارتکاب کیا ہے اگر ینزل کو صیغۂ مجہول اور اسم کو نائب فاعل مانا جائے تو بے تکلف مطلب واضح ہوجاتا ہے اور یہ ترکیب سابق میں تنبیہی کی نقطہ ... صیغۂ مجہول استعمال کی صحیح ... کرا لیجیے عبارت باعتبار ... بات بھی سابق سے مربوط ہوجاتی ہے ۔ مترجم

فان سبيل الاوساط في كل ما له ذلك ان تحد بسلب الطرفين كما
يقال مثلا في الفاتر الذي هو وسط بين الحار والبارد انه لا حار ولا
بارد وللمز الذي هو وسط بين الحلو والحامض انه لا حلو ولا حامض
ومما يجب تقدمته وتوطيته قبل ما اريد ان اتكلم فيه ان المعاني
كلها معرضة للشاعر وله ان يتكلم منها في ما احب وآثر من غير ان يغطى[له]
عليه معنى يروم الكلام فيه اذ كانت المعاني للشعر بمنزلة المادة الموضوعة
والشعر فيها كالصورة كما يوجد في كل صناعة من انه لا بد فيها
من شئ موضوع يقبل تاثير الصور منها مثل الخشب للنجارة والفضة
للصياغة وعلى الشاعر اذا شرع في اي معنى كان من الرفعة والضعة
والرفث والنزاهة والبذخ والقناعة

اللغة الرفث الفحش والبذخ بالتحريك الكبر

المعنی - کیونکہ درمیانی مراتب کی تعبیر کا یہی طریقہ ہے کہ سلب طرفین کے ساتھ اُن کی تعریف کی جائے جیسے
کہ نیمگرم پانی کے متعلق جو ٹھنڈے اور گرم کے درمیان ایک درمیانی مرتبہ ہے (عرفاً) کہا جاتا ہے کہ وہ نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا
اسیطرح اُس پھیکے ذائقہ کے متعلق جو شیریں اور ترش کے درمیان ایک درمیانی کیفیت ہوتی ہے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ
ذائقہ نہ شیریں ہے نہ ترش (ایسے ہی اوسط درجہ کے شعر کے بابتہ کہا جاتا ہے کہ یہ شعر نہ قابل مدح ہے نہ قابل مذمت
اور قبل اس کے کہ میں اپنے مقصود میں کلام کروں جس امر کا پہلے مقدمۃً و تمہیداً بیان کردینا ہمارے لیے نہایت ضروری
ہے وہ یہ ہے کہ معانی (مضامین شعری) کل کے کل شاعر کیلیے نہایت آزادی کے ساتھ (مباح ہیں) اور اسکو شاعر ہونیکی
حیثیت سے پورا اختیار ہے کہ ان معانی میں سے جسے پسند کرے اسمیں کلام کرے بغیر اسکے کہ اس مقصد میں کلام کرنے سے کوئی
چیز اُسکے لیے مانع ہو اسلیے کہ مضامین شعر کے لیے بمنزلہ مادہ ہیں اور شعر اُن کے لیے بمنزلہ صورت ہے جیسا
کہ ہر صناعت میں یہ ضروری ہے کہ اُسمیں اک ایسی شئے موضوع ہو جو تمام صورتوں کو قبول کرتی رہے جیسے لکڑی
نجارت کے لیے اور چاندی صیاغت کے لیے اور شاعر کا فقط یہی غرضیہ ہے کہ جس مضمون میں بھی وہ ہاتھ لگائے
خواہ وہ مضمون بلند ہو یا پست فاحش و مبتذل ہو یا نجیب ہو یا کبر و نخوت کے متعلق ہو یا قناعت

له یغطی ظا کے ساتھ ہونا چاہیے ۱۲ منہ

والمدح وغير ذلك من المعاني الحميدة او الذميمة ان يتوخى البلوغ من التجويد في ذلك الى الغاية المطلوبة۔ ومما يجب تقديمه ايضا ان مناقضة الشاعر نفسه في قصيدتين او كلمتين بان يصف شيئا وصفا حسنا ثم يذمه بعد ذلك ذما حسنا بينا غير منكر عليه اذا احسن المدح والذم بل ذلك عندي يدل على قوة الشاعر في صناعته واقتداره عليها وانما قدمت هذين المعنيين لما وجدت قوما يعيبون الشعر اذا سلك الشاعر فيه هذين المسلكين فاني رأيت من يعيب امرء القيس في قوله

فمثلك حبلى قد طرقت ومرضع ۔۔۔ فالهيتها عن ذي تمائم محول

اذا ما بكى من خلفها انصرفت له ۔۔۔ بشق وتحتي شقها لم يحول

اللغة: الطروق الاتيان في الليل۔ التمائم جمع تميمة وهي العوذة۔ والمحول الولد الذي مضى عليه حول

المعنى: ۔ یا مدح وقدح کے بارے میں یا اسکے علاوہ اور اچھے یا بُرے معنا مین اُسکے مدِنظر ہوں (غرض جس مطلب کو بھی وہ ادا کرنا چاہتا ہے) اُسکو حُسن ادا میں حدِ اعلیٰ تک پہونچا دے (اگر اُس معنی کی حکایت وتوصیف میں وہ کامیاب ہو گیا اور اُس نے اُسکی بہترین تصویر کشی کر دی تو وہ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گیا خواہ وہ مضمون اپنی جگہ پر نہایت مبتذل اور فاحش کیوں نہو) اور نیز دوسری وہ بات جس کا پہلے بیان کر دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ خود شاعر کا اپنے کسی قصیدہ میں یا دو شعروں میں تناقض واختلاف پیدا کر دینا اس طرح سے کہ پہلے کسی چیز کی بہترین تعریف کرے اور پھر اُسی کی بہترین مذمت کر دے تو یہ کوئی عیب اور گرفت کی بات نہیں ہے بشرطیکہ مدح وقدح دونوں اپنی جگہ پر نہایت عمدہ اور قابلِ تحسین ہوں تو پھر عیب میں داخل نہوگا) بلکہ میرے نزدیک یہ بات فنِ شعر گوئی میں شاعر کے کہنہ مشقی اور کمال قوت واقتدار کی دلیل ہے۔ اور میں نے ان دونوں باتوں کو پہلے اسلئے بیان کر دیا کہ میں اکثر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جب شاعر ان دونوں طریقوں کو اختیار کرتا ہے تو وہ لوگ اُسکے ایسے شعر پر عیب لگانا شروع کر دیتے ہیں میرے پیشِ نظر وہ لوگ (بھی) ہیں جو امرء القیس کے ان شعروں کو بُرا کہتے ہیں (جن میں وہ کہتا ہے) کہ اے عنیزہ[1] تیری ایسی بہت سی حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورتیں ہیں جن کے پاس میں شب کے وقت آیا پس میں نے اُن کو سال بھر کے تعویذ پہننے والے بچے سے مشغول اور بے پروا کر کے اپنی طرف راغب کر لیا اور وہ اس قدر[2] کہ جب وہ بچہ اُس کے پیچھے (کسی وقت) روتا تو وہ اُس کی طرف اپنے ایک حصہ سے پھر جاتی اور اُس کے بدن کا دوسرا جانب جو ہوتا ہے وہ میرے قبضہ میں اسی طرح اپنے مقام پر رہتا ہے۔

ويذكران هذا المعنى فاحش وليس فحاشة المعنى فى نفسه مما يزيل جودة الشعرفيه كما لا يعيب جودة النجارة فى الخشب مثلاً رداءته فى ذاته - وكذلك رأيت من يعيب هذا الشاعر ايضا فى سلوكه للمذهب الثانى الذى قدمته حيث استعمله باقتدار وقوة وتصرف فيه احسانا وحذاقة وذلك قوله فى موضع

فلوان ما اسعى لادنى معيشة　　كفانى ولم اطلب قليل من المال

ولكنما اسعى لمجد مؤثل　　وقد يدرك المجد المؤثل امثالى

وقوله فى موضع آخر

فتملأ بيتنا اقطا وسمنا　　وحسبك من غنى شبع ورى

اللغة - المستكن فى تملاء عائد الى المعزى الموهوبة لربداء الابل المشار اليها بقوله الا الا تكن ابل فمعزى ؛ كان قرون جلتها العصى الاقط شئ يتخذ من المخيض الغنمى كالجبن جمعه اقطان

المعنى - ان شعرون کو برا کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ اس کا مضمون نہایت بیہودہ ہے حالانکہ (وہ یہ نہیں سمجھتے کہ) مضمون وتخیل کا بجائے خود فاحش ہونا شعر کی خوبی کو زائل کرنے والی چیز نہیں ہے جس طرح لکڑی کا اپنے مقام پر خراب وردی ہونا کسی بڑھئی کی عمدہ کاریگری (اور اُس شے کی حُسن ساخت کو) نہیں زائل کرتا - اسی طرح اس شاعر کے دوسرے طریقہ (تناقض) کے اختیار کرنے پر جسے میں نے ابھی بیان کیا لوگ اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اُس نے جو لیا گیا ہے وہ اپنی قوت واقتدار کی بنا پر اور اُس جو کچھ اسمیں تصرف کیا ہے وہ نہایت حسن وخوبی اور کمال مہارت کے ساتھ اور وہ مقام یہ ہے کہ ایک جگہ (لامیہ قصیدہ میں) کہتا ہے کہ اگر میں معمولی اور پست زندگی کے لیے سعی کرتا تو ہمارے لیے تھوڑا سا مال کافی تھا زیادتی کا طالب نہ ہوتا مگر میں بلند حوصلہ ہونے کی وجہ سے ایسی معمولی زندگی پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا) بلکہ میں پائدار اور باقی رہنے والے شرف کی تحصیل میں کوشاں رہتا ہوں اور مجھ جیسے (بلند ہمت) لوگ ایسی پائدار شرافت وبزرگی کو حاصل بھی کرلیتے ہیں اور دوسرے مقام پر (رائیہ قصیدہ میں کہتا ہے کہ وہ گلہ گوسفند (جو مجھے اونٹ کے عوض ملا ہے اچھی طرح ابر بہار کا چارہ چر کر اور موٹا تازہ ہوکر) ہمارے گھر کو پنیر اور گھی سے بھردے اور تیرے لیے (انسان کے واسطے) سیر وسیراب ہوکر کھا پی لینا نہایت کافی ہے (زیادہ ساز وسامان کی اُسکے لیے کوئی ضرورت نہیں) -

فان من عابه زعم انه من قبيل المناقضة حيث وصف نفسه فى موضع
بسمو الهمة وقلة الرضى بدنئ المعيشة واطرى فى موضع اخر القناعة
واخبر عن اكتفاء الانسان بشبعه وريه - واذ قد ذكرت ذلك فلا باس
بالرد على هذا العائب فى هذا الموضع ليكون فى ما احتج به بعد التطريق
لمن يؤثر النظر فى هذا العلم الى التمهر فيه فاقول انه لو تصفح اولا قول
امرئ القيس حق تصفحه لم يوجد معنى ناقض معنى فالمعنيان فى
الشعرين متفقان الا انه زاد فى احدهما زيادة لا تنقض ما فى الاخر
وليس احد ممنوعا من الاتساع فى المعانى التى لا تتناقض وذلك انه قال فى
احد المعنيين -

فلو ان ما اسعى لادنى معيشة　　　كفانى ولم اطلب قليل من المال

المعنی - پس جو لوگ اُس پر اعتراض کرتے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ یہ تو از قبیل تناقض ہے اسلیے کہ ایک
مقام پر اُس نے اپنے متعلق بلند ہمتی اور معمولی زندگی سے ناراضگی کا اظہار کیا اور دوسرے مقام پر قناعت
کے متعلق مبالغہ کرتے ہوے کہا کہ انسان کو صرف سیر و سیراب ہو کر کھا پی لینے پر اکتفا کر لینا چاہیے) اور ان دونوں
معنوں میں معترض کے نزدیک تناقض و اختلاف ہے) اور جب میں اسکا ذکر کر چکا تو اس مقام پر اس معترض کے
کلام کو رد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا تاکہ جو لوگ اس علم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے اسمیں غور و
فکر کرنے کو پسند کرتے ہیں اُن کے لیے اس احتجاج میں جو ابھی معترض کی طرف سے مذکور ہوا (کچھ کلام کرنے کی)
سبیل نکل سکے پس میں اسکے متعلق کہتا ہوں کہ اولاً اگر امرا القیس کے کلام پر نظر غائر ڈالی جائے تو اُمیں
کوئی بھی ایسا مطلب جو ایک دوسرے کے مخالف ہو نہ ملے گا بلکہ دونوں مطلب دونوں شعروں میں متحد و متفق
ملیں گے مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایک معنی میں اُس نے تھوڑا سا اضافہ کر دیا ہے جو دوسرے معنی کے کسی طرح
بھی مخالف نہیں ہے اور کوئی شخص بھی اُن معانی میں جنمیں آپس میں اختلاف نہ ہو وسعت و زیادتی پیدا
کرنے سے روکا نہیں جا سکتا (بلکہ اُسکو زیادتی اور جدت پیدا کرنے میں تصرف کا حق حاصل ہے اور اُسکے
کلام میں تو کوئی اختلاف و تناقض نہیں ہے) اسلیے کہ ایک مطلب اُسکا یہ ہے کہ اگر میں ادنی معیشت کیلیے
کوشاں ہوتا تو ہمارے لیے صرف تھوڑا سا مال کافی تھا اور زیادہ کا طالب نہ ہوتا

وهذا موافق لقوله - وحسبك من غنى شبع وری - ولكن فى المعنى
الاول زيادة ليست بناقضة لشئ وهو قوله لكنني لست اسعى لما
يكفيني ولكن لمجد اؤثله فالمعنيان اللذان ينبئان عن اكتفاء الانسان
باليسير متوافقان فى الشعرين والزيادة فى الشعر الاول التى دل بها على
بعد همته ليست تنقض واحدا منهما ولا تنسخه وارى ان هذا العائب
ظن ان امرأ القيس قال فى احد الشعرين ان القليل يكفيه وفى الآخر
انه لا يكفيه وقد ظهر بما قلنا ان هذا الشاعر لم يقل شيئا من ذلك ولا
ذهب اليه ومع ذلك فلو قاله وذهب اليه لم يكن عندی مخطئا من
اجل انه لم يكن فى شرط شرطه يحتاج الى ان لا ينقض بعضه بعضا ولا فى
معنى سلكه فى كلمة واحدة ايضا لم يجر مجرى العيب لان الشاعر ليس يوصف
بان يكون صادقا۔

المعنی۔ یہ مضمون دوسرے شعر کے اس مضمون کے بالکل موافق ہے کہ انسان کے استغنار کے لیے صرف سیر و سیراب ہو کر کھا پی لینا کافی ہے ہاں پہلے مضمون میں تھوڑا سا اُسنے اضافہ کر دیا جو دوسرے مضمون کے (کسی طرح بھی) خلاف نہیں ہے اور وہ یوں کہ اُس مقام پر اُسنے یہ بھی بعد میں کہدیا (کہ میں اپنی بلند ہمتی کے بنا پر) صرف بقدر کفاف حاصل کر لینے پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں تو یا نمار عزت و شرف کی طلب میں ساعی رہتا ہوں پس دونوں مطلب جو اسی امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کو تھوڑی سی چیز اور (قدر کفاف) پر اکتفار کر لینا چاہیے دونوں شعروں میں متحد و متفق ہیں اور پہلے شعر میں جو اُس نے تھوڑی سی زیادتی کر دی ہے جس سے وہ اپنی بلند ہمتی کا ثبوت دینا چاہتا ہے وہ اُسکے کسی مطلب کو بھی نہ باطل کرتی ہے نہ فسوخ (بلکہ دونوں مطلب قریب قریب ایک ہی ہیں صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے) اور میرا خیال یہ ہے کہ معترض کو یہ گمان ہوا کہ امرالقیس ایک جگہ تو کہتا ہے کہ قلیل مال اُسکے لیے کافی ہے اور دوسری جگہ کہتا ہے کہ وہ ناکافی ہے (حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں جگہ قناعت ہی کا اظہار مطلوب ہے) اور ہمارے اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اس شاعر نے کوئی بات اختلاف و تناقض کی نہیں کہی اور نہ اُسکا یہ مقصود تھا اور باوجود اسکے اگر وہ ایسا کہتا بھی اور اُسکی مراد بھی یہی ہوتی جب بھی (شاعر ہونے کی حیثیت سے) وہ خاطی اور غلط گو نہ ہوتا اسلیے کہ شاعر اُن شرائط و قیود کا پابند نہیں ہوتا جن سے اُسکو التزام کرنا پڑے کہ اُسکا ایک کلام دوسرے کلام کا ناقض نہ ہو اور اُسکی ایک بات دوسری بات کے خلاف نہونے پائے اور نہ وہ اسی کا پابند ہے کہ جس مضمون کو اُسنے کسی ایک کلام میں اختیار کیا ہے (اسمیں دو معنی) وہ کسی طرح کا عیب پیدا ہونے دے اس لئے کہ شاعر کی تعریف سچا ہونیکے ساتھ نہیں کیجاتی

بل انما یراد منہ اذا اخذ فی معنی من المعانی کائنا ما کان ان یجیدہ فی وقتہ الحاضر لا ان لا ینسخ ما قالہ فی وقت اخر و مع ما قدمتہ فانی لما کنت اخذ انی معنی لم یسبق الیہ من یضع لمعانیہ و فنونہ المستنبطۃ اسماء تدل علیھا احتجت ان اضع لما یظھر من ذلک اسماء اخترعتھا و قد فعلت ذلک والاسماء لا منازعۃ فیھا اذ کانت علامات فان قنع بما وضعتہ من ھذہ الاسماء والا فلیخترع کل من ابی ما وضعتہ منھا ما احب فانہ لیس ینازع فی ذلک۔ واذ قدمت ما احتجت الی تقدیمہ فاقول انہ لما کان الشعر علی ما قلناہ لفظا موزونا مقفی یدل علی معنی وکان ھذا الحد ماخوذ من جنس الشعر العام لہ وفصولہ التی تحوزہ عن غیرہ

لہ اس مقام پر لاان لا ینسخ ہونا چاہیے تھا لا کتابت میں رہ گیا ہے ۱۲ منہ

اللغۃ ۔ قولہ تحوزہ ای تصرفہ و تنحیّہ

المعنی ۔ بلکہ شاعر کے معنی صرف اتنے ہیں کہ جب وہ کسی مضمون کی حکایت کرے تو وہ اُسے زمانۂ حاضر میں نہایت عمدگی کے ساتھ نظم کردے (خواہ مضمون جیسا بھی ہو پس شاعر سے ہماری یہی مراد ہے) نہ یہ کہ وہ جس بات کو پہلے کہہ آیا ہے اُسے دوسرے وقت میں منسوخ نہ کرے اور پھر وہ کبھی اُسکے خلاف نہ کہنے پائے (یہ اُسکے لیے ضروری نہیں ہے) اور جو کچھ میں نے مقدمۃً بیان کیا اُسکو ملحوظ رکھتے ہوئے اب یہ بیان کرنا ہے کہ جب میں نے ایسے مطلب میں کلام کرنا شروع کیا ہے جس کی طرف کسی ایسے شخص نے سبقت نہیں کی جس نے شعر کے معانی اور اُس کے فنونِ مستنبطہ کے لئے (علیٰحدہ علیٰحدہ) نام وضع کیے ہوں جو اُن معانی پر دلالت کرتے ہوں اسلیے مجھے (پہلے) اسکی ضرورت پڑی کہ اِن معانی میں سے جو زیادہ ظاہر و معروف ہوں اُن کے خود ایجاد کردہ نام رکھوں (چنانچہ) میں نے ایسا ہی کیا اور نام رکھ لینے میں کوئی نزاع کا محل نہیں اسلیے کہ یہ اسمار تو علامت اور نشانی ہوتے ہیں پس اگر ہمارے تجویز کردہ اسمار پر اکتفار کرلی جائے تو خیر ورنہ جو بھی ہمارے رکھے ہوئے ناموں سے انکار کرے وہ اپنی پسند سے جو چاہے ان معانی و فنون کے لیے اسمار تجویز کرلے اس لیے کہ اسمار میں کوئی نزاع اور اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور جب میں نے جس چیز کو مقدم بیان کرنے کی ضرورت تھی اُسے پہلے بیان کردیا تو اب میں کہتا ہوں کہ جب شعر جیسا کہ بیان کیا گیا وہ قول ہوا جو موزوں و مقفی ہونے کے علاوہ کسی معنی پر بھی دال ہو اور یہ تعریف شعر کی اُس کی جنس عام اور اُن فصلوں سے ماخوذ ہوئی جو اُس کو غیر شعر سے ممتاز کردیتی ہیں

كانت معانى هذا الجنس والفصول موجودة فيه كما يوجد فى كل محدود معانى حده لان الانسان مثلا يحد بانه حى ناطق ميت فحى بمعنى الحياة التى هى جنس الانسان الموجود فيه وهو التحرك والحس وكذلك معنى النطق الذى هو فصله مما ليس بناطق موجود فيه وهو التخيل والذكر والفكر ومعنى الموت الذى فى حد الانسان وهو قبول بطلان الحركة وكذلك ايضا معنى اللفظ الذى هو جنس للشعر موجود فيه وهو حروف خارجة بالصوت متواطأ عليها وكذلك معنى الوزن ومعنى التقفية ومعنى ما يدل عليه اللفظ

اللغة۔ التواطاء التوافق والموافقة۔

المعنی۔ (تو ماننا پڑے گا) کہ اس جنس و فصول کے معانی اُس شعر میں ضرور موجود ہونگے جس طرح کہ محدود (مُعَرَّف) ہیں اُس کی حد (مُعَرِّف) کے معانی موجود ہوا کرتے ہیں اس لیے کہ انسان کی تعریف مثلاً حی ناطق میت کے ساتھ کی جاتی ہے پس حی معنی میں اُس حیوۃ کے جو انسان کی جنس واقع ہے جس کے معنی حرکت وحس کے ہیں اُس انسان میں موجود ہے اسی طرح نطق کا مفہوم جو اُس کی فصل واقع ہے اور اُسکو غیر ناطق سے تمیز دیدیتا ہے جس سے مراد تخئیل و ذکر و فکر ہے اُس انسان میں پایا جاتا ہے (اسی طرح) لفظ موت جو اُسکی تعریف میں داخل ہے اُسکے معنی بھی یعنی بطلان حرکت کو قبول کرنا جو حیوۃ کی ضد ہے اُس انسان میں موجود ہیں۔ یہی حال شعر کا بھی ہے کہ لفظ کے معنی جو شعر کی جنس واقع ہے اُس شعر میں پائے جاتے ہیں اور لفظ اُن حروف کا نام ہے جو آواز کے ساتھ (زبان سے اس طرح) خارج ہوتے ہیں کہ وہ آواز بالکل اُن حروف کے موافق اور مطابق ہوتی ہے اسی طرح وزن اور قافیہ اور مایدل علیہ اللفظ کے معانی اُس شعر میں (داخل تعریف ہونے کی وجہ سے) پائے جاتے ہیں۔

فان كان ذلك كما قلنا فالشعر انما هو ما اجتمع من هذه الاسباب
التى يحيط بها حده ولما كان كل مجتمع و كل مؤلف من امور
فالامور تؤلف من بعضها مع بعض يزيد عددها فيه وينقص
على حسب كثرة الامور وقلتها وجب ان يكون الشعر ايضا لما كان
مجتمعا من اسباب ان تكون اقسام تاليف هذه الاسباب بعضها
الى بعض جار يا هذا المجرى وان يكون تعديد هذه التاليفات اذا
استوعب واضيف[1] الى ذلك الى عدة الاسباب المفردات من غير
تاليف - فقد اتى على جميع الاسباب التى يجب الكلام فيها من امر
الشعر فاقول انه لما كانت الاسباب المفردات التى يحيط بها حد الشعر على ما قدمنا القول
فيه ...... اربعة وهى اللفظ والمعنى والوزن والتقفية وجب بحسب هذا
العدد ان يكون لها ستة اضرب من التاليف -

المعنی - پس اگر یہ بات ہماری درست اور قابل تسلیم ہے تو شعر (مثل دیگر ماہیات مرکبہ کے)
اُن اسباب کا مجموعہ قرار پایا جن کو اُسکی تعریف شامل اور محیط ہے اور جبکہ ہر مرکب کی شان یہ
ہوئی کہ وہ جن امور (اجزار) سے مرکب ہوتا ہے اُن میں آپس کی باہمی ترکیب تالیف کے بعد
اُنھیں اجزار کی کمی و زیادتی کے اعتبار سے اُنکی تعداد میں بھی کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے تو ضرور
ہوا کہ شعر بھی جبکہ وہ چند ایسے اسباب کا مجموعہ قرار پایا جنکی باہمی ترکیب و تالیف سے بھی چند
قسمیں نکلتی ہیں اسی طریقہ جملہ مرکبات پر جاری ہو (یعنی اُن اسباب کے تعداد میں بھی اُنکی ترکیب کے لحاظ سے
زیادتی و کمی ہوتی رہی) اور یہ بھی لازم ہوا کہ ان تالیفات کی تعداد جب ان کا استیعاب کیا جائے تو وہ تعداد
اسباب مفردات کیجانب جنمیں ابھی ترکیب نہیں واقع ہوئی مضاف و منسوب ہو پس یہی تمام اُن اسباب کا ذکر ہوگا جنمیں شعر کے
لحاظ سے کلام کرنا ہمارے لیے ضروری ہے پس اب میں کہتا ہوں کہ جبکہ شعر کے مفرد اسباب جسکو اُسکی تعریف
احاطہ کیئے ہوئی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا چار ہوئے یعنی لفظ و معنی و وزن و قافیہ تو ضروری ہوا کہ اس
تعداد کے لحاظ سے اُنکی ترکیب کے بعد چھ قسمیں پیدا ہوں -

[1] واضيف الى ذلك
میں حرف واو اور الی کاتب کی طرف سے اضافہ ہو گیا ہے ۱۲ منہ

الا انی وجدت اللفظ والمعنی والوزن تأتلف فیحدث من ائتلافہا بعضہا
الی بعض معان یتکلم فیہا ولم اجد للقافیۃ مع واحد من سائر الاسباب
الاخر ائتلافا الا انی نظرت فیہا فوجدتہا[له] من جہۃ ما انہا تدل علی معنی
لذلک المعنی الذی تدل علیہ ائتلافا مع سائر البیت فاما مع غیرہ فلا
لان القافیۃ انما ھی لفظۃ مثل لفظ سائر البیت من الشعر ولہا دلالۃ علی
معنی لذلک اللفظ ایضا والوزن شئ واقع علی جمیع لفظ الشعر الدال علی
المعنی فاذا کان ذلک کذلک فقد انتظم تالیف الثلاثۃ الامور الاخر ائتلاف
القافیۃ ایضا اذ کانت لا تعدو انہا لفظۃ کسائر لفظ الشعر المؤتلف مع المعنی

اللغۃ - قولہ تعدو من عدا الشئ یعدوہ اذا تجاوزہ۔

المعنی مگر میں نے لفظ ومعنی ووزن کو تو ایسا پایا کہ ان میں آپس میں ترکیب تالیف ہو سکتی ہے اور
ان میں ایک دوسرے کے باہمی ائتلاف سے کچھ معانی نکل آتے ہیں جنہیں کچھ کلام کیا جا سکتا ہے مگر قافیہ کے
لیئے میں نے (مقطع البیت ہونے کی وجہ سے) دیگر اسباب میں سے کسی کے ساتھ کوئی ائتلاف نہیں پایا البتہ
جب میں نے قافیہ پر نظر کی تو اس میں میں نے صرف اس جہت سے کہ وہ لفظ قافیہ اک معنی پر
دلالت کرتا ہے جو خود اس قافیہ سے سمجھ میں آتے ہیں اک قسم کا ربط وائتلاف جو اسکو پورے
شعر سے حاصل ہے معلوم کیا لیکن اس شعر کے علاوہ اور کسی سے اسے ربط حاصل ہو ایسا نہیں ہے
اسلیے کہ قافیہ مثل دیگر الفاظ شعر کے ایک لفظ ہے جو اس لفظ کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور
وزن تو ایک ایسی چیز ہے جو شعر کے تمام بامعنی لفظوں پر منطبق ہوتی ہے۔ پس جبکہ یہ بات
ہماری درست اور قابل التسلیم ہے تو اور تینوں امور یعنی لفظ ومعنی ووزن کی تالیف کی طرح قافیہ
کی تالیف بھی درست ہوگئی اس لیے کہ قافیہ کی حد مثل دیگر الفاظ شعر کے جنکی ترکیب معنی سے ہوتی
ہے ایک لفظ بیت ہونے سے زیادہ نہیں ہے (یعنی قافیہ بھی مثل اور الفاظ کے ایک لفظ ہے
اس بنا پر محض لفظ ہونے کی حیثیت سے معنی کے ساتھ اسکو ایک جہت سے تالیف ہو جائے گی)۔

[له] فوجدتہا کی بجگہ وجدت لہا یا فیہا ہونا چاہیے ۱۲ منہ

فامامن جهة ماهی قافية فليس ذلك ذا تا يجب بها ان يكون لها به

ائتلاف مع شئ اخر اذ كانت هذه اللفظة انما قيل فيها انها قافية من

اجل انها مقطع البيت و اخره وليس انها مقطع ذاتی لها وانما هی شئ

عرض لها بسبب انه لم يوجد بعدها لفظ من البيت غيرها وليس

الترتيب وان لا يوجد للشئ تال يتلوه ذاتا قائمة فيه فهذا هو السبب

فی انه لم يكن للقافية من جهة ماهی قافية تاليف مع غيرها فامامن

جهة ماتدل عليه فان ذلك تاليف معنی الی ماياتلف الا انی نسبته

فی هذا الكتاب الی القافية علی سبيل التسمية وان اراد مريد الی

ان ينسب ذلك الی انه تاليف معنی القافية الی ما ياتلف معه لم اضائقه

المعنی لیکن اگر وہ قافیہ قافیہ ہونے کی حیثیت سے دیکھا جائے تو خود اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ تالیف حاصل کر سکے اسلیے کہ قافیہ کو قافیہ محض اس بنا پر کہتے ہیں کہ وہ مقطع بیت اور آخر شعر ہوتا ہے اور وہ لفظا قافیہ (اس قافیہ کا مقطع ذاتی نہیں ہے بلکہ مقطع عارضی ہوتا ہے) چونکہ اسکے بعد علاوہ شعر میں کوئی اور لفظ نہیں ہوتی اسلیے اسی کو قافیہ اور مقطع البیت کہا جاتا ہے اور کسی چیز میں ترتیب کا ہونا (مقدم و مؤخر کا لحاظ کرنا) اور کسی شئے کے لیے اسکے بعد میں آنے والی چیز کا ہونا یہ کوئی ایسی مستقل چیز نہیں ہے جو اس شے میں، قائم سمجھی جائے (بلکہ شے کا مقدم و مؤخر ہونا ترتیب دینے والے کے اعتبار کی بات ہے جہاں پر چاہے کلام ختم کر دے جس لفظ کو چاہے مقطع کلام قرار دے) اسی سبب سے قافیہ کیلئے بحیثیت قافیہ ہونے کے کسی دوسری چیز کے ساتھ کسی قسم کی تالیف نہ متصور ہو سکی لیکن اس جہت سے کہ وہ قافیہ بحیثیت لفظ ہونے کے ایک معنی پر دلالت کرتا ہے اسکے معنی کی تالیف ماياتلف سے متصور ہو سکتی ہے مگر میں نے اس کتاب میں (محض) نام رکھنے کے طور پر اس معنائے قافیہ کی تالیف کو قافیہ کی طرف منسوب کر دیا ہے پس اگر کوئی شخص نسبت اسطرح ظاہر کرے کہ معنائے قافیہ کی ماياتلف معہ کیساتھ تالیف ہو تو اسکو میں (اپنے تجویز کردہ نام کے ماننے پر) مجبور نہیں کرونگا اور نہ اس اختلاف اسم میں میرا کوئی نقصان ہے۔

فصار ما اجتمعت من اقسام ائتلاف بعض هذه الاسباب الی بعض اربعة وهی ائتلاف اللفظ مع المعنی وائتلاف اللفظ مع الوزن وائتلاف المعنی مع الوزن وائتلاف المعنی مع القافیة وصارت اجناس الشعر ثمانیة وهی الاربعة المفردات البسائط التی یدل علیها حدہ والاربعة المؤلفات منها۔ ولما کان لکل واحد من هذه الثمانیة صفات یمدح بها واحوال یعاب من اجلها وجب ان یکون جید ذلک وردیئه لاحقین للشعر اذ کان لیس یخرج شئ منه عنها فلنبدأ بذکر اوصاف الجودة فی کل واحد منها لیکون مجموع ذلک اذا اجتمع للشعر کان فی نهایة الجودة۔

المعنی۔ پس (خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ) ان اسباب شعر کی باہمی ترکیب و ائتلاف سے چار قسمیں پیدا ہوئیں اور وہ یہ ہیں۔ ائتلاف اللفظ مع المعنی۔ ائتلاف اللفظ مع الوزن۔ ائتلاف المعنی مع الوزن۔ ائتلاف المعنی مع القافیہ۔ اور اجناس شعر کل آٹھ ہوئے چار تو وہی مفرد و بسیط اقسام (لفظ معنی وزن قافیہ) جن پر شعر کی تعریف دلالت کرتی ہے اور چار قسمیں وہ جو ان بسائط سے مرکب ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اور جبکہ ان آٹھوں قسموں میں سے ہر ایک کے لیے کچھ ایسے مخصوص صفات ہوئے جنکی وجہ سے شعر قابل تعریف سمجھا جاتا ہے اور کچھ ایسے (بھی) حالات ہوئے جن سے وہ معیوب قرار دیا جاتا ہے تو ضرور ہوا کہ اچھے اور برے دونوں طرح کے اوصاف شعر کو لاحق ہوں جبکہ کوئی شعر بھی ان حالات سے (کسی وقت) باہر نہیں ہو سکتا۔ پس اب ہمیں چاہیے کہ ان میں کی ہر ایک قسم کے متعلق اوصاف جودت کے ذکر سے اپنے کلام کی ابتدا کریں تاکہ جب یہ سب خوبیاں شعر میں جمع ہو جائیں تو وہ شعر نہایت عمدہ کہا جائے۔

ما حدث ... الف ... ۱۲ سنہ

واذا لم يكن فيه شئ منها كان فى نهاية الرداءة لا محالة اذ كان
هذان الطرفان مشتملين على جميع النعوت او العيوب التى نذكرها
ولما لم يكن كل شعر جامعاً جميع النعوت او العيوب وجب ان تكون
الوسائط التى بين المدح والذم تشتمل على صفات محمودة وصفات
مذمومة فما كان فيه من النعوت اكثر كان الى الجودة اميل
وما كان فيه من العيوب اكثر كان الى الرداءة اقرب وما تكافئت فيه النعوت
والعيوب كان وسطا بين المدح والذم وتنزيل ذلك اذا حضرما فى الطرفين
من النعوت والعيوب لا يبعد على من اعمل الفكر واحسن سبر الشعر

اللغة السبر امتحان غور الجرح وغیرہ المعنی اور جب اُن اوصاف
جودت میں سے کوئی بھی صفت اُس میں موجود نہ ہو تو وہ لامحالہ بُرا شعر سمجھا جائے
اس لیے کہ یہی دونوں طرفیں (نہایت اعلیٰ اور نہایت ادنیٰ) تمام اُن محاسن یا
معائب پر شامل ہوتی ہیں جن کا ہم عنقریب ذکر کرنے والے ہیں۔ اور جبکہ ہر شعر کا
تمام نعوت اور جمیع عیوب کا جامع ہونا لازم نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ مدح اور
مذمت کے درمیان کچھ اوسط درجے کے ایسے شعر بھی ہوتے ہیں جو اچھے اور
بُرے دونوں اوصاف پر مشتمل ہوتے ہیں پس جس شعر میں محاسن کا پہلو زیادہ ہو
وہ خوبی اور عمدگی کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور جس میں عیوب کا پہلو غالب ہو وہ
خرابی اور رداءت سے زیادہ قریب ہوگا اور جس میں نعوت وعیوب دونوں (بظاہر)
مساوی ہوں وہ مدح وذم کے درمیان اوسط درجہ کا شعر ہوگا اور اس صورت میں جبکہ
نعوت وعیوب دونوں موجود ہوں شعر کی عمدگی اور خرابی کی تحدید کرنا اور درجات کے لحاظ سے
اسکی ترتیب دینا اون لوگوں کیلئے بعید اور مشکل نہیں ہے جو غور وفکر سے کام لیتے اور شعر کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرتے ہیں

لوٹس جیسی مثالیں ... الشعر ... نقیصۃ ... کہا ہے ... شاعری کی ... معنی ... سبر الشعر ... انشکلام ۱۲ منہ

الفصل الثانی

فلنبدأ من ذکر الاجناس الثمانیة باولها من الاربعة المفردات وهو اللفظ ونذکر نعوت ذلك ونعوت سائر الاجناس ونجعل هذا الفصل مقصورا علی ذکر النعوت

نعت اللفظ

ان یکون سمحا سهل مخارج الحروف من مواضعها علیه رونق الفصاحة مع الخلو من البشاعة مثل اشعار یوخذ فیها ذلك وان خلت من سائر النعوت للشعر منها ابیات من تشبیب قصیدة للحادرة الذبیانی وهی

وتصدفت حتی استبتك بواضح ۔۔۔ صلت کمنتصب الغزال الاتلع

اللغة السمح فی کلام المصنف السهل والبشاعة هی الکراهة والحادرة الذبیانی شاعر جاهلی اسمه قطبه بن اوس بن محصن بن جرول انتهی حل کلام المصنف۔ وقوله تصدفت ای صدت واعرضت والواضح صفة لعنق محذوف اوجبین مقدر والاول اولی بالمقام للتشبیه بمنتصب الغزال والاتلع الطویل العنق۔ المعنی **فصل دوسری** ہیں چاہیے کہ آٹھوں قسموں میں سے چار مفرد قسمیں جو ہیں جنہیں کی پہلی قسم لفظ ہے اُسی کے بیان سے ابتدا کریں اور پہلے اسی کے محاسن بیان کردیں اور پھر تمام اقسام کے محاسن کا ذکر کریں اور اس فصل کو صرف نعوت کے ساتھ مخصوص کردیں (پس معلوم ہونا چاہیے کہ) **لفظ کی خوبی** یہ ہے کہ وہ نہایت سہل و آسان ہو اور اسکے حروف اپنے اپنے مخارج سے سہولت کے ساتھ خارج ہوتے ہوں اُس لفظ پر فصاحت کی (اچھی خاصی) رونق ہو اور کراہت سے پاک صاف ہو جیسے حادرۂ ذبیانی کے قصیدہ کے غزلیہ اشعار ہیں جنمیں لفظی تمام مذکورۂ بالا خوبیاں ملحوظ ہیں چاہے وہ اور محاسن شعری سے خالی ہوں مگر الفاظ اُنکے نہایت عمدہ اور سلیس ہیں اور وہ اشعار یہ ہیں (۱) اور اُس محبوبہ نے (تجھے دیکھ کر) منھ پھیر لیا یہاں تک کہ اُس نے ایسی گردن کے ذریعہ سے تجھے دام محبت میں اسیر کرلیا جو سفید چمکدار چکنی براق صراحی دار مثل گردن آہو کے ہے۔

ویمقلتی حوراء تحسب طرفها — وسنان حرة مستھل المدمع

واذا تنازعك الحدیث رأیتھا — حسنا تبسمھا لذیذ المکرع

کغریض ساریة تنفخه الصبا — بنزیل اسحر طیب المستنقع

لعب السیول به فاصبح ماؤه — عللا یقطع فی اصول الخروع

فسمی ویحك هل علمت بفتیة — غادیت لذتھم بادکن مترع

بکروا علی بحرة فصبحتھم — من عاتق کدم الذبیح مشعشع

اللغة۔ الحرة بالضم الکریمة الجیدة والمنازعة فی الحدیث المکالمة۔ الکرع شرب الماء فی موضعه من غیران یشرب بکف ولا باناء الغریض ماء المطر وکل ابیض طری الاسحر الغدیر الحواطین المستنقع مجتمع الماء العلل الماء السائل بین اصول الشجر والخروع نبت لا یرعی وسمی مرخم سمیة والادکن اللون المائل الی السواد المترع الممتلی والمشعشع المخلوط بالماء۔ **المعنی**

(۱) اور ایسی زن سیاہ چشم کی دونوں آنکھوں سے اُسنے تجھے اسیر کیا جسکی آنکھ کو (نزاکت کی وجہ سے) تو اونگھتی ہوئی خیال کرے گا اور جس کا مجرائے اشک (چہرہ) نہایت خوشنما اور حسین ہے۔ (۳) اور جب وہ تجھ سے گفتگو کرے تو اُسکی مسکراہٹ کو نہایت حسین اور پیاری اور اُسکے آب دہن کو نہایت لذیذ اور خوشگوار پائے گا۔ (۴) اُسکے آب دہن میں ایسی صفائی وخنکی ہے) جیسے شام کے برسنے والے ابر کا تازہ اور صاف پانی جسکو باد صبا نے (خوب اچھی طرح) صاف کردیا ہو اور وہ پانی نہایت صاف مٹی والی تالاب کی آغوش میں جسکی زمین بالکل پاکیزہ ہو نازل ہوا ہو۔ (۵) دست سیلاب نے اسطرح اُس سے بازی کی ہو کہ اُس ابر کا پانی ارنڈ کے درختوں کی جڑوں میں پھیلکر ہر طرف بہنے لگا ہو (۶) پس اے سمیہ والے ہو تجھ کیا تجھے ہمارے اُس برتاؤ کی خبر ہے جو اپنے جوانمرد ساتھیوں کے ساتھ ہے کہ میں شراب سے پُر سیاہی مائل مشکیزہ کے ساتھ صبح صبح جاکر اُنکی لذت اور لطف اندوزی میں شریک ہوجاتا ہوں۔ (۷) وہ جوان ساتھی تڑکے صبح میرے ہمنشین ہوئے تو میں نے شراب کہنہ (جو تیزی کم کرنے کیلئے) پانی سے ملائی خون ذبیحہ کے مثل سرخ تھی اُنھیں پلائی **تنبیہ اول** واضح ہو کہ واضح کی لفظ جو حاندرۂ ذبیانی کے پہلے شعر میں ہے اُسے اگر عنق محذوف کی صفت قرار دی جائے تو غالباً زیادہ مناسب ہو اسلیے کہ بعد میں وہ کمنتصب الغزال کہکر گردن آہو سے تشبیہ دینا چاہتا ہے شارح نے واضح کو جبین کی صفت قرار دی ہے اگرچہ یہ صفت عام ہے اور اکثر موصوف اسکے ساتھ متصف ہوسکتے ہیں جیسے عنترہ نے دندان محبوب کی توصیف میں ذی غروب واضح کہا ہے لیکن یہاں پر مقام کی مناسبت سے خصوص عنق کا مراد لینا زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ **تنبیہ دوم** شاعر مذکور کے دوسرے شعر میں لفظ مستھل المدمع کی تفسیر شارح نے جیدۃ الاماق سے کی ہے جسکے معنی یہ ہوے کہ اُسکے گوشۂ چشم خوبصورت ہیں حالانکہ مستھل المدمع سے مراد چہرہ ہے اسلیے کہ آنسو رخسار ہی پر بہکر گرتے ہیں جیسا کہ امرء القیس وغیرہ نے اسیلة مجری الدمع سے خوبصورتی رخسار کیطرف کنایہ کیا ہے۔ ضبی نے بھی اسکی تفسیر کریمة الوجه سے کی ہے۔ وهذا اقرب الوجوه فی هذا المجال کما لا یخفی علی من یراعی مقتضی الاحوال **تنبیہ سوم** اس قصیدہ کے

ومن هذا الجنس قول عبد الله السلامانی

الا ربما هاجت لك الشوق عرصة ... بمروان تمريها الرياح الزعازع

بها رسم اطلال وجثم خواشع ... عليهن تبكی الهاتفات السواجع

وبيض تهادی فی الرياط كانما ... مهاد ربوة طابت لهن المراتع

تخيرن منا موعد البعد رقبه ... باعفر تعلوه الشروج الدوافع

فجئن هدوءا والثياب كانها ... من الطلّ بلتها الرهام النواشع

اللغۃ ۔ مروان موضع ومری الناقۃ مس ضرعها لتدرّ الجثم جمع جاثم وهو الذی لزم مكانه فلم يبرح او وقع علی صدره او تلبد بالارض التهادی التمائل فی المشی التحری التعمد و طلب ما هو احری بالاستعمال الشروج جمع شرج وهو مسيل ماء من الحرة الی السهلة الدافع اسافل الميت حيث تدفع فيه الاودية الهدؤ السكون والمراد ههنا مضی الليل الی ان يسكن اصوات الناس والرهام بالكسر جمع رهمة وهی المطر الضعيف الدائم والناشع الشاهق والناشئ

المعنی اور اسی جنس (نعت لفظ) سے محمد ابن عبد اللہ سلامانی کے یہ اشعار ہیں ۔ (۱) آگاہ ہو ایسا بہت ہوا ہے کہ مقام مروان کے صحن خانۂ محبوب نے تیرے شوق کو ہیجان میں ڈال دیا (اور دبے ہوئے حوصلوں کو ابھار دیا) جس پر اب تیز آندھیاں چل رہی ہیں اور اب اُس مقام پر خاک اُڑتی نظر آتی ہے ۔ (۲) اُس جگہ (اب) کچھ کھنڈر کے نشان ہیں اور کچھ پیٹ کے بل پڑے ہوئے صحرائی جانور آرام کر رہے ہیں جن پر (دل آویز) چہچے کرنے والے پرند (گویا) نوحہ خوانی کر رہے ہیں ۔ (۳) اور اُس مقام پر (اک زمانہ میں) گورے رنگ کی کچھ حسین عورتیں تھیں کہ جب وہ نقش و نگار کی ہوئی چادروں میں محو خرام ناز ہوتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ کسی بلند مقام کے شاداب چراگاہوں کی نیل گائیں ہیں جنکو وہ چراگاہیں (موافق خواہش ہونے کی وجہ سے) بہت پسند آگئی ہوں (اور وہ اُس جگہ نہایت آزادی اور بے تکلفی سے چر رہی ہوں یہی حال ان حسینان ماہوش کا اپنے گھروں میں تھا) (۴) ہم سے اُن حسینوں نے اک انتظار کے بعد ریگستان کے ایک نشیب مقام پر وعدۂ ملاقات کی خواہش کی (۵) پس وہ (اُس مقام پر) رات کے سناٹے میں اس حال سے آئیں کہ رسان رسان برسنے اور گرجنے والے ابر کی پھوہار نے اُن کے کپڑوں کو نمناک کر دیا تھا ۔

تنبیہ ۔ کتب لغت میں رہام بالکسر کو جمع رهمۃ بالکسر کی لکھا ہے ۔ شارح نے رهمۃ کو بالضم تحریر کیا ہے ۔

طروقا دالجا ٔنا الهوی نحوریبة	بها غفلت عنا العیون الخوادع
فلما قضینا غصۃ من عتابنا	وقد فاض من بعد العتاب المدامع
جری بیننا منا رسیس یزیدنا	سقاما اذا ما استیقنته المسامع
قلیلا وکان اللیل فی ذالک ساعۃ	وقمن ومعروف من الصبح صادع
وولین من وجد مثل الذی بنا	وسالت علی آثارهن المدارع
یزجین بکرا ابیہم الریط متنہا	کما ارتعبان الغضا المتدافع
وقمن الی خوص کاد عیونہا	قلات تراخی ماؤہا فھو ناصع

اللغۃ۔ الرسیس الشئ الثابت والمراد ھنا البین والمدارع جمع مدرعۃ وھی ثوب لا یکون الا من صوف الخوص جمع اخوص اوخوصاء وھی الناقۃ الغائرۃ العیون القلات النقرۃ فی الجبل

المعنی (۱) پس جب وہ ہمارے پاس) شب کو پہونچگئیں تو ہم کو محبت نے ایک ایسے ٹیلے کی طرف جانے پر مجبور کیا جہاں دھوکا و مکر کا کام نکالنے والی نگاہیں ہم لوگوں کی طرف سے غافل تھیں (کسی رقیب و نگراں کا وہاں پر کوئی کھٹکا نہیں تھا) (۲) پس جب (اُس جگہ) گلے شکوے ہوچکے اور دل کے پھپھولے ٹوٹے اور اسکے ساتھ ہی ساتھ طرفین کے آنسو (بے ساختہ محبت کے مارے) جاری ہوئے۔ (۳) اتنے میں اک ایسی یقینی اور ضروری ہونے والی بات (فراق) کا چرچا ہوا جس نے جس وقت سے کہ اس خبر کا کانوں نے یقین کر لیا ہماری بیماری کو زیادہ کرنا شروع کر دیا (۴) یہ گفتگو تھوڑی دیر رہی اور اُسوقت صرف ایک گھڑی رات باقی تھی اور وہ اس وقت اُٹھ گئیں جب سفیدۂ صبح نمودار ہو رہا تھا (۵) اور وہ ہمارے ہی ایسے غم اور ہماری ہی ایسی بے چینی اور شورش دل کو لے کر رخصت ہوگئیں (دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی) اور جانے کے وقت انکا لباس انکے نقش قدم پر خط دینا جا رہا تھا (تاکہ نشان قدم مٹ جائیں اور اسکا پتہ نہ چل سکے) (۶) اور وہ عورتیں ایک بن بیاہی لڑکی کو اپنے ساتھ لیے جا رہی تھیں جسکی منقش چادر اُسکی پشت کی زینت بڑھا رہی تھی اور اُسپر وہ چادر مقام غضا کے پیچ و تاب کھاتے اژدہے کیطرح لہرا رہی تھی (نقش و نگار اور پیچ و تاب کھانے میں اژدہے سے تشبیہ دیگئی ہے اور یہ تشبیہ نہایت جید ہے) (۷) اور وہ سب ایسے لاغر ناقوں کیطرف بڑھیں جنکی آنکھیں (چلتے چلتے) ایسی دھنس گئی تھیں اور ان میں ایسے حلقے پڑ گئے تھے جیسے معلوم ہوتا تھا کہ انکی آنکھیں پتھروں کے سوراخ (گڈھے) ہیں جنمیں دیر تک ٹھہر کر پانی صاف شفاف ہوگیا ہو۔

خوص غائر
جمع خوص
مینا کا جمع
مدرعہ

ومنه بيتان للشماخ يذكر نهيق الحمار

اذا نبر التغشير نبرا كانه ۔۔۔ بقارح من خلف ناجذه شجي

بعيد مدى التطريب اول صوته ۔۔۔ سحيل و ادناه شحيج محشرج

ومنه ابيات لجبيها الاشجعي

امن الجميع بذي اليفاع ربوع ۔۔۔ راعت فؤادك والربوع تروع

من بعد ما بليت وغير آيها ۔۔۔ قطر ومسائلة الذيول خديع

جوالة برتي الملا غزلية ۔۔۔ بغامهن مربة زعزوع

يا صاحبي الا ارفعا لي انه ۔۔۔ يشفي الصداع فيذهل المرفوع

الواحم ناجية كان قليلها ۔۔۔ جذع تطيف به الرقاة منيع

اللغة نبر الحرف همزه وللشئ رفعه ومنه المنبر والمراد هنا رفع الصوت وعشر الحمار تعشيرا تابع النهيق عشرا القارح السن التي تلي الرباعية والناجذ اقصى الاضراس والسحيل نهيق الحمار وشحيج الغراب والبغل صوته يقال شحج الغراب اذا سن وغلظ صوته المحشرج من الحشرجة وهي تردد صوت الحمار في حلقه واليفاع التل المشرف والربوع ترابا ليتنا ادرسل فختلط بالتراب الملاء الصحراء والمرتبة من ارتب الرجل بالمكان اذا لزم واقام **المعنى** اور اسی باب (نعت لفظ) سے شماخ کے یہ دو شعر ہیں جنہیں وہ گدھے کی آواز کا ذکر کرتے ہوے کہتا ہے (۱) جب وہ گدھا (دستور معمول کے مطابق) دس حرکتوں کی آواز سے چیخنا شروع کرتا ہی تو اُسوقت یہ معلوم ہوتا ہی کہ اُسکے آخری ڈاڑھ کے پیچھے جو مقام ہے یعنی حلق اُسمیں اُسکی ڈاڑھ پھنس جانے سے اُسکو اچھو ہوگیا ہی (جس سے اُسکی آواز صاف نہیں نکلتی) (۲) اُسکی طرب میں لانیوالی آواز کی مدت دراز ہی (یعنی دیر تک وہ گنگری کے ساتھ چیختا اور آواز دیتا رہتا ہے) اُسکے چیخنے کی پہلی آواز تو لہلہاتی ہوئی ظاہر ہوتی ہے اور اُسکی آخری اور پست آواز سینہ کی خرخراہٹ کیطرح آہستہ آہستہ سنائی دیتی ہے۔ اور اسی قبیل سے **جبیہائے** اشجعی کے یہ اشعار ہیں (۱) کیا مقام ذی الیفاع کی یہ منزلیں قبیلہ محبوب کی ہیں جنھوں نے تیرے قلب کو متحیر کردیا اور منزلیں (بالخاصہ) لوگوں کو حیرت و تعجب میں ڈالدیتی ہیں (شاعر گزشتہ زمانہ کو یاد کرکے منازل محبوب کے مٹے ہوے بقیہ آثار کو بنظر عبرت و حیرت دیکھ کر خود اپنے نفس سے بطور بیخودی استفہام و سوال کرتا ہی (۲) ان منزلوں نے تجھے اُسوقت تحیر و تعجب میں ڈالا جبکہ وہ (طول زمان سے) کہنہ ہوگئیں اور اسکے (رہے سہے) نشانوں کو بارش اور دامن کشاں ہواؤں نے مٹا کر اور اُنکی شکلیں بگاڑ کر دیکھنے والوں کے لیے مشتبہ کردیا۔ (۳) وہ جھکڑ کی ہوا (برابر) جنگلوں کے ٹیلوں پر گھومتی اور چکر لگاتی اور وہاں کی خاک سے اٹکھیلیاں کرنے والی اور وہاں جم کے ٹھہرنے والی ہے (۴) اے ہمارے دونوں ساتھیو (ذرا) ہمیں ایک تیز رو ناقہ کی پشت پر سوار کردو اسلیے کہ (ناقوں پر سوار ہوکر گھومنا) درد سر کو دور کرتا ہے اور سوار ہونے والے کی تسلی کا باعث ہوتا ہی (تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی اُسکا غم غلط ہوجاتا ہے اور فکروں سے نجات ملتی ہے (۵) ایسے تیز رفتار ناقہ پر سوار کرو جسکی گردن بلندی اور درازی میں ایسے اونچے کھجور کے درخت کے مثل ہو جسکے قریب اُسکے چڑھنے والے مجتمع ہوں۔ **تنبیہ** ۔ شارح نے قلیلہا کو صحیح تسلیم کرکے اسکی تفسیر ضمیرھا سے کی ہی لیکن قاموس میں یہ لفظ غلط ہی اور تلیلہا صحیح۔

تنجو اذا بخدت و عارض اوبها	اشلاء لحن من النیاط خضوع
فی کل مطوط الرفاق کانه	نسر بریق قد دھاہ وقوع
عرین دائرۃ الظهیرۃ بعد ما	وغرن فالحدق الکنین خشوع
بامق اغبر یلتقی حسّانه	للریح بین فروعه ترجیع
یعتس منزطمن اطلس جائع	طیان یتلف ماله ویضیع

اللغۃ۔ نجد البدن عرقا اذا سال ویستعمل الثانی معنی الاعیاء والاشلاء جمع شلو وھو العضو والجسد من کل شئ ولحن من اللوح وھو تغیر اللون او العطش او الظهور۔ النیاط من المفازۃ بعد طریقھا کانھا نیطت بمفازۃ اخری۔ الرفاق حبل یشد به عضد الناقۃ اذا خیف ان تنزع الی وطنھا ۔ ودھاہ ای نسبه الی الدھاء وھو النکرۃ جودۃ الرائی ووغرن من التوغیر وھو فلاء الماء وتسخینه والامق الطویل من البید اء والحنان الواضح من الطریق ویعتس ای یطوف باللیل۔ **المعنی**:

(۶) وہ ناقہ ایسا ہو کہ پسینہ پسینہ ہوجانے یا تھک جانے کے باوجود اپنی رفتار تیز کیے جاتا ہو حالانکہ اُسکے وہ اعضاء جو بُعد مسافت اور دوری سفر کی وجہ سے خستہ حال ہوگئے ہوں (یا اُن پر پیاس کا اثر غالب ہو) اُسکی تیز رفتاری کا مقابلہ و معارضہ کررہے ہوں یعنی تھکن خستگی پیاس وغیرہ اُسکی تیز روی سے مانع نہیں ہوتے اور وہ اپنی ہمت سے ان موانع کی کوئی پروا نہیں کرتا ۔(۷) وہ ناقہ ہر ایسے اونٹ کے درمیان ہو کر چلتا ہے جسکے بازوؤں کی رسی نہایت مضبوطی کے ساتھ باندھ دی گئی ہو اور وہ اس تیزی کے ساتھ چلتا ہو جیسے وہ گدھ جو اپنے شکار کو دیکھ کر منڈلاتا ہوا چلے اور جسکو ہمیشہ شکار پر ٹوٹنے اور جھپٹنے نے نہایت ماہر اور کہنہ مشق بنادیا ہو۔ (۸) اُن ناقوں کی پشتوں سے ٹھیک دوپہر کے وقت پالان اُتارے جاتے ہیں (یا ایسے وقت میں وہ روانہ کیے جاتے ہیں) بعد اسکے کہ جنگلوں کی کڑی دھوپ سے اُن کے سارے بدن گرم اور جلتے ہوتے ہیں اور حلقۂ چشم جو دھنس جانے کی وجہ سے) مخفی ہوگئے ہیں جھکے ہوئے نہایت خستہ حال معلوم ہوتے ہیں (۹) یہ اونٹنیاں ایسے لمبے چوڑے لق و دق غبار آلود صحراؤں میں دوڑتی ہیں جنکے کھلے ہوئے رستوں اور اُن کے اطراف و جوانب میں ہوا کے سناٹے سُنائی دیتے ہیں یعنی ہوا میدان کی وسعت کی وجہ سے وہاں نہایت آزادی کے ساتھ چلتی ہے ۔(۱۰) اور ہم جن صحراؤں میں ناقوں کے ساتھ منزلیں طے کرتے ہیں وہاں خاکی رنگ کے بھوکے بھیڑیے رات کو ادھر اُدھر پھرا کرتے ہیں جو اپنے مال (شکار) کو ضائع و تلف کردیا کرتے ہیں (چونکہ وہ ہمارے طعام سفر سے سیر ہوجاتے ہیں اسلیے اُن کو شکار کی وہاں کوئی پروا نہیں ہوتی ۔

ومثله ایضاً

ولما قضینا من منی کل حاجۃ — ومسح بالارکان من ھو ماسح

وشدت علی دھم المھاری رحالھا — ولم ینظر الغادی الذی ھو رائح

اخذنا باطراف الاحادیث بیننا — وسالت باعناق المطی الاباطح

نعت الوزن

ان یکون سہل العروض من اشعار یوجد فیھا وان خلت من اکثر نعوت الشعر

اللغۃ - الدھم جمع دھماء وھی الناقۃ السوداء المھاری جمع مھریۃ منسوبۃ الی مھرۃ بن حیدان حی من العرب تنسب الیہ الابل الاباطح جمع ابطح وھو مسیل واسع فیہ دقاق الحصی وقولہ سالت باعناق الاباطح استعارۃ جیدۃ لسرعۃ سیر المطی واجاد فیما افاد سیما بنسبۃ الفعل الی المطی مع تعدیتہ بالباء وخص اعناق المطی لظھور سرعۃ السیر فیھا غالباً - المعنی اور اسی کے مثل یہ کلام بھی ہے (یعنی اسکے الفاظ بھی نہایت سہل وسلیس اور زبان نہایت صاف وشستہ ہے) (۱) جبکہ ہم نے میدان منی کی تمام حاجتوں کو پورا کرلیا اور جنکو مناسک حج بجا لانا تھا وہ تمام ارکان کے بجا لانے سے فارغ ہوگئے (۲) اور قبیلہ مہرہ کے ساہ رنگ ناقوں پر پالان باندھ دیئے گئے اور صبح کے جانے والوں کا شام کے جانے والوں نے انتظار نہیں کیا (بلکہ جسکو جس وقت فراغت ہوئی اُسی وقت وہ روانہ ہوگیا) (۳) تو ہم نے آپس میں رفتار گفتگو کو ہر طرف سے کھینچنا شروع کیا اور اُسوقت کی حالت یہ تھی کہ وہ سنگل جہاں سے پانی کا بہاؤ تھا اُن سواریوں (ناقوں) کی گردنوں کو مثل سیلاب بہائے لئے جارہا تھا (یعنی اُس صحرا میں یہ ناقے سیل جاری کی طرح نہایت تیزی اور سبکروی کے ساتھ منزلیں طے کرتے جاتے تھے) (محاسن وزن) وزن کی صفت یہ ہے کہ وہ سہل العروض ہو (یعنے عروض کے قاعدہ سے تمام اوزان ٹھیک ٹھیک اُن الفاظ پر منطبق ہوجائیں) اور اس قسم کے اشعار میں سے حسان ابن ثابت کے قصیدہ کے شعر ہیں جو وزن کے لحاظ سے نہایت سہل ہیں چاہے وہ اور نعوت شعر سے خالی ہوں -

منها قصيدة حسان

ماهاج حسان رسوم المقام　　ومظعن الحی و مبنی الخیام

والنؤی قد هدم اعضاده　　تقادم العهد بوادٍ تهام

قد ادرك الواشون ما املوا　　والحبل من شعثاء رث الرمام

كان فاها نغب بارد　　فی رصف تحت ظلال الغمام

ومنها قصيدة طرفة

من عائدی الليلة ام من نصيح　　بت بنصب ففؤادی قريح

بانت فامسی قلبه هائما　　قد شفه وجد بها ما يريح

اللغة - الاعضاد جمع عضد وهو ما يشد به حوالی الحوض او الطريق من البناء والتهامی نسبة الی التهامة وهی الغور وما خالف النجد شعثاء علم حبيبة الشاعر الرث البالی الرمام جمع رمة بالضم وقد تكسر قطعة من حبل و به سمّی ذو الرمة والرصف جمع رصفة وهی الحجارة المرصوف بعضها الی بعض فی مسيل النغب جمع نغبة بالضم المعنی

اور اُس قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں (۱) حسان کو منزلِ محبوب کی مٹی ہوئی نشانیوں نے کس غضب کی بے چینی میں ڈالدیا اور قبیلۂ محبوب کے کوچ کرنے اور خیموں کے نصب کرنے کی حالتوں نے اُس کے شوق کو کسقدر برانگیختہ کردیا (۲) اور خیموں کے گرداگرد نالیوں کی (موجودہ) حالت نے اُسکو کس حد پر بے چین کیا جنکی سنگین منڈیروں کو نشیبوں میں زمانہ کی قدامت و درازی نے توڑ تاڑ کر منتشر کردیا ہے (۳) چغلخوروں کی اُمیدیں برآئیں اور اب تو حال یہ ہے کہ شعثار کا رشتۂ محبت بالکل کہنہ و کمزور نظر آتا ہے (اب نہ اُسے مجھ پر وثوق نہ مجھے اُسکی محبت پر اطمینان رہا (۴) شعثار کا دہن و لب گویا ٹھنڈے پانی کا گھونٹ ہے جو بادلوں کی چھاؤں کے نیچے چنے ہوئے پتھروں میں لہریں مار رہا ہو — اور انھیں سہل الوزن اشعار میں سے قصیدۂ طرفہ کے یہ شعر ہیں۔

(۱) آج رات کو مجھ بیمار محبت کا کون تیماردار ہے یا کون میرا ہمدرد و خیرخواہ ہے (اب تو) رنج و تکلیف کے ساتھ شب بسر کرتا ہوں اور دل میرا (تیر غم فراق سے) زخمی ہو رہا ہے (۲) محبوبہ جدا ہوگئی پس اُس بندہ کا دل سرگرداں و پریشان ہے جسکو اُسکی محبوبہ کی اُس محبت و سوزش قلب نے جو اُسے رات گھڑی کیلئے بھی چین لینے نہیں دیتی بالکل لاغر کرکے گھلا دیا ہے۔

فی سلف ارعن منفجر　　یقدم اولی ظعن کالطلوح
عالین رقما فاخرا لونه　　من عبقری کنجیع الذبیح

ومثلہ ابیات المنخل بن عبید الیشکری

ولقد دخلت علی الفتا　　ة الخدر فی الیوم المطیر
الکاعب الحسناء تر　　فل فی الدمقس وفی الحریر
فدفعتها فتدافعت　　مشی القطاة الی الغدیر
وعطفتها فتعطفت　　کتعطف الغصن النضیر

اللغۃ ۔ شقہ ای انخلہ والسلف البعیر السالف ای المتقدم والسریع من الخیل والطلوح شجر عظام لیشبہ بہ الرکائب والعبقری منسوب الی عبقر قریۃ ثیابھا فی نہایۃ الجیدۃ والعبقری ایضا الکامل من کل شئی الخدر الھودج ویستعار للستر الذی ینصب للجاریۃ والدمقس الحریر الابیض قولہ فدفعتھا فتدافعت ای حملتھا للمشی فمشت معی ۔ **المعنی** (۳) وہ کیلئے درخت کیطرح دکھائی دینے والے ایک اونچے اور لمبے اونٹ پر سوار ہو کر مجھ سے جدا ہوئی جو پانی کے مثل سبک رفتار تھا اور وہ ہودج نشین عورتوں کو لیے آگے بڑھ رہا تھا یعنی وہ اونٹ مع ہودج و پردے وغیرہ کے دور سے بڑے بنے والے درخت کے مثل دکھلائی دیتا تھا (۴) اُن عورتوں نے ہودج پر سرخ رنگ کے قیمتی اور منقش پردے ڈال رکھے تھے جو مقام عبقر کے نہایت خوشنما اور حسین بنے ہوئے اور ذبیحہ کے تازہ خون کے مثل سُرخ تھے ۔ اور ایسے ہی منخل ابن عبید یشکری کے یہ اشعار ہیں (۱) اور البتہ میں بارش کے روز ایک نوجوان عورت (متجردہ) کے پاس اسکے پردے میں داخل ہوا (۲) وہ دوشیزہ اور حسینہ تھی جو حریر و دیباج کے لباس میں محو خرام ناز تھی (۳) پس میں نے اُس کو (اپنے ساتھ) چلنے کا اشارہ کیا تو وہ میرے ساتھ (شوق و رغبت سے) اس طرح چلی جیسے چکور یا لوا چشمہ کی طرف تیزی سے جاتا ہے ۔ (۴) اور میں نے اُس کو اپنی طرف مائل کیا پس وہ شاخ تازہ و نرم کی طرح میری طرف مڑ گئی ۔

ولثمتها فتنفست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ كتنفس الظبي الغرير

ولقد شربت من المدا ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مة بالكبير وبالصغير

فاذا سكرت فانني ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ رب الخورنق والسدير

واذا صحوت فانني ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ رب الشويهة والبعير

ومثل ابيات كعب[له] بن الاشرف اليهودي

رب خال لي لو ابصرته ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ سبط المشية[مله] اباء انف

لين الجانب في اقربه ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ وعلى الاعداء سم كالزعف

اللغة۔ الغرير والظبي صغيرا او الشاب الذي لا تجربة له وفي الاغاني البهير مكان الغرير وهو من اصابه البهر اي التنفس الشديد والمراد بالكبير المال الثمين وبالصغير المال الرخيص وقيل القدح الكبير والصغير والخورنق قصر للنعمان الاكبر والسدير كان نهرا بناحية الحيرة الصحو ضد السكر الشويهة تصغير الشاة سبط المشية اي جميل صفات الشيب الزعف من السم المهلك القاتل۔ **المعنی** (۵) اور میں نے اُسکے رخسار کا بوسہ لیا تو اُس نے (خوفِ رقیب کے باعث) خوف زدہ ہرن کے بچہ کی طرح اک سانس بھری (۶) اور البتہ میں نے ہر معمولی اور قیمتی مال کو بیچ کر شراب نوشی کی (۷) پس جب میں نشہ میں چور ہوتا ہوں تو اُسوقت (گویا) میں قصر خورنق اور نہر سدیر کا مالک ہوتا ہوں (۸) اور جب مجھے افاقہ ہوتا ہے اور نشہ اُتر جاتا ہے تو پھر وہی بکریوں اور اونٹوں والا آدمی رہ جاتا ہوں ۔ اور اسی کے مثل کعب ابن اشرف یہودی کے یہ اشعار ہیں (جو وزن کے لحاظ سے نہایت سہل ہیں کہتا ہے کہ) (۱) بہت سے ماموں ہمارے ایسے ہیں کہ اگر تم اُن کو دیکھو تو اُنہیں موقر و خوش صفات بزرگ اور باحمیت و متانف شخص پاؤگے (۲) وہ اپنے اقربا (اور دوستوں) کے حق میں تو نہایت نرم پہلو اور مہربان ہیں مگر دشمنوں کیلئے وہ سمِ قاتل ہیں **تنبیہ** کعب کے شعر میں سبط المشیہ کی تفسیر شارح نے حسن السیرت سے کی ہے حالانکہ مشیہ بمعنی رفتار بالتشدید کتب لغت میں مذکور نہیں اور نہ یہ لفظ اس مقام پر مناسب ہے۔

[له] کعب ابن اشرف ایک بڑا فصیح یہودی شاعر تھا۔ سرورکائنات علیہ السلام کے صحابہ کی برابر ہجو کیا کرتا تھا جب اسکے راہ راست پر آنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تو حضرت نے جماعت اصحاب کو اسکے پاس روانہ کیا اور انھوں نے اسکو اسکے گھر میں قتل کر ڈالا۔ آغانی میں اسکے اشعار علاوہ پہلے دونوں شعروں کے اس طرح مذکور ہیں ۔

ولنا بئر رواء جمة ✝ من يردها بإناء يغترف ✝ تدلج الجون على اكنافها ✝ بدلاء ذات امراس صدف ✝ كل حاجاتي بها قد قضيتها ✝ غير حاجاتي من بطن الجرف

[مله] المشیہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ مقام نقشہ کی تصویر کشی ہے ۔ جیسا کہ قال حسان ✝ رب خال لی لو ابصرته ✝ سبط المشیة فی الیوم الخصر ✝ سبط المشیہ کے ارادہ کا بھی احتمال ہے ۔ مشیہ کے معنی ہیں

ولنا بئر رواء جمة ۔۔۔ تخرج الثمل كامثال الاكف
وضرير من محال خلته ۔۔۔ اخر الليل اهازيج تدف

ومن نعوت الوزن الترصيع

وهو ان يتوخى فيه تصيير مقاطع الاجزاء فى البيت على سجع او شبيه به او من جنس واحد فى التصريف كما يوجد ذلك فى اشعار كثير من القدماء المجيدين من الفحول وغيرهم وفى اشعار المحدثين المحسنين منهم

اللغة الثمل جمع ثملة الماء القليل يبقى فى اسفل الحوض الاكف جمع الكف بمعنى اليد الضرير الصوت الشديد للقلم او غيره المحال بالفتح جمع محالة وهى المبكرة العظيمة والاهازيج جمع اهزوجة من الهزج وهو صوت له ترنم۔ المعنى (۳) اور ہم ایک ایسے کنویں کے مالک ہیں جس کا پانی کثرت سے لوگوں کو سیراب کرنے والا ہے اور جو چُلو بھر باقی رہ جانے والے پانی کو بھی نکال کر پیش کر دیتا ہے۔ (۴) اور ہمارے یہاں آخر شب میں گراری کی ایسی زوردار آواز سُنائی دیتی ہے جب اگر سُنو تو دف کے ساتھ عرب کا گانا بجانا خیال کرو اور محاسن وزن میں سے ایک ترصیع ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اجزاء شعر کے مقاطع (آخر حرف) کی بناء سجع یا مشابہ بسجع پر قرار دی جائے یا اُن میں صرفی وزن کے اعتبار سے ایک ہی جنس سے ہونے کا لحاظ کیا جائے (سجع سے دونوں کلموں کے آخر حرف کا ایک ہونا مراد ہے اور شبیہ بسجع سے آخر کے حروف کا متقارب المخرج ہونا اور تصریف میں ایک جنس سے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایک مثلاً اسم فاعل کے وزن پر ہے تو دوسرا بھی بعینہٖ اسی وزن پر ہو) جیسا کہ یہ (ترصیع) اکثر اچھا کہنے والے اگلے شعراء کے اشعار میں پائی جاتی ہے خواہ وہ فحول شعراء میں شمار کیے جاتے ہوں یا غیر فحول میں اور (اسی طرح) اکثر عمدہ کہنے والے جدید شعراء کے اشعار میں بھی ترصیع (بکثرت موجود ہے) تنبیہ ارباب لغت نے لفظ محال کو بکرہ عظیمہ کے معنی میں بفتح المیم لکھا ہے بکسر المیم لفظ یہ نظر سے نہیں گزری

فمما جاء فی اشعار القدماء قول امرئ القیس الکندی

مخش مجش مقبل مدبر معا ۔۔۔ کتیس ظباء الحلب العدوان

فاتی باللفظتین الاولیین مسجوعتین فی تصریف واحد وبالتالیتین لهما شبیهتین بهما فی التصریف وربما کان السجع لیس فی لفظة ولکن فی لفظتین بالحرف نفسه

اعجاز القرآن میں الحلب فی العدوان نقل کیا ہے ۱۲ منہ

اللغة: المخش بالکسر الفرس الجسور والمجش من الجش وهو الدق وقیل معناه الغلیظ الصوت والتیس الذکر من الظباء والحلب بقلة تاکلها الوحش تضمر علیها بطونها وقیل هو شجر یکون فی الرمل وقال القتیبی الحلب نبت تعتاده الظباء یخرج منه شبیه باللبن اذا قطع وانما سمی الحلب لتحلب العدوان المسرع۔ المعنی۔ پس متقدمین کے اشعار میں جو ترصیعین مذکور ہوئی ہیں اُن میں سے امرء القیس کا یہ ایک مرصع کلام ہے (جس میں وہ گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے) وہ گھوڑا نہایت چست و چالاک ہے زمین پر ٹاپیں مارتا ہوا یا سخت آواز لگاتا ہوا اس پھرتی اور تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے کہ اُس کا آگے بڑھنا اور پیچھے پلٹنا (دیکھنے والوں کو بظاہر) آنِ واحد میں نظر آتا ہے (یعنے سرعتِ رفتار کی وجہ سے اقبال وادبار کی دونوں حالتوں میں بظاہر تمیز نہیں ہوتی) اور وہ دوڑ میں اُس نر ہرن سے مشابہ ہے جو چارۂ حلب چر کر چھریرا ہو گیا ہو اور وہ بہت زیادہ دوڑنے والا ہو پس امرء القیس نے پہلی دونوں لفظوں (مخش مجش) کو ایک ہی وزن صرفی پر سجع کے ساتھ استعمال کیا اسلیے کہ دونوں کے آخر میں حرف ش کا التزام کیا) اور اُن کے بعد کی دونوں لفظوں (مقبل مدبر کو مشابہ بسجع قرار دیا اسلیے کہ دونوں کلموں کے آخر کے حرف بدلے ہوئے ہیں ایک میں ل ہے دوسرے میں ش مگر یہ دونوں حرف قریب المخرج ہیں اس بنا پر اُنکو مشابہ بسجع کہا گیا اور وزن صرفی کے لحاظ سے بھی دونوں ہم وزن ہیں) اور اکثر ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ترصیع (صرف) ایک لفظ میں نہیں بلکہ دو لفظوں میں نفس حرف کے اعتبار سے واقع کی جاتی ہے۔

كقوله ألص الضروس حنى الضلوع تبوع طلوب نشيط أشر

وفى قصيدة اخرى سجع فى لفظتين لفظتين بالحرف نفسه مثل قوله

واوتاده ماذية وعماده ردينية فيها اسنة قعضب

وقال زهير بن ابى سلمى

كبداء مقبلة وركاء مدبرة قوداء فيها اذا استعرضتها خضع

فاتى بفعلاء مفعلة تجنيسا للحروف بالاوزان۔

اللغة الماذية الدروع البيض قعضب رجل كان فى الجاهلية يصنع الرماح والمستكن فى قوله اوتاده وعماده الى الخباء المتقدم ذكره فى البيت السابق وهو قوله ؎

وقلنا لفتيان كرام الا انزلوا فعالوا علينا فضل ثوب مطنب

الكبداء العظيمة الوسط البطيئة السير والوركاء عظيمة الورك اى الفخذ والقوداء طويلة العنق وقوله اذا استعرضتها اى اذا طلبتها ان تعرض عليك اومعناه اذا نظرت اليها بغير قصد فاعترضتها علقتها المعنى۔ جیسے امرالقیس کے اس کلام میں ہے جسمیں وہ (کتے کی توصیف کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ اسکے دانت برابر سے ایک دوسرے سے متصل ہیں اور اسکی پسلیاں منحنی اور جھکی ہوئی یا بلند اور پھولی ہوئی ہیں اور وہ اپنے شکار کا بہت زیادہ پیچھا کرنے والا اور بہت زیادہ اسکا طلب کرنے والا اور سرور کے عالم میں نہایت جھوم کر تیزی سے دوڑنیوالا ہے (اس شعر میں دو لفظوں یعنی ضروس و ضلوع میں فقط صرف بشابہت حروف ترصیع ہے اختلاف قافیہ کی وجہ سے دونوں میں سجع تام نہیں ہے) اور اسی شاعر نے اپنے دوسرے (بائیہ) قصیدہ میں صرف حرف کے اعتبار سے دو دو لفظوں میں سجع کا لحاظ کیا ہے جیسے کہ اس شعر میں (خیمہ کی توصیف کرتے ہوئے) کہتا ہے اس خیمہ کی طنابوں کی میخیں باریک نرم تاروں کی زرہیں ہیں اور اسکے ستون ردینی نیزوں کے ہیں جنمیں قعضب کی بنائی ہوئی سنانیں نصب ہیں (عرب کا دستور تھا کہ جب وہ ایسے مقام پر پہونچ جاتے جہاں انکے امن کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا تو وہ ستون کی جگہ اپنے نیزوں کو نصب کر لیتے اور ان پر ایک کپڑا ڈال لیتے اور کپڑے کے نیچے کے کنارے کو اپنی زرہوں میں باندھکر اک خیمہ کی صورت بنا لیتے تھے اسی کا امرالقیس نے اس شعر میں ذکر کیا ہے اسمیں اوتاد و عماد اور ماذیہ اور ردینیہ میں ترصیع ہے) اور زہیر ابن ابی سلمی (ایک عورت کے وصف میں) کہتا ہے کہ وہ محبوبہ سامنے آنے کی حالت میں فربہ و گداز بدن کی ایک آہستہ خرام عورت ہے اور پشت پھیرنے اور جانے کے وقت بزرگ سرین والی معلوم ہوتی ہے اور وہ صراحی دار گردن والی ہے جب تم اس سے ملنا چاہو اور اپنے مطلب کی درخواست کرو یا اسکو اچانک دیکھ کر اسپر گرویدہ ہوجاؤ تو وہ بلا انکار تمھاری اطاعت کرگی پس زہیر نے وزن کے ساتھ تجنیس کا لحاظ کرتے ہوئے فعلاء اور مفعلۃ کے وزن کا التزام کیا ہے۔ تنبیہ۔ ترصیع کی بہت سی قسمیں ہیں مصنف نے مختلف مثالیں دیکر اختلاف اقسام کی طرف اشارہ کیا ہے امرالقیس کے شعر الص الضروس الخ میں مصنف کی عبارت پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو لفظوں یعنی ضروس و ضلوع میں ترصیع ثابت کرنا مقصود ہے لہذا شارح کا مصنف پر یہ ایراد کہ الص اور حنی میں وزن صرفی کے لحاظ سے مطابقت نہیں ہے لہذا یہ مثال مطابق نہیں ہے اسلیے وارد نہیں ہوسکتا کہ مصنف نے اس مثال کو لفظتین کی ترصیع کی مثال میں پیش کیا ہے البتہ اسکے بعد جو مثال دی ہے یعنی اوتاده ماذیۃ الخ

وقال اوس بن حجر

جشا حناجرها علما مشافرها ثتن[۱] اولادها فی دحض ایضاح

وقال طرفة

بطئ عن الجلی سریع الی الخنا ذلول باجماع الرجال ملهد

وقال عمرو بن احمر الباهلی

فمثلك اوی بالفواد وزار بالشعد اد واضحی فی الحیاۃ واسکرا

وقال النمر بن تولب

من صوب ساریة علت لغادیة تنهل حتی یکاد الصبح ینجاب

وقال

طویل الذراع قصیر الکراع یواشك فی السیسب الاغبر

اللغة - الجش جمع اجش وهو الغلیظ الصوت والاعلم هو الذی انشقت شفته العلیا والدحض من الامکنة الزلق والایضاح موضع والجلی الامر العظیم الخنا الفحش والاجماع جمع جمع و هو الکف مجموعة والملهد من التلهید وهو الدفع بجمع الکف والبیت فی محل مجرور لکونه معطوفاً علی قوله السابق ولا تجعلینی کامرء لیس همه وقوله اوی بالفواد ای امالہ الیه والعداد المد والقرن او المناهدة والصحو خلاف السکر والعل الشربة الثانیه والکراع مستدق الساق فی الرجل یواشك اسے یسارع - المعنی - اور اوس ابن حجر (بادل کے گرجنے کی تشبیہ ناقہ کی کرخت آواز سے دیتے ہوئے کہتا ہے بادل اسطرح گرج رہے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایسے اونٹ ہیں جنکے حلق سے نہایت سخت اور بھاری آواز بلند ہو اور اُنکے لب شگافتہ ہوں اور اُنکے بچے مقام ایضاح کی مرطوب چراگاہوں میں دوڑتے یا اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چیختے پھرتے ہوں (اس شعر میں حناجر اور مشافر میں ترصیع ہے) اور طرفہ (اپنی بھتیجی سے خطاب کرکے) کہتا ہے (تو مجھے اُس شخص کے مثل نہ قرار دے) جو بڑے بڑے امور (جنگ وغیرہ) کی طرف بے اعتنائی اور سستی ظاہر کرنیوالا اور بیہودہ باتوں کی طرف تیزی کے ساتھ اقدام کرنیوالا اور وہ نہایت ذلیل اور بے وقعت ہو جو مجمعوں میں لوگوں کے طمانچوں اور گھونسوں سے نکال باہر کردیا جاتا ہو (ایسے ذلیل اور بیہودہ آدمی اور مجھ جیسے عزت دار کی برابری کیسی اس شعر میں بطی اور سریع میں وزن صرفی کے لحاظ سے ترصیع ہے) اور عمرو بن احمر باہلی ایک شخص کی مدح میں کہتا ہے تجھ ایسے لوگ لوگوں کے دلوں کو (مکارم اخلاق سے) اپنی طرف مائل کرلیا کرتے ہیں اور ساز و سامان کے (ساتھ) دشمنوں کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں ہوشیاری اور شراب خواری دونوں کی بزم آرائیوں سے احباب کو لطف اندوز کرتے ہیں (اس شعر میں اوی ۔ اضحی اور فواد ۔ عداد میں ترصیع ہے) اور نمر ابن تولب کہتا ہے وہ ایسے شام کے برسنے والے ابر سے سیراب کیے گئے ہوں جسکے بعد ہی صبح کے ابر کی بارش ہو جو تمام شب برستا رہا ہو یہاں تک کہ سفیدہ صبح نمودار ہونے لگے (اس شعر میں ساریۃ اور غادیۃ میں ترصیع ہے) اور (گھوڑے کی تعریف میں) کہتا ہے وہ گھوڑا لمبے ہاتھ چھوٹے ٹخنوں والا ہے غبار آلود جنگلوں میں نہایت تیزی سے دوڑتا ہے (اسمیں دو دو لفظوں میں ترصیع ہے طویل و قصیر میں مشابہ مسجع ہونے کی وجہ سے اور ذراع و کراع میں اتحاد قافیہ کی بنا پر) تنبیہ - عمرو ابن احمر باہلی کے شعر میں عداد کے معنی عدد کثیر کے کتب لغت میں نہیں ملے البتہ مناہدہ کے معنی مذکور ہیں اسی معنی کو مناسب مقام سمجھ کر لفظ ساز و سامان سے ترجمہ کیا گیا - طرفہ کے شعر میں لفظ اجماع کا حل ص

[۱] اوس ابن حجر کے شعر میں کتاب میں ثتن کی لفظ نقل کی گئی ہے اور کتب لغت میں اس لفظ کے کوئی مناسب مقام معنی نظر نہیں گزرے کتاب اصمعیین میں تستن نقل کیا ہے جسکے معنی دوڑنے کے ہیں اس مقام پر یہ لفظ اس معنی کے ساتھ زیادہ مربوط معلوم ہوتی ہے شارح نے اسکو ثتن زمین سے قرار دیا ہے یہ بھی محتمل ہے مگر روایت اصمعیین بنا برآں اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ

وقال اللعين المنقری

مكيث اذا استرخى كميش اذا انتحى   على القرب الاقصى وشد له الازرا

وقال الاسود بن يعفر

هم الاسرة الدنيا وهم عدد الحصا[1]   واخواننا من امنا وابينا

وقال ابو زبيد الطائی

غير فاش شتما ولا مخلف طعما اذا كان بالسديف السبيك

وقال الافوه الازدی

سود غدائرها بلج محاجرها   كان اطرافها لما اختلى[2] الطنف

اللغة ـ المكيث الرزين والكميش الرجل السريع الخفيف والقرب بالتحريك سير الليل لورد الغد والاسرة الرهط الادنون والقبيلة والدنيا من الدنو وهو القرب والسديف كامير شحم السنام والسبيك المذاب والطنف قال فی اللسان الطنف بالضم السير وانشد البيت ثم قال ومثله الطنف بالفتح ايضا ونقل عن ابن سيده ان هذه رواية ابی عبيد وقيل الطنف الجلود الحمر التی تكون على الاسفاط وقيل شجر احمر يشبه العنم ـ المعنی اور لعين منقری نے کہا (ممدوح) جب عالم سکون و اطمینان مین ہوتا ہے تو آرام طلبی میں اوقات بسر کرتا اور جب کوئی مہم سر کرنے کا قصد کرتا ہے تو باوجود دوری مسافت کے نہایت تیزی اور آمادگی ظاہر کرکے اسکے انجام دینے پر کمر ہمت مضبوطی کے ساتھ باندھ لیتا ہے (اس شعر میں مکیث اور کمیش اور استرخی و انتحی و اقصی میں اونی ترصیع ہے) اور اسود ابن یعفر (اپنے قبیلہ کی کثرت اور جتھے کی زیادتی کا اظہار کرتے ہوے) کہتا ہے وہ لوگ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں اور کثرت میں سنگریزوں کی تعداد میں ہیں اور وہ لوگ ہمارے ماں باپ دونوں کی طرف سے ہمارے بھائی ہین اس شعر میں دنیا اور حصی میں ترصیع ہے) اور ابوزبید طائی نے ایک شخص کی مدح میں کہا وہ عفیف النفس ہے کسی کو سب وشتم (برا بھلا) نہیں کہتا اور کھانا کھلانے کو کبھی ترک نہیں کرتا جبکہ اونٹ کے کوہان کا (چربی دار اور چکنا) گوشت (دستر خوان پر ہو یعنی مرغوب غذاؤں کے کھلانے میں بھی وہ بخل نہیں کرتا ـ اس شعر میں طعما اور شتما میں ترصیع ہے) اور افوہ ازدی (ایک عورت کی تعریف میں کہتا ہے) اسکے گیسو سیاہ اور حلقۂ چشم وسیع ہیں اعضاء اسکے (حنائی اور نرم و نازک دست و پا دیکھنے میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سرخ نرم یا دم الاخوین (اس شعر میں سود اور بلج اور غدائر اور محاجر میں ترصیع ہے تنبیہ افوہ ازدی کے شعر میں شارح نے اختلی کی تفسیر انجلا اور ظہور کے ساتھ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلی کا فاعل اطراف کو قرار دیا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ اطراف جمع ہونے کی وجہ سے حکم تانیث میں ہے اور اختلی واحد مذکر کا صیغہ ہے اسلیے انجلا کے معنی مراد لینا اس مقام پر بعید معلوم ہوتا ہے ـ اجتلا کے معنی دیکھنے کے بھی آئے ہیں

[1] ترصیع کی بعض ایسی مثالون پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ان مین مطلق تعادل و توازن بین الکلمات کا اعتبار کیا ہے متاخرین نے علم بدیع مین جس ترصیع کو صنائع مین شمار کیا ہے وہ اس سے اخص ہے ان اشعار مین جو ترصیع کی تمثیلین لکھی ہے وہ مختار مصنف کے اعتبار سے ورنہ بعض اشعار مین بجز معمولی تناسب کے کوئی خاص حسن نہین اللهم الا ان یقال ان التعادل بین الکلمات مطلقا اولی من ترکہ لذا جعلہ من نعوت الوزن ۱۲ منہ

[2] اختلی ظاہرا اجتلی یا انجلی ہونا چاہیے ۱۲ منہ

وقال العجير بن عبد الله السلولي

حم الذرى مرسلة منه العرى — وزجلات الرعد في غير صعق

وقال سليك بن سلكة

اذا اسهلت خبّت[1] وان احزنت مشت — وتغشي بها بين البطون وتصدف

وقال الشماخ

رعين[2] الندى حتى اذا وقد الحصى — ولم يبق من نوء السماك بروق

وقال عبيد الراعي

ضعاف القوى ليسوا كمن يبتني العلى — جعاسيس قصار دون المكارم

وقال ايضا

سود[3] معاصمها جعد معاقصها — قد مسّها من عقيد القار تفصيل

اللغة الاحم الاسود واسهلت اى مشت في الارض السهلة واحزنت خلاف اسهلت والجعاسيس جمع جعسوس وهو القصير الدميم وعقص الشعر اى ضفره وفتله وفي النسخ عنين معاقمها بدل معاقصها وتشعيل مكان تفصيل۔ **المعنی** اور عجیر ابن عبد اللہ سلولی کہتا ہے۔ وہ کالی گھٹا سیاہ چوٹیوں والی جسکے تمام بند کھلے ہوئے بغیر سخت کڑک کے رسان رسان گرجنے کے ساتھ خارشی کے عالم میں لگاتار برسنے والی ہو (اسمیں ذری عری میں ترصیع ہے) اور سلیک ابن سلکہ نے کہا جب وہ ناقہ زمین ہموار پر چلتا ہے تو تیزی سے دوڑتا ہے اور جب زمین ناہموار ملتی تو دھیمی رفتار کے ساتھ چلتا اور اسکا سوار اُسے بطون وتصدف کے درمیان لاتا اور لیجاتا ہے (اس شعر میں اسہلت۔ احزنت اور خبّت ومشت میں ترصیع ہے) اور شماخ نے کہا وہ عورتیں ربیع کی تری اور شادابی سے فائدہ اٹھاتی رہیں یہانتک کہ جب سنگریزے تپنے لگے (گرمی پڑنے لگی) اور آسمان میں پانی برسانے والے تاروں کی چمک موقوف ہو گئی (یا برق کی چمک باقی نہ رہی۔ اس میں ندی اور حصی کے درمیان ترصیع ہے) اور عبید راعی نے (ایک قوم کی ہجو میں) کہا وہ لوگ نہایت کمزور قوتوں کے ہیں اُن لوگوں کے مثل نہیں ہیں جو معالی امور کی بنا ڈالتے ہیں اور وہ نہایت پست ہمت ہیں مکارم ومعالی تک پہونچنے سے ہمیشہ قاصر رہتے ہیں (اس شعر مین قوی اور علی میں ترصیع ہے) یہی شاعر (ایک عورت ابنۃ الاقیان کی مذمت کرتے ہوئے) کہتا ہے اسکی کلائیان نہایت سیاہ ہین اُسکے جوڑے (حبشنوں کی طرح) گھونگھر والے ہیں اُسکا سارا بدن ایسا کالا سیاہ ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ جما ہوا تارکول (پگھلا کر) اُس کے جسم پر اچھی طرح مل دیا گیا ہے (اس شعر مین سود جعد اور معاصم۔ معاقص میں ترصیع ہے)۔ **تنبیہ**۔ شماخ کے شعر کی تفسیر میں شارح نے لکھا ہے کہ شاعر اونٹوں کا ذکر کرتا ہے حالانکہ اسکے قبل کے شعر کی لفظوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حسین ع

[1] کتاب الصناعتین میں خبّت کی جگہ رخت اور تغشی کے مقام پر تمشی اور تقذف کے محل پر تقذف نقل کیا ہے ۱۲ منہ

[2] رعین کا مرجع نفس ہے جو اسکے قبل کے شعر میں مذکور ہے اور وہ شعر یہ ہے۔ الی نفر العین فیہن منظر + وملہی لمن یلہو بہن انیق ۱۲ منہ

[3] اسکے قبل کے شعر میں ہے طاف الخیال باصحابی فقلت لہم + ام شذرۃ نامنا۔ ام الغول لا مرحبا بابنۃ الاقیان اذ طرقت کان محجرها بالقار مکحول ۱۲ منہ

وقال بشامة بن عمرو بن الغدير

هوان الحياة وخزى الممات   وكلا اراه طعاما وبيلا

وقالت ليلى الاخيلية

وقد كان مرهوب السنان وبين اللسان ومجذام السرى غير فاتر

وقال ناهض بن توبة الكلابى

صئوب لصدى ظمائى القطا مر السرى   ركاؤها بن النعام الخرائش

واكثر الشعراء المصيبين من القدماء والمحدثين قد غزوا هذا المغزى ورموا هذا المرمى

اللغة۔ الوبيل من الطعام الوخيم الثقيل وكلا منصوب على شريطة التفسير والصخب شدة الصوت والشغب والصدى طائر معروف من البومات يصوت بالليل والركا البئر حفرة وخرش لعيالهم اخترش اذا طلب الرزق لهم۔ المعنى اور بشامہ ابن عمرو ابن غدیر کہتا ہے ذلت کی زندگی اور ذلت کی موت ان میں سے ہر ایک کو میں نہایت ناگوار اور ہضم نہ ہونے والی (مضر غذا تصور کرتا ہوں (شرافت کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں مرنا جلینا دونوں عزت کے ساتھ ہو۔ اس شعر میں حیوۃ اور مماۃ میں ترصیع ہے) اور لیلائے اخیلیہ کہتی ہے (مرنے والا توبہ ابن حمیر) بڑا دلیر تھا اسکے نیزے سے لوگ خوف کھاتے تھے اور بہت بڑا خطیب واضح البیان تھا اور نہایت ہمت وجفاکشی کے ساتھ راتوں کو (دور دور کی منزلیں) طے کرنے والا ایسا چست و تیز جسمیں سستی اور کاہلی کا نام نہ تھا (اس میں سنان ولسان میں ترصیع ہے) اور ناہض ابن توبہ کلابی کہتا ہے۔ وہ ازوقہ طلب کرنے والے شتر مرغوں کے درمیان ایسا سنسان ویران مقام ہے) جہاں کے اُلو برابر چیخا کرتے ہیں اور چکور یا لوا (نایابی آب کی وجہ سے ہمیشہ) پیاسا رہتا ہے اور شب روی وہاں کی نہایت سخت ہے اور اُس صحرا کا پانی کھدے ہوئے کنوؤں کی تہ میں مخفی رہتا ہے اور اُس میدان کی سطح پر کہیں پانی کا نام ونشان نہیں اسلیے وہاں کے جانور پیاسے رہتے ہیں) اور اکثر شعراء متقدمین ومتاخرین نے جو شعر گوئی میں اپنے مقاصد کے حدود میں رہتے ہیں اس مسلک کو اختیار کیا ہے (یعنے ترصیع میں مبالغہ کرنا چاہا)

لہ ابن رشیق نے اس شعر کو اغانی میں اسطرح نقل کیا ہے ۔ هوان الحيوة وضيم الممات وكل اراه طعاما وبيلا ۔ اور بعض نسخوں میں پہلا مصرع اس طرح مذکور ہے خزى الحيوة وحرب الصدور اور اس شعر کے بعد کا شعر یہ ہے ۔ فان لم يكن غير احديهما فسيروا الى الموت سيرا جميلا

وانما يحسن اذا اتفق له فى البيت موضع يليق به فانه ليس فى كل موضع
يحسن ولا على كل حال يصلح ولا هو ايضا اذا تواتر واتصل فى الابيات
كلها بمحمود فان ذلك اذا كان دل على تعمد وابان عن تكلف على ان
من الشعراء القدماء والمحدثين من قد نظم شعره كله ووالى بين
ابيات كثيرة منه منهم ابو صخر الهذلى فانه اتى من ذلك بما يكاد
لجودته ان يقال فيه انه غير متكلف وهو قوله۔

وتلك هيكلة خود مبتلة   صفراء رعبلة فى منصب سنم

اللغة۔ الهيكلة المرأة العظيمة السمينة والخود بالفتح الناعمة والمبتلة الجميلة
كانها تبتل حسنها على اعضائها اى قطع والرعبلة امرأة رعناء خرقاء۔ المعنى

حالانکہ یہ ترصیع اوسی وقت اچھی معلوم ہوتی ہے جب شعر میں مناسب مقام پہ اتفاقاً بغیر کسی خاص فکر و روئیہ کے (
آجائے پس ہر مقام پر اور ہر حالت میں مستحسن و ممدوح نہیں سمجھی جاتی اور یہ ترصیع اسوقت بھی قابل مدح
و تعریف نہیں ہوتی جبکہ کل کے کل اشعار میں پے در پے متصل واقع ہو اسلئے کہ جب ایسا ہوگا (یعنی ہر
ہر شعر میں ترصیع ہوگی) تو یہ تعمد اور قصد کرکے کہنے پر دال اور تکلف و آورد سے کاشف ہوگا۔ باوجود اسکے
یقیناً قدیم و جدید شعراء میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے کل شعر اسی اسلوب پر نظم کیے اور بہتیرے اشعار
میں پے در پے ترصیع کا لحاظ کیا ہے انھیں میں سے ایک ابو صخر ہذلی ہے کہ اُس نے ترصیع کو مدنظر رکھتے
ہوئے کچھ اس طرح اشعار نظم کیے۔۔۔۔ ہیں جنکی خوبی پر نظر کرتے ہوے یہ کہنا بے محل نہوگا کہ اُسکو ان اشعار کے
نظم کرنے میں کسی قسم کے تکلف کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ وہ نہایت بے ساختگی اور آمد کے ساتھ نظم ہو گئے اور وہ یہ اشعار
ہیں (۱) اور یہ جو محبوبہ گداز بدن کی نازک اندام نہایت حسین۔ کندنی رنگ بھولی بھالی محاسن کے اعلی
درجہ پر پہونچی ہوئی معزز خاندان والی ایک عورت ہے۔

عذب مقبلها جزل مخلخلها	كالدعص اسفلها مخضودة القدم[۵۱]
سود ذوائبها بيض ترائبها	محض ضرائبها صيغت على الكرم
عبل مقيدها حال مقلدها	بض مجردها لفاء فى عمم
سمح خلائقها درم مرافقها	يروى[۵۲] معانقها من بارد الشبم
كان معتقة فى الدن مغلقة	صهباء مصفقة من رائح ردم
شيبت بمرهبة[۵۳] من راس مرقبة	جرداء سلهبة فى حالق شمم
خالط طعم ثناياها وريقتها	اذا يكون توالى النجم كالنظم

اللغة - الدعص قطعة من الرمل مستديرة او الكثيب المجتمع وخضد العود رطبا او يابسا كسره ولم يبن، الترائب ما ولى الترقوتين من الصدر او ما بين الثديين الضريبة الطبيعة . وحليت المرأة فهى حال وحالية صارت ذات حلى والبض الرخص الجسد الرقيق الجلد الممتلى واللفاء الضخمة الفخذين ودرم المرفق او الكعب كفرح امتلى وواراه اللحم حتى لم يبن لحجم والردم كنف من الردم وهو السد وجرداء مفازة لانبات بها والسلهبة الطويلة وقوله خالط الخ خبر كان المعنى[۲] اسكے بوسہ گاہ شیریں ہیں اور ساق یا اُسکے پُرگوشت ہیں اُسکے سرین مثل تودۂ ریگ کے نرم وگداز اور اُس کے پاؤں لوچدار ہیں (۳) اُسکے گیسو سیاہ ہیں اور سینہ سفید گورا براق) اور اُسکی طبیعت بے لوث ہے شرافت وکرم اسکی خمیر میں داخل ہے (۴) پنڈلیاں اُسکی بھری بھری ہیں اُسکی گردن قلادہ سے آراستہ ہے اُسکا جسم نہایت لطیف نازک ہے اُسکا ہر ہر عضو چسپت ہے اور اُسکی خلقت میں کسی قسم کا نقصان نہیں (۵) وہ نہایت نرم خو اور نیک خصلت ہے اُسکی باہیں اور کہنیاں گداز اور پُرگوشت ہیں اُس سے معانقہ کرنیوالا اُس کے خوشگوار وخنک آب دہن سے سیراب کیا جاتا ہے (۶) اس کا آب دہن ایسا خوش ذائقہ وخوشبودار ہے) جیسے معلوم ہوتا ہے کہ مٹھور میں رکھی ہوئی وہ پُرانی گلابی رنگ صاف و شفاف شراب جو ہوا کے تھپیڑوں سے اونچے اور محفوظ مقام پہ ٹھنڈی ہوگئی ہو (۷) اور وہ شراب کسی پُرخطر طویل وعریض چٹیل میدان میں کسی اونچی کمینگاہ اور بلند پہاڑ کی چوٹی پر مدتوں محبوس رہی ہو (یا) پانی ملا کر وہاں رکھی گئی ہو (۸) ایسے صفات کی شراب میں گویا اُسکے دندان آبدندان کا ذائقہ آدھی رات کے بعد ملا دیا گیا ہو جبکہ تارے ایک کے بعد ایک مثل موتیوں کی لڑی کے نمودار ہوں (آخر شب کی تخصیص اسواسطے کی گئی ہے کہ عموماً اُس وقت سونے والے کے دہن سے بوئے بد آتی ہے لیکن اس وقت بھی اُس کا دہن خوشبودار ہوتا ہے) -

[۵۱] کتاب الصناعتین میں مخضودة القدم نقل کیا ہے ۱۲ منہ [۵۲] صناعتین میں اس مصرعہ کی اسطرح روایت کی ہے تروى معانقها من بارد شبم ۱۲ منہ [۵۳] اساس البلاغہ میں بمرهبة کے مقام پر بموهبة بالواو نقل کیا ہے اور اسکے معنی ماء السماء کے لکھے ہیں اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ وہ شراب آب باران سے مخلوط کی گئی ہو لفظ آسمانی … سے یہ لفظ اس معنی میں … اس مقام پر زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ

ومنهم ابو المثلم فانه قال

لو كان لله هر مال كان متلده ¹ ... لكان لله هر صخر مال فتيان

أبي الهضيمة ناء بالعظيمة متـ ... ـلاف الكريمة جلد غير ثنيان

حامي الحقيقة نسال الوديعة معتـ ... ـاق الوسيقة لا نكس ولا واني

رباء مرقبة مناع مغلبة ... وهاب سلهبة قطاع اقران

هباط اودية حمال الوية ... شهاد اندية سرحان فتيان ²

يعطيك مالا تكاد النفس ترسله ... من التلاد وهوب غير منان

اللغة - المتلد التارك التلاد وهو خلاف الطراف والثنيان الذى لعد السيد والفاسد من الراى البسال من البسل وهو الحلال والحرام ضد والمراد هٰهنا الثاني الوسيقة من الا بل كالوفقة من الناس فاذا سرقت طردت معًا النكس بالكسر الضعيف السلهبة من الخيل العظيمة الجسيمة السرحان السيد والاسد بلغة هذيل - **المعنى** اور اُن شعراء میں سے ایک ابو المثلم ہے جس نے (تر صیع کو مدنظر رکھتے ہوئے) کہا (۱) اگر زمانہ کے پاس کوئی ایسا مال ہوتا جسکو وہ ورثہ کیلئے چھوڑتا تو صخر ہی ایسا شخص ابنا ءِ زمانہ کا مال قرار پاتا یعنے زمانہ کے پاس سخاوت کے لیے صخر ایسا بہترین سرمایہ موجود ہے جسکے جود میں تمام سائلین برابر کے شریک دار ہیں (۲) ممدوح ذلت سے انکار کرنے والا اور اہم بالشان امورکا اُٹھا لینے والا بہترین مال کا راہِ سخاوت میں لٹادینے والا نہایت دلیر اور اپنی قوم میں اول درجہ کا سردار ہے (۳) وہ اپنی ہر قابل حفاظت چیز کا (مثل عزت و آبرو وغیرہ کے) حفاظت کرنے والا ہے امانت میں خیانت کو حرام سمجھنے والا اونٹوں کا بہت زیادہ عطا کرنیوالا اور نہایت چست و چالاک آدمی ہے جسمیں کمزوری اور سستی کا نام نہیں (۴) وہ کمینگاہ میں (دشمنوں کا بہت ہوشیاری کے ساتھ) نگرانی کرنے والا۔ دشمنوں کو غلبہ سے بہت زیادہ روکنے والا اور قد آور طویل گھوڑوں کا بہت زیادہ بخشنے والا اور (میدان جنگ میں) اپنے ہمسروں کے اعضاء بدن کو بہت زیادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا بہادر ہے۔ (۵) وہ بڑا کثیر السفر ہے وادیوں اور صحراؤں میں زیادہ اُترنے والا ہے لواء جنگ کا زیادہ اُٹھانے والا۔ مجلسوں میں زیادہ حاضر باش اور (معرکہ جنگ میں) بہادروں کا بہادر اُن پر نہایت ہوشیاری سے غالب آجانے والا شخص ہے (۶) وہ ایسا سخی ہے کہ تمھیں وہ ایسا عمدہ و نفیس اور موروثی مال دینے کے لیے تیار ہوجائے گا جس کے دینے کا کیا ذکر اُسکے عطا کرنے کے قریب جانا بھی نفس گوارا نہیں کرتا ہو اور وہ بہت عطا کرنے والا ہے اور عطا کے بعد احسان بھی نہیں جتاتا۔

¹ لاکی کتاب الصناعتین وغیرہ میں فتیان کی جگہ قنیان نقل کیا ہے ان اشعار کے اور الفاظ میں بھی اُدباء نے کثیر اختلاف کیا ہے ۱۲ منہ

² اس شعر کا یہ قافیہ معنا بیت سے کوئی خاص مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ جس طرح مقتضائے معلوم ہوتا ہے البتہ اور الفاظ لفظاً اور معنیً دونوں اعتبار سے مناسبت رکھتے ہیں ۱۲ منہ

³ اس شعر میں عجز اور بیت میں صدر کا ایک عیب ہے یعنی ... التارك التلاد + مصنف ۱۲ ملتزم سکان فی المطلبیہ نقصر الرقات ۱۲ منہ

ومثل ذلك للمحدثين ایضا کثیر وانما یذهبون فی هذا الباب الی المقاربة بین الکلام بما یشبه بعضه بعضا فانه لا کلام احسن من کلام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقد کان یتوخی فیه مثل ذلك فمنه ما روی عنه علیه السلام من انه عوذ الحسن والحسین علیهما السلام فقال اعیذهما من السامة والهامة وکل عین لامة وانما اراد ملمة فلاتباع الکلمة اخواتها فی الوزن قال لامة کذلك ما جاء عنه صلی الله علیه وآله انه قال خیر المال سکة مابورة ومهرة مامورة فقال مامورة من اجل مابورة والقیاس مؤمرة۔ وجاء فی الحدیث یرجعن مازورات غیر ماجورات واذا کان هذا مقصودا فی الکلام المنثور فاستعماله فی الشعر الموزون اقمن واحسن

اللغة ۔ السامة الموذیة للسم والهامة الموذیة للهوام واللامة الملمة والسکة السطر من الشجر والمابورة ای المصلحة والمهرة ولد الفرس اول ما ینتج منه والمامورة الکثیرة والقیاس مؤمرة من امر ای کثر والمازورات ای الموزورات من الوزر ۔ **المعنی** اور ترصیع کی مثال متاخرین کے کلام میں بھی بکثرت موجود ہے اور اس باب کے متعلق وہ کلام میں ایسی موزونیت پیدا کرنے کے در پے ہوتے ہیں کہ ہر فقرہ اسکا ایک دوسرے سے بالکل مربوط و چسپیدہ ہو جائے اور ہمیں تو کوئی شک نہیں کہ کوئی کلام بھی جناب رسالتمآب کے کلام سے بڑھکر نہیں ہو سکتا اور آپ اپنے کلام میں اس مناسبت (وزن) کا (برابر) لحاظ فرماتے تھے چنانچہ ایک جملہ آپ سے منقول ہے جسے آپ نے ایک موقع پر حسنین علیہما السلام کی حفاظت کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اعیذهما من السامة والهامة وکل عین لامة یعنی میں ان دونوں کو ہلاکت اور رنج و غم اور نظر بد کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں تو کلمہ لامہ سے ملمہ کا ارادہ کیا اور صرف ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے مطابق کرنے اور انکو ہموزن بنانے کے خیال سے آپ نے لامہ فرمایا اسیطرح ایک دوسرے موقع پر آپ سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا بہترین مال بار آوری کے قابل بنایا ہوا نخلستان اور گھوڑوں کی کثیر تعداد ہے تو حضرت نے مامورہ صرف مابورہ کی مراعات سے فرمایا حالانکہ (مقررہ) قاعدہ کی بنا پر موءمرہ ہونا چاہیے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ وہ عورتیں گناہوں کا بار لے کر پلٹیں گی اور ماجور و ثواب نہ ہونگی پس ماجورات کی مناسبت سے حضرت نے مازورات فرمایا ورنہ قیاساً موزورات ہونا چاہیے تو جب نثر میں ترصیع اور مراعات وزن کا لحاظ کیا جاتا ہے تو شعر موزون میں تو بدرجۂ اولی اس کا استعمال مناسب و موزوں ہوگا۔

۳۵ صناعتین اور قاموس میں اسی طرح نقل کیا ہے اور جس طرح کتاب میں مازورات کو ماجورات کے قبل نقل کیا ہے ان دونوں میں بھی اسیطرح روایت کی ہے

نعت القوافی

ان تکون عذبة الحرف سلسة المخرج وان تقصد لتصییر مقطع المصراع الاول فی البیت الاول من القصیدة مثل قافیتها فان الفحول والمجیدین من الشعراء القدماء والمحدثین یتوخون ذلك ولا یكادون یعدلون عنه وربما صرعوا ابیاتا اخر من القصیدة بعد البیت الاول وذلك یكون من اقتدار الشاعر وسعة بحره واكثر من كان یستعمل ذلك امرؤ القیس لمحله من الشعر فمنه قوله

قفا نبك من ذكری حبیب ومنزل ۔۔۔ بسقط اللوی بین الدخول فحومل

ثم اتی بعد هذا البیت بابیات فقال

افاطم مهلا بعض هذا التدلل ۔۔۔ وان كنت قد ازمعت صرمی فاجملی

اللغة ۔ السقط منقطع الرمل حیث یدق من طرفه واللوی رمل یلتوی ویعوج والدخول وحومل موضعان ۔ التدلل ان یثق الانسان بحب غیره ایاه فیؤذیه علی حسب ثقته به والاسم الدلة والدال والدلال وازمعت کا جمعت بمعنی العزم وتوطین النفس علی امر والصرم القطیعة **المعنی**

قافیہ کی صفت اور خوبی یہ ہے کہ اُس کے حروف مانوس ہوں اور اپنے مخارج سے نہایت سہولت کے ساتھ خارج ہونے ہوں اور اس کا لحاظ کیا جائے کہ قصیدہ کے پہلے مصرعہ کا آخری رکن قصیدہ کے قافیہ کے مثل ہو جائے (یعنی) دونوں مصرعوں کا آخر ہم قافیہ ہو پس البتہ متقدمین ومتاخرین کے فحول اور ممتاز شعراء نے اپنے کلام میں اس کا لحاظ رکھا ہے اور اُنھوں نے اس سے (کسی وقت) عدول نہیں کیا اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اُنھوں نے پہلے شعر کے بعد قصیدہ کے اور دیگر اشعار میں بھی تصریع کا لحاظ کیا (اور کئی کئی مطلعے کہے) اور یہ بات شاعر کے کمال اقتدار اور وسعتِ ظرف سے حاصل ہوتی ہے اور سب سے زیادہ جو اس کا استعمال کرتا تھا وہ امرء القیس تھا اسلیے کہ وہ شاعری کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھا پس اسی مصرع کلام میں سے اسکا یہ قول ہے کہتا ہے کہ (اے ہمارے دونوں ساتھیو (ذرا) ٹھہر جاؤ تا کہ ہم حبیب اور اس کی اس منزل کو یاد کر کے رو لیں جو مقام دخول اور حومل کے درمیانی ریگستان کے کنارہ پر واقع ہے) پھر اس شعر کے بعد چند شعر کہے پھر یہ کہا ۔ اے فاطمہ (استغنا و نازبانیں) انہیں کچھ تو چھوڑ دے اور اگر جدائی ہی کا قصد کر لیا ہی تو خوبصورتی کے ساتھ علٰحدہ ہو جا ۔

ثم اتی بابیات بعد ھذا البیت فقال

الا ایھا اللیل الطویل الا انجلی　　بصبح وما الاصباح فیک بامثل

وقال فی قصیدۃ اخری اولھا

الا انعم صباحا ایھا الطلل البالی　　وھل ینعمن من کان فی العصر الخالی

وقال بعد بیتین

دیار لسلمی عافیات بذی الخال　　الح علیھا کل اسحم ھطال

ثم قال بعد ابیات اخر

الا اننی بال علی جمل بال　　یقود بنا بال ویتبعنا بال

اللغۃ - الانجلاء الانکشاف الامثل الافضل - والطلل ما شخص من اثار الدار ودی عم مکان انعم وھی کلمۃ کان تیکلم بھا الجاھلیۃ فی الغد او تصریف فعلہ علی ضربین وعم یعم وعما مثل وزن یزن وزنا وقد قیل وعم یعم مثل ورم یرم - ذو الخال موضع الح السحاب دام مطرہ الاسحم الاسود - البالی المھزول وفیہ من التجنیس ما لا یخفی المعنی پھر اس شعر کے بعد اور چند شعر کہے اور ان کے بعد پھر ایک شعر مطلع کی شان کا کہا - (ہاں اے شب دراز صبح کی روشنی سے درخشاں ہو جا حالانکہ تیرے مقابلہ میں صبح کو کوئی فضیلت نہیں (بلکہ رات و دن دونوں مجھ ہجراں نصیب کے لیے مساوی ہیں) اور دوسرے قصیدہ میں (اسی تصریع کا لحاظ کرتے ہوئے کہتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے (اے دیار محبوب کے شکستہ حال و کہنہ کھنڈر تم ہر صبح کو (ہمیشہ) ہر نعمت سے بہرہ اندوز رہو (یعنی ہمیشہ خوش حال رہو اور جس پر زمانہ دراز گزر چکا ہو اُسے خوشحالی کیا خاک نصیب ہوگی اور دو شعر کے بعد کہتا ہے (مقام ذوالخال میں سلمیٰ کی اب وہ منزلیں نیست و نابود ہیں جن پر کالی گھٹائیں جھوم جھوم کر مدتوں برسا کیں) پھر چند دیگر اشعار کے بعد کہتا ہے تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حادثات کے صدموں سے میں اور میرا اونٹ جس پر میں سوار ہوں اسیطرح ہمارا سار بان اونٹوں کا ہنکانے والا غرضکہ سب شکستہ حال اور لاغر و ناتواں ہیں

وقال فی قصیدۃ اخری اولھا

غنشیت دیار الحی بالبکرات فعارمة فبرقة العیرات

ثم قال بعد بیتین

اعنی علی الھیّام والذکرات یبتن علی التذکار معتکرات

وقال فی قصیدۃ اخری اولھا

عیناک دمعھما سجال کان شانیھما وشال

اللغة - غشیت ای اتیت والبکرات امارات بطریق مکة والعارمة موضع معروف والبرقاء والبرقة بقعة فیھا حجارة سود یخالطھا رملة بیضاء والقطعة منھا برقة والعیر جمع عیر الحمر کانھا موضع الحمیر - الھیّام بالضم کالجنون من العشق وفی الدیوان علی التھام مکان الھیام و ھو تفعال من الھم والتذکار تفعال من الذکر وفی الدیوان علی ذی الھم مکان التذکار وقولہ معتکرات ای منصرفات راجعات شبہ ھمومہ فی کثرتھا واژدحامھا علیہ بعسکر اعتکر بعضہ علی بعض السجال جمع سجل وھو الدلو العظیمة مملوءة والوشال فعال من وشل یشل ای سال وقطر المعنی اور دوسرے قصیدہ میں کہتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے - میں قبیلۂ محبوب کی منزلوں میں جو بکرات اور عارمہ اور عیرات کی پتھریلی زمین میں واقع ہیں اُترا پھر دو شعروں کے بعد کہتا ہے (اے میرے ہمنشین بیخودیٔ عشق اور محبوب کی یاد و خیال اور اس کے اُس تصور میں جسکے بدولت ہمارے دل پر ساری رات رنج وغم کا ہجوم رہتا ہے ہماری اعانت اور غمخواری کر) پھر دوسرے قصیدہ میں کہتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے (تیری دونوں آنکھوں کے آنسو گویا پانی سے بھرے ہوئے بڑے بڑے ڈول ہیں اور ان آنکھوں کے دونوں کوئے موسلادھار بارش کی شان رکھتے ہیں) - تنبیہ سجال کی تفسیر شارح نے الدلو الممتلئ سے کی ہے دلو کو اہل لغت نے مؤنث لکھا ہے لہذا اوسکی صفت بھی مؤنث ہونی چاہیے -

وقال بعد ابیات

قلوب خزان ذی اورال — قوتا کما ترزق العیال

وقد سلك هذا السبیل غیر امرئ القیس شعراء کثیرون فمنهم اوس قال فی قصیدة اولها

ودّع لمیس وداع الصارم اللاحی — قد نشمت فی فساد بعد اصلاح

ثم قال

انی ارقت ولم تارق معی صاح[1] — لمستکین بعید النوم لواح

اللغة۔ الخزان جمع خزن وھو الذکر من الارانب والاورال جمع ورل بحرکة دابة کالضب طویل الذنب صغیر الراس او العظیم من اشکال الوزغ وذو اورال موضع ذکرہ فی قصیدة اخری حیث قال ؎ تخطف خزان الشربة بالضحیٰ وقد حجرت منھا ثعالب اورال ورائیت فی دیوانہ ان بعض من علق علیہ فسر قولہ ذی اورال بصاحبھا۔ وقولہ قلوب منصوب علی انہ مفعول لقولہ تطعم فی البیت المتقدم ذکرہ وھو ھکذا ؎ تطعم فرخا لھا صغیرا + اذری بہ الجوع والاحتال ۔ قولہ نشمت فی فساد ای اخذت اللاحی الشاتم یقال لحاك اللہ ای قبحك ولعنك الارق محرکة السھر باللیل صاح مرخم صاحب فی محل النداء والمستکین الخاضع العاجز واللواح العطشان والمتغیر اللون والثانی اولی بالمقام المعنی پھر چند شعروں کے بعد ایسا ہی مصرع شعر کہتا ہے جسمیں گھوڑے کی توصیف کرتا ہے اور اسکی تشبیہ تیزی میں اس مادہ عقاب سے دیتا ہے) جو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو غذا میں مقام ذی اورال کے خرگوش کے دل کھلاتی ہو جیسے اہل عیال کو ازوقہ دیا جاتا ہے) اور اس طریقۂ (تصریع) کو اور بہتیرے شعرانے بھی اختیار کیا ہے انہیں سے ایک اوس ہے جو اپنے قصیدہ میں جس کا پہلا شعر یہ ہے کہتا ہے (اے اوس اپنی محبوبہ لمیس کو اسطرح رخصت کردے جسطرح کوئی نالاں اور بیزار ہوجانے والا شخص رخصت ہوجاتا ہے اسلیے کہ اس نے اصلاح کے بعد اب فساد کرنا شروع کیا ہے (یعنی بنی بنائی محبت کو غیروں سے مل کر بگاڑنا چاہتی ہے) پھر کہتا ہے (میں پریشانی کے ساتھ رات بھر جاگا کیا اور اے میرے رفیق اس بیداری میں تم نے میرا ساتھ نہیں دیا اور مجھ ایسے مجبور اور عاجز و جگر سوختہ پریشاں حال نیند کے ترسے ہوئے کی ہمدردی کے لیے آمادہ نہ ہوا)۔ **تنبیہ** لواح کے معنی اگرچہ عطشان (پیاسے) کے بھی آئے ہیں

[1] اغانی میں یہ شعر کو سطرح دیکھا ہے۔ انی ارقت ولم یارق معی صاح + لمستکف بعید النوم لواح اور حل الفاظ کے متعلق لکھا ہے قولہ مستکف یعنی مستکف یرید لواح من قولھم لوحہ یلوح اذا الھبہ۔ ۱۲

ومنهم مرقش قال فی قصیدة اولها

امن رسم دار[1] ماء عینیک یسفح غدا من مقام اهله وتروحوا

ثم قال

امن بنت[2] عجلان الخیال المطرح الم ورحلی ساقط متزحزح

وقال حسان بن ثابت قصیدة اولها

الم تسأل الربع الجدید التکلما بمدفع اشداخ فبرقة اکلما

وقال فی البیت التالی لهذا

ابی رسم دار الحی ان یتکلما اینطق بالمعروف من کان ابکما

اللغت ۔ سفح الدم سفحا وسفحانا انصب ۔ عجلان اسم رجل المطرح علی صیغة اسم الفاعل الرامی البعد المتزحزح علی اسم المفعول المتباعد ۔ المدفع ارض لانبات بها و لاشداخ واد بعقیق المدینة واکلم موضع ۔ المعنی اور اُن ہی شعراء میں سے ایک مرقش ہے جس نے اپنے ایک قصیدہ میں جس کا پہلا شعر یہ ہے کہا کیا منزل محبوب کے نشان مٹ جانے سے تیرے آنسو جاری ہیں جس کے رہنے والوں نے اپنی جائے قیام کو چھوڑا اور کوئی صبح اور کوئی شام کو کوچ کر گیا) پھر اسکے بعد کہتا ہے (کیا دختر عجلان کا عالم فراق میں آنے والا تفرقہ انداز خیال ایسے وقت میں وارد ہوا جبکہ میرا پالان شتر دیار محبوب سے دور پڑا ہوا ہے یعنی باوجود اس دوری کے میرا ذہن خیال محبوب سے خالی نہیں) اور حسان ابن ثابت نے ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے (اے حسان کیا تم نے اس جدید منزل سے کچھ کلام کرنے کی درخواست نہیں کی جو میدان اشداخ اور اکلم کی پتھریلی زمین پر واقع ہے) اور اس شعر کے بعد ہی کہتا ہے (قبیلہ محبوب کی منزل کے نشان نے کلام کرنے سے انکار کیا اور کیا کوئی بے زبان سمجھ میں آنے والی بات کے ساتھ گویا ہو سکتا ہے ۔

[1] جمهرة بن دمع عینیک نقل کیا ہے اور ایک تیسرا شعر وارد کیا ہے سه ترتجی بها خنس النعاج سخالها + جآذرها بالجو ورد ومصبح ۱۲ منہ

[2] جمهرہ بن بنت کی جگہ بیت اور مطلع کے مقام پر مطرح نقل کیا ہے اور اس کے بعد کے شعر کی اس طرح روایت کی ہے فلما انتبهت فی الفلاة ... والفلاة توضح ۱۲ منہ

وقال الشماخ قصيدة اولها

الا ناديا اظعان ليلى تعرج ۔۔۔ يهيجن شوقا ليته لم يهيج

ثم قال بعد ابيات

الا ادلجت ليلاك من غير مدلج ۔۔۔ هوى نفسها اذ ادلجت لم تعرج

وقال عبيد بن الابرص قصيدة اولها

اقفر من اهله ملحوب ۔۔۔ فالقطبيات فالذنوب

اللغة۔ قوله تعرج امر من تعرج يتعرج اى اقام وحبس المطية على المنزل والاظعان جمع ظعينة وهى المرأة مادامت فى الهودج الادلاج السير من اول الليل۔ ملحوب موضع والقطبية كعرنية ماء والذنوب موضع۔ **المعنى**۔ اور شماخ نے ایک قصیدہ کہا جسکا پہلا شعر یہ ہے اے لیلے کی ہم سفر عورتوں کے قافلہ میں صدائے الرحیل بلند کرنے والے ذرا ٹھہرو اور سواریوں کو روک لو کہ انھوں نے میرے شوق کو ابھار دیا کاش وہ نہ ابھارا جاتا (اور جس کا نہ ابھرنا اور دبا رہنا ہی بہتر تھا) پھر چند شعروں کے بعد کہا آگاہ ہو تیری لیلے رات کے وقت تجھ سے رخصت ہو گئی بغیر اسکے کہ اسکی محبت تیرے دل سے رخصت ہو اور جب وہ رخصت ہوئی تو کہیں نہیں ٹھہری اور سیدھی منزل مقصود تک پہونچی) اور عبید ابن ابرص نے ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے مقام ملحوب اور قطبیات اور ذنوب سب کے سب اپنے رہنے والوں سے خالی اور ویران ہو گئے)

تنبیہ شماخ کے پہلے شعر میں غالباً ناسخ کی غلطی سے بعرج کی لفظ لکھ گئی ہے ظاہر بلکہ صحیح یہ ہے کہ تعرج باب تفعل سے امر کا صیغہ قرار دیا جائے جس کے معنے ٹھہرنے کے ہیں اور اسی معنی کا شماخ نے اپنے دوسرے شعر میں اذ ادلجت لم تعرج کہہ کر ارادہ کیا ہے لہذا شارح کا بعرج کی تفسیر میں ب کو جار اور عرج کو مقام کا نام قرار دے کر مجرور ظاہر کرنا خالی از تکلف وتعسف نہیں ہے۔ نیز عبید ابن الابرص کے اس شعر میں لفظ قطبیات ب کے ساتھ ہونا چاہیے کتاب میں نون کے ساتھ مندرج ہے ممکن ہے کہ ناسخ نے اس میں کچھ تصرف کیا ہو بعض دیگر کتابوں میں بھی ب کے ساتھ یہ لفظ نقل کی گئی ہے نیز فیروز آبادی کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے والقطبیہ کعرنیہ ماء ومنہ قول عبید القطبیات فالذنوب۔

ل بعرج کی لفظ بظاہر غلط معلوم ہوتی اکثر کتابوں میں تعرج منقول ہوا ہے اور دوسرا مصرع عربی جیسا کہ مقام پر منقول بھی مذکور ہے ۱۲ منہ

ے جیسا کہ اس میں اول کا شعر قرار دیا ہے قصیدہ

ے عیناک دمعهما سروب ۔ کان شانیهما شعیب ۱۲ منہ

قطبیات ب کے ساتھ ہونا چاہیے جیسا کہ تنبیہ میں مذکور ہوا ۱۲ منہ

ثم قال بعد ابیات

ارض توارثها شعوب   فکل من حلها محروب

ثم قال بعد ابیات

والمرءُ[لہ] ما عاش فی تکذیب   طول الحیاة له تعذیب

وقال الراعی قصیدۃ اولها

ابت آیات حبی ان تبینا   لنا خبرا فابکین الحزینا

اللغات۔ شعوب المنیۃ وقبیلۃ کالمحروب والحریب المسلوب المال الحب بالکسر المحبوب۔ **المعنی**
پھر عبید چند شعروں کے بعد کہتا ہے وہ ایسی زمین ہے جسکے رہنے والوں نے موت کو اپنے ورثہ میں لیا ہے (یعنی
وہ ایسا ویران مقام ہے جہاں پہونچنے والے کے واسطے نہ حیات ہی رہ سکتی ہے اور نہ سامان حیات) پس جو بھی
اس زمین پر وارد ہوا گرفتار ہلاکت و بلا ہوا) - پھر چند اشعار کے بعد کہا (انسان جبتک دنیاوی چیزوں
کو بے اعتبار و بے حقیقت سمجھکر زندگی بسر کرے گا عمر بھر گرفتار عذاب رہے گا) اور راعی کا ایک قصیدہ
بھی اسی شان کا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ہمارے محبوب کے نشان منزل نے اس بات سے انکار
کیا کہ ہم سے خبر حال محبوب بیان کریں تو ان نشانیوں نے خاموش رہ کر مجھ رنجیدہ اور دردرسیدہ کو رُلادیا
تنبیہ تصریع کی تعریف علماء فن نے اس طرح کی ہے التصریع ہو ما کانت عروض
البیت فیہ تابعۃ لضربہ تزید بزیادتہ وتنقص بنقصہ (یعنی عروض زیادتی وکمی میں تابع ضرب ہو) مثلاً
اگر ضرب مفاعلن کے وزن پر ہے تو عروض بھی بعینہٖ اسی کے وزن پر ہو اس تعریف کی بنا پر عبید
ابن ابرص کا یہ شعر والمرء ما عاش الخ اسی طرح امرء القیس کا سابق الذکر شعر قلوب خزان الخ
یہ دونوں اصطلاحاً مصرع کہے جا سکتے ہیں اور اسی بنا پر مصنف نے ان کو تصریع کی مثال میں
پیش کیا لہذا شارح کا مصنف پر یہ اعتراض کرنا کہ اس مثال میں تصریع نہیں ہے اسلیے کہ قافیہ
مرفوع ہے اور تکذیب مجرور ہے وارد نہ ہوگا اسلیے کہ دونوں وزناً بالکل مطابق ہیں البتہ اقواء کے
عیب سے بری نہ ہوگا اور تصریع کے عیوب بھی مثل عیوب قافیہ کے ہیں جیسے کہ ایک شاعرہ کے اس
شعر میں تصریع مع الاقواء ہے ۔ ما بال عینك منها الماء مهراق × سحا فلا غارب منها ولا راقی۔
مصنف نے ان مثالوں کو نعت وزن میں پیش کیا ہے اور وزن کے اعتبار سے ان شعروں کے عروض و
ضرب میں پوری مطابقت ہے اسلیے یہ مثالیں مدعائے مصنف کے مطابق رہیں گی۔

لہ عبید کے اس شعر کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ آدمی جبتک اپنا یا دوسرے کو ناقابل اعتبار سمجھ کر زندگی بسر کرے گا اسکی جان مشق میں بڑھاپے میں اور عمر بھر وہ گرفتار تکلیف رہے گا اس شعر کے مطلب میں اور بھی احتمالات ہیں مگر احتمال مذکور اظہر معلوم ہوتا ہے لہ عبید کا کا شعر یہ ہے
من یسأل الناس یحرموه ÷ وسائل الله لا یخیب۔
اس قصیدہ میں چند مطلع کی شان کے شعر اور کہے ہیں ۔ ہ
وکل ذی غیبۃ یؤوب ÷ وغائب الموت لا یؤوب ۔ ہ
کانها القوة طلوبٌ ÷ تخرق وکرها القلوب
۱۲ منہ

وربما اغفل بعض الشعراء التصريع فی البیت الاول فاتی بہ فی بعض من القصیدۃ فیما بعد

قال ابن احمر الباهلی قصیدۃ اولها

قد بکرت عاذلتی[1] بکرۃ — تزعمنی بالصبا مشتهر

فلم یصرع اول القصیدۃ واتی ببیتین بعد الاول ثم قال

بل ودعینی طفل انی بکر — فقد دنا الصبح فما انتظر

وقال ایضا من قصیدۃ اولها

لعمرک ما خلقت الا لما تری — وراء رجال اسلمونی لما بیا

فاتی بالاول غیر مصرع ثم قال بعد ابیات

فامسی جناب الشول اغبر کابیا — وامسی جناب الحی ابلج واریا

اللغۃ۔ الصبا المحبۃ وطفل منادی مرخم طفلۃ وهی حبیبتہ وخلقت مبنیا للمفعول اے ترکت الشول جمع شائلۃ وهی من الابل ما اتی علیها من حملها او وضعها سبعۃ اشهر فخف لبنها ووری الزند کوعی وولی وریا وریا وریۃ فهو وار وووری خرجت نارہ کبا الزند کبوا لم یور۔ المعنی اکثر ایسا ہوا ہے کہ بعض شعرا نے پہلے شعر میں تو مطلع کا لحاظ نہیں کیا مگر بیت اول کے بعد اُسی قصیدہ کے بعض اشعار میں مطلع کہا جیسے ابن احمر باہلی کا ایک قصیدہ ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے (میری ملامت کرنے والی مجھے بدنام محبت خیال کرتی ہوئی صبح ہی صبح میرے سمجھانے کے لیے وارد ہوئی) اس شاعر نے قصیدہ کے پہلے شعر میں تصریع نہیں کی اسکے بعد دو شعر کہہ کر پھر کہا (بلکہ اے طفلہ مجھے رخصت کردے مجھے صبح سویرے کوچ کرنا ہے اور واقعاً صبح ہونے کو ہے پھر اب کا ہے کا انتظار ہے) نیز یہی شاعر دوسرے قصیدہ میں کہتا ہے (تیری جان کی قسم میں دُنیا میں نہیں باقی رکھا گیا مگر انھیں مصائب کے لیے جو تیرے پیش نظر ہیں اور اُن اسلاف کی بدولت میرے شامل حال ہیں جنھوں نے ان مصیبتوں کے لیے جن سے میرا سابقہ ہے مجھ کو زمانہ میں چھوڑ دیا تو پہلا شعر بے مطلع کا کہا پھر چند شعروں کے بعد کہا (پس منازل محبوب کے صحن جن میں کبھی گھوڑوں اور اونٹوں کے موجود ہونے سے چہل پہل تھی اب اُن میں خاک اُڑتی ہے اور وہ ویران اور بے رونق ہیں اور قبیلۂ محبوب کے صحن جہاں اب وہ متمکن ہیں آباد اور بارونق ہیں۔

[1] لفظ عاذلتی کے کوئی مناسب مقام معنی سمجھ میں نہیں آئے کیا عجب ہے اصل میں عاذلتی کی نقل ہو اور کتابت میں کچھ تحریف ہوگئی ہو۔ ۱۲ منہ

وقال امية بن حرثان بن الاسعر الكنانی فی قصيدة اولها

اصبحت هزألراعی الضان اعجبه ۔۔۔ ماذا يريبك منی راعی الضان

فلم يصرع اول بيت واتی بعده ببيت واحد قال فيه

يا ابنی امية انی عنكما غانی ۔۔۔ وما الغنی غيرانی مشعر فانی

وانما يذهب الشعراء المطبوعون المجيدون الی ذلك لان بنية الشعر انما هی التسجيع والتقفية فكلما كان الشعر اكثر اشتمالا عليه كان ادخل له فی باب الشعر واخرج له عن مذهب النثر ۔

اللغة ۔ اراب يريب ای اوهم الريب وجعل فی الريبة ۔ وراعی الضان منصوب علی النداء والغانی المستغنی والمشعر من اشعر الهم قلبی ای لزق به وكل ما الزقته بشئ اشعرته به فالمشعر المهموم المكروب ۔ **المعنی** ۔ اور امیہ ابن حرثان ابن اسعر کنانی نے ایک قصیدہ کہا جسکا پہلا شعر یہ ہے (کہتا ہے کہ میں بکریوں کے چرواہے کے لیے دل لگی اور تمسخر کا حیلہ بن گیا جس نے اس کو تعجب اور حیرت میں ڈال رکھا ہے تو اے بھیڑ بکری کے چرواہے آخر میری کس حالت پر میرے قابل تمسخر ہونے کا تجھے شبہ ہوتا ہے۔ اس شاعر نے بھی پہلے شعر میں تصریع نہیں کی اور اسکے بعد ایک شعر نظم کیا جس میں مطلع کا لحاظ کرتے ہوئے کہا (اے امیہ کے دونوں فرزندو میں تم دونوں سے بالکل مستغنی ہوں (مجھے تمھاری کوئی پروا نہیں) اور دنیا میں استغنا کہاں بجز اسکے کہ میں ایک پامال غم فنا ہو جانے والا شخص ہوں (ایسا مغموم اور ہلاک ہو جانے والا شخص کیسے غنی کہلا سکتا ہے) اور اکثر طبیعت دار اور پختہ کار و خوشگو شعرا نے اس مسلک کو اختیار کیا ہے چونکہ شعر کی بنا درحقیقت سجع و قافیہ ہی پر ہے پس جسقدر شعر سجع پر زیادہ مشتمل ہوگا اسیقدر وہ باب شعر میں داخل اور طریقۂ نثر سے خارج ہونے کا مستحق ہوگا ۔

باب المعانی الدّال علیها الشعر

جماع الوصف لذلك ان یکون المعنی مواجها للغرض المقصود غیر عادل عن الامر المطلوب ولما كانت اقسام المعانی التی یحتاج فیها الی ان تکون علی هذه الصفة مما لانهایة لعدده ولم یمکن ان یؤتی علی تعدید جمیع ذلك ولا ان یبلغ آخره رأیت ان اذکر منه صدرا ینبئ عن نفسه ویکون مثلا لغیره وعبرة لما لم اذکره وان اجعل ذلك فی الاعلام من اغراض الشعراء وما هم علیه اکثر حوما وعلیه اشد روما وهو المدیح والهجاء والنسیب والمراثی والوصف والتشبیه واقدم امام کلامی فی هذه الاقسام قولاً یحتاج الی تقدیمه وهو انی رأیت الناس مختلفین فی مذهبین من مذاهب الشعر۔

مضامین شعریّہ کا بیان

اسکی پوری اور جامع توصیف اس طرح ہوسکتی ہے کہ شعر میں جو مضمون کہنا مقصود ہے لفظیں اُسے اچھی طرح ادا کردیں اور وہ مضمونِ شعر جس موضوع سے متعلق ہے اس سے عدول نہونے پائے اور اُسے ٹھیک طرح سے ادا کردیا جائے اور چونکہ اس طرح کے مضامین اور مقاصد کے اقسام کی انتہا نہیں ہے اور ان تمام قسموں کا شمار کرانا اور آخر حد تک پہنچ جانا غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہے اسلیے میں نے مناسب سمجھا کہ مثال کے طور پر اس باب میں ایک ایسا کلام صادر کروں جو خود بھی واضح اور صاف ہو اور جس کا میں نے ذکر نہیں کیا ہے اسکے لیے بھی معیار اور وسیلۂ اعتبار ہوسکے اور یہ بھی میں نے مناسب سمجھا کہ اس کلام مذکور کو شعرا کی مشہور اور ممتاز اغراض کے متعلق کردوں جنکا علی الاکثر اپنے اشعار میں وہ لحاظ رکھتے ہیں اور وہ مدیح ہجا نسیب مراثی وصف تشبیہ ہیں اور میں ان اقسام میں کلام کرنے کے قبل ایک ضروری بات جسکا پہلے ذکر کردینا لازم سمجھتا ہوں بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ شعر کے اور طریقوں میں سے بالخصوص دو طریقوں میں بہت زیادہ اختلاف کرتے ہیں۔

وهما الغلو فی المعنی اذا شرع فیہ والاقتصار علی الحد الاوسط فی ما یقال منہ واکثر الفریقین لا یعرف من اصلہ ما یرجع الیہ ویتمسک بہ ولا من اعتقاد خصمہ وأین فعہ ویکون ابدا مضادا لہ لکنہم یخبطون فی ظلماء فمرۃ یعمد احد الفریقین الی ما کان من جنس قول خصمہ فیعتمدہ ومرۃ یقصد ما جانس قولہ فی نفسہ فیدفعہ ویعتقد نقیضہ وقد شہدت انا من ہذہ ولہ سبب فوما یقولون ان قول مہلہل بن ربیعۃ ۔

فلولا الریح اسمع من بحجر ۔ صلیل البیض تقرع بالذکور

خطاء من اجل انہ کان بین موضع الرقۃ التی ذکرہا وبین حجر مسافۃ بعیدۃ جدا

اللغۃ حجر موضع الصلیل صوت السلاح عند القراع البیض بالفتح جمع بیضۃ وھی المخوذۃ والذکر ایبس الحدید واجودہ ج ذکور۔ **المعنی** ایک تو شاعر کا معنی میں حد سے زیادہ غلو اور مبالغہ کرنا دوسرے جو بات بھی شاعر کہہ رہا ہے اسمیں اس کا حد اوسط پر اکتفا کرنا شعر کے متعلق یہ دو مذہب ہیں بعض لوگ پہلے طریقہ (یعنی مبالغہ) کو پسند کرتے اور بعض دوسرے طریقے (یعنی حد اوسط پر اقتصار کرنے کو) پسند کرتے ہیں (اور میری نظر میں ان دونوں فریقوں میں اس باب میں نزاع لفظی سی ہے) اس لیے کہ فریقین میں سے اکثر لوگ اصل اسی کو نہیں سمجھتے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں اور کیا ان کی دلیل ہے اور نہ اپنے مخالفین کے دعوے کو جسے وہ رد کرنا چاہتے ہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن ان میں بڑا بڑا اختلاف کی خلیج حائل رہتی ہے اور وہ لوگ جہالت کی تاریکی میں ٹھوکریں کھاتے ہیں پس کبھی تو احد الفریقین اپنے مخالف کے قول کو اپنے دعوے کے خلاف نہ سمجھ کر اسپر اعتماد کرنے لگتا ہے اور کبھی اپنے موافق بات کو (نا سمجھی سے) مخالف سمجھ کر دفع کرتا ہے اور اسکے خلاف کا قائل ہوجاتا ہے اور میں نے دیکھا اور یہ امور جو میرے مشاہدہ میں گذرے وہ بظاہر بے وجہ بھی نہیں ہیں (اگرچہ حقیقت اسکے خلاف میں ہے بہرطور) کچھ لوگ ایسے میرے پیش نظر ہیں جن کا یہ قول ہے کہ مہلہل ابن ربیعہ کا یہ شعر جسمیں وہ کہتا ہے کہ اگر ہوا نہ (مانع) ہوتی تو میں اُن تلواروں کی جھنکاریں جو خودوں پر پڑنے سے پیدا ہوتی تھیں ساکنان مقام حجر کے گوش زد کر دیتا اسلیے غلط ہے کہ مقام رقہ جو اسکے شعر میں مذکور ہے اور مقام حجر کے درمیان بہت طویل مسافت ہے (یعنی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اتنے فاصلہ سے تلواروں اور خودوں کے ٹکرانے کی آواز لوگوں کو سنائی دے سکے)

وکذٰلک یقولون فی قول النمر بن تولب

ابقی الحوادث والایام من نمر — اشباہ سیف قدیم اثرہ بادی

تظل تحفر عنہ ان ضربت بہ — بعد الذراعین والساقین والھادی

وکذٰلک فی قول ابی نواس

واخفت اھل الشرک حتی انہ — لتخافک النطف التی لم تخلق

ثم رأیت ھولاء باعیانھم فی وقت اٰخر یستحسنون ما یرون من طعن النابغۃ علی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

اللغات - الاثر بالفتح وقد یکسر فرند السیف جمعہ اثور والبادی الظاھر والھادی العنق - **المعنی** - اسی طرح یہ لوگ نمر ابن تولب کے ان شعروں کو بھی مبالغہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غلط بتاتے ہیں جن میں وہ کہتا ہے (۱) حوادث زمانہ نے نمر کو شمشیر کہنہ کے مثل جسکے جوہر نمایاں ہوں لاغر اور باریک بنا کر چھوڑا - (۲) اور یہ تلوار ایسی ہے کہ اگر تم اس سے کسی پر وار کرو تو وہ ہاتھوں اور پنڈلیوں اور گردن کو کاٹتی ہوئی زمین کو کھود کر اس کی تہ میں ڈوبتی نظر آئے گی - یہی خیال اُن لوگوں کا ابو نواس کے اس شعر کے متعلق بھی ہے جسمیں وہ ممدوح کی ہیبت کی کیفیت میں مبالغہ کرتے ہوئے کہتا ہے اے ممدوح تو نے اہل کفر و شرک کو ایسا سہمایا اور یہاں تک مرعوب کردیا کہ وہ نطفے جو ابھی ارحام مادر میں ہیں اور پیدا نہیں ہوئے وہ بھی تیری ہیبت سے ڈرنے لگے (اس شعر کو بھی وہ لوگ حد سے زیادہ مبالغہ ہونے کی وجہ سے برا کہتے ہیں) پھر میں انھیں برا کہنے والوں کو دوسرے موقع پر دیکھتا ہوں کہ حسان ابن ثابت کے شعر پر نابغہ نے جو اعتراض کیا ہے اس اعتراض کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں (جسکے معنی یہ ہوئے کہ شعر میں مبالغہ کرنا (اور حد اوسط پر اقتصار نہ کرنا یہ ان کے نزدیک اچھی بات ہے حالانکہ یہ لوگ مہلہل اور نمر اور ابو نواس کے مذکورہ اشعار کو غلو اور مبالغہ ہی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناپسند کر چکے ہیں - **تنبیہ** - نمر کے شعر میں بادی کی تفسیر شارح نے ہالک کے ساتھ کی ہے حالانکہ بادی بدا یبدو سے ہے جسکے معنی ظاہر ہونے کے ہیں باد یبید سے نہیں ہے جسکے معنی ہلاکت کے ہیں جیسا کہ شارح کو خیال ہوا ہے اس لیے کہ اُس کا اسم فاعل بادی نہیں ہو سکتا بلکہ بائد ہو گا ولعل الامر التبس علیہ والا فالفرق بین البائد والبادی ظاھر فبادی - و قال القطامی - یقتلننا بحدیث لیس یعلمہ - من یتقین ولا مکنونہ بادی -

فی قوله

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحی　　　واسیافنا یقطرن من نجدة دما

وذلک انهم یرون موضع الطعن علی حسان فی قوله الغر وکان یمکنه ان یقول
البیض لان الغرة بیاض قلیل فی لون اٰخر غیرہ وقالوا فلو قال البیض لکان
الکثر من الغرة وفی قوله یلمعن بالضحی - ولو قال بالدجی لکان احسن وفی
قوله واسیافنا یقطرن من نجدة دما قالوا ولو قال یجرین لکان احسن اذ کان الجری
اکثر من القطر فلو انهم یحصلون مذاہبہم لعلموا ان ہذا المذہب فی الطعن علی
شعر حسان غیر المذہب الذی کانوا معتقدین له من الانکار علی مہلہل والنمر
وابی نواس لان المذہب الاول انما ہو لمن انکر الغلو والثانی لمن استجاد

اللغۃ - الجفنات جمع جفنة وهی القصعة والغر جمع اغر الابیض من کل شئ یقال فرس اغر اذا کان فی جبهته بیاض النجدة الشجاعة والشدة - **المعنی** اور وہ حسان کا شعر ہے - ہمارے خوان کرم پر ایسے مشہور اور معروف اور نمودار کاسے ہیں جو بوقت چاشت چمکتے ہوئے مہمانوں کے آگے چنے جاتے ہیں اور شجاعت کا یہ عالم ہے کہ ہماری تلواروں سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے - اُن کا خیال یہ ہے کہ حسان کی گرفت اسکے لفظ غُر کہنے پر اس طرح کی جا سکتی ہے کہ اگر وہ اسکی جگہ بیض کہتا تو کہہ سکتا تھا اسلیے کہ غرہ سفیدی کے اُس چھوٹے دھبہ کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے رنگ کے درمیان واقع ہو اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بیض کہتا تو اسمیں غرہ کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہوتا (اسی طرح) یلمعن بالضحی کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ اسکی جگہ پر یلمعن بالدجی کہتا تو زیادہ بہتر ہوتا اسی طرح اسکے قول واسیافنا یقطرن من نجدة دما کے متعلق کہتے ہیں اگر یجرین کہتا تو زیادہ مناسب ہوتا اسلیے کہ جاری ہونے میں بہ نسبت ٹپکنے کے زیادہ قوت ہے پس اگر وہ لوگ اپنے مذہب پر اطلاع حاصل کرتے تو وہ جان لیتے کہ شعر حسان پر اعتراض کرنے سے جو رائے ظاہر ہوتی ہے وہ اس رائے کے بالکل مغایر ہے جس کا اعتقاد مہلہل و نمر و ابو نواس کے اشعار کو ناپسند کرنے سے ظاہر کیا جاتا ہے اسلیے کہ پہلا مذہب (یعنی مہلہل وغیرہ کے اشعار کو قابل طعن سمجھنا) اس شخص کا ہو سکتا ہے جو غلو اور مبالغہ کو ناپسند کرتا ہو اور دوسرا مذہب (یعنی حسان کے شعر پر نابغہ کے اعتراض کو مستحسن سمجھنا) اُسی شخص کی طرف منسوب ہو سکتا ہے جو غلو کو پسند کرتا ہو -

لکھو اس شعر کے مثل بھی ہے
وانا لنقری حاضر الضیف ان جاء
طارقا من الشحم ما امسی صحیحا مسلما
تمام بحث اس پر ہے

(۱) المشہور قصیدہ کا مطلع حسان بن عمر و جو نابغہ اعشی تو ذیل مقدمہ عسجی و مکن اس قصیدہ کا مطلع بھی کیا ہے ۱۲ منہ

فان النابغة على ما حكى عنه لم يرد من حسان الا الافراط والغلو بتصيير مكان
كل معنى وضعه ما هو فوقه وزائد عليه وعلى ان من انعم النظر علم ان هذا الرد
على حسان من النابغة كان ام من غيره خطأ وان حسانا مصيب اذ كانت
مطابقة المعنى بالحق في يده وكان الراد عليه عادلا عن الصواب الى غيره
فمن ذلك ان حسانا لم يرد بقوله الغر ان يجعل الجفان بيضا فاذا قصر
عن تصيير جميعها بيضا نقص ما اراده لكنه اراد بقوله الغر المشهورات كما
يقال يوم اغر ويد غراء وليس يراد البياض في شئ من ذلك بل يراد الشهرة
والنباهة۔ واما قول النابغة في يلمعن بالضحى وانه لو قال بالدجى لكان
احسن من قوله بالضحى اذ كل شئ يلمع بالضحى فهذا خلاف الحق وعكس الواجب

المعنی۔ اسلیے کہ حسان پر اعتراض کرنے سے نابغہ کی مراد جیسا کہ لوگ اُسے معترض کہتے
ہیں صرف مبالغہ اور غلو ہے اس طرح کہ جو معنی جہاں بھی رکھے گئے ہیں انھیں اُن کی حد سے
زائد کر دینا چاہیے۔ (اور حسان نے ایسا نہیں کیا) علاوہ اس کے میں کہتا ہوں کہ اگر غور سے
دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ حسان پر جو اعتراض کیا گیا ہے خواہ وہ نابغہ کا ہو یا کسی اور کا
بالکل غلط ہے اور یقیناً حسان نے ٹھیک کہا ہے اسلیے کہ درستی کے ساتھ معنوں کا ادا کر دینا
اسی کے ہاتھ میں ہے اور معترض بالکل راہ صواب سے منحرف ہو کر دوسری طرف جا رہا ہے۔ (یہ
معلوم ہونا چاہیے کہ اعتراض مذکور کی غلطیوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ حسان اپنے قول
غر سے کاسوں کا روشن ہونا نہیں ثابت کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ ان کاسوں کی روشنی میں کمی ظاہر
کرے تو اپنے مقصود کے ادا کرنے میں قاصر قرار پائے بلکہ اسکی مراد لفظ غر سے ان کاسوں کی شہرت
اور اُن کا خلائق میں معروف و نمودار ہونا ہے جیسے کہ یوم اغر اور ید غراء کے استعمال سے ان دونوں کی
شہرت کا اظہار مقصود ہوتا ہے ان میں سے کسی کے استعمال سے روشنی اور سفیدی کا اظہار نہیں مقصود
ہوتا بلکہ صرف ان کا مشہور و معروف ہونا مراد ہوتا ہے لیکن نابغہ کا یلمعن بالضحی پر یہ اعتراض کرنا کہ اگر
لفظ دجی کہتا تو ضحی سے بہتر ہوتا اسلیے کہ دن میں تو ہر شئے (کچھ نہ کچھ) چمکتی ہی ہے تو سکا یہ اعتراض بھی خلاف حق ہے

لانه ليس يكاد يلمع بالنهار من الاشياء الا الساطع النور الشديد الضياء
فاما الليل فاكثر الاشياء مما له ادنى نور وايسر بصيص يلمع فيه فمن ذلك
الكواكب وهي بارزة لنا مقابلة لابصارنا دائما تلمع بالليل ويقل لمعانها بالنهار
حتى تخفى وكذلك السرج والمصابيح ينقص نورها كلما اضحى النهار وفى الليل تلمع
عيون السباع لشدة بصيصها وكذلك اليراع حتى تخال نارا - فاما قول النابغة
ومن قال ان قوله فى السيوف يجرين خير من قوله يقطرن لان الجرى اكثر من
القطر فلم يرد حسان الكثرة وانما ذهب الى ما يلفظ به الناس ويعتادونه من وصف الشجاع
الباسل والبطل الفاتك بان يقولوا سيفه يقطر دما ولم يسمع سيفه يجرى دما

المعنی - اسلیے کہ دن میں صرف وہی چیزیں چمکتی اور ضو دیتی ہیں جنکا نور نہایت شدید اور
جنکی ضیاء نہایت تیز ہو اور رات میں تو اکثر وہ چیزیں بھی چمکتی نظر آتی ہیں جن میں نہایت معمولی
روشنی اور خفیف چمک ہوتی ہے جیسے تارے ہیں جو ہمارے سامنے نمودار اور ہماری آنکھوں
کے مقابلہ میں رات میں تو برابر ضو فگن رہتے اور دن میں ان کی روشنی بالکل کم ہوجاتی ہے
یہاں تک کہ نظروں سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں یہی حال چراغوں اور فانوسوں کا ہے
کہ دن ڈھلتے ہوتے ان کی روشنی گھٹ کر فنا ہوجاتی ہے اور شب میں تو اکثر درندوں کی
آنکھیں بھی زیادتی روشنی کی وجہ سے چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں اسی طرح رات کے وقت جگنو
اسطرح چمکتا ہے کہ دیکھنے والا اُسے آگ کی چنگاری خیال کرنے لگے - لیکن نابغہ یا اور کسی کا یہ
اعتراض کرنا کہ تلواروں کے لیے یجرین کی لفظ یقطرن کی لفظ سے زیادہ مناسب ہے اس لیے
کہ جاری ہونے میں ٹپکنے سے زیادہ قوت ہوتی ہے تو یہ اعتراض بھی اس لیئے باطل ہے کہ حسان
نے اس سے کثرت کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ عام بول چال کی بنا پر استعمال کیا چنانچہ ان اعراب کا
معمول ہے کہ کسی شجاع اور بہادر کی تعریف کے موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اسکی تلوار سے
خون ٹپکتا ہے یہ کہتے نہیں سُنا گیا کہ اسکی تلوار سے خون بہتا ہے۔

ولعله لوقال بحرین دما یعدل عن المالوف المعروف من وصف الشجاع النجد
الی مالم تجرعادة العرب بوصفه - فلنرجع الی ما بدأنا بذکره من الغلو والاقتصار
علی الحد الاوسط فاقول ان الغلو عندی اجود المذھبین وھوما ذھب الیه
اھل الفھم بالشعر والشعراء قدیما وقد بلغنی عن بعضھم انه قال احسن الشعر
اکذبه ولکن اری فلاسفة الیونانیین فی الشعر علی مذھب لغتھم ومن انکر
علی مھلھل والنمر وابی نواس قولھم المتقدم ذکره فھو مخطئ لانھم وغیرھم
ممن ذھب الی الغلو انما ارادوا بہ المبالغة والغلو بما یخرج عن الموجود ویدخل فی
باب المعدوم فانما یرید به المثل وبلوغ النھایة فی النعت وھذا احسن من المذھب الاخر

المعنی - بلکہ شاید اگر وہ بحرین دما کہتا تو ایک غیر مانوس و غیر متعارف قول کا قائل ہوتا یعنے
شجاع و بہادر کی ان الفاظ کے ساتھ توصیف کرتا جنکے استعمال پر عرب کی عادت جاری نہیں ہے
اب پھر ہم اپنے سابق بیان یعنی بحث غلو اور اقتصار علی الحد الاوسط کی طرف رجوع کرتے ہیں پس
میرا خیال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے بہترین مذہب غلو و مبالغہ ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جسکی
طرف ہمیشہ سے سخن شناس اور با فہم شعراء کا میلان رہا اور بعضوں کا خیال تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ انکا
یہ قول ہے کہ سب سے بہتر وہ شعر ہے جسمیں سب سے زیادہ کذب کا استعمال ہو یہی حالت ہم نے فلاسفۂ
یونان کی اپنی زبان کے طریقہ پر شعر گوئی کرنے میں دیکھی اور جس نے بھی مہلہل اور نمر اور ابو نواس
کے سابق الذکر اشعار کو ناپسند کیا وہ غلطی پر ہے اس لیے کہ یہ شعراء یا ان کے سوا دوسرے ایسے
لوگ جو غلو کے حامی ہیں اُن کا مقصود اس سے صرف مبالغہ اور موجود کو معدوم میں
داخل کر کے غلو کرنا ہے اور اُن کی غرض اس عنوان کو اختیار کرنے سے صنعت
مبالغہ کا اظہار اور کسی چیز کی توصیف میں انتہا تک پہونچ جانے کے لیے ایک مثال قائم کرنا
ہے (حقیقت اور واقعیت ہرگز مراد نہیں ہوتی) اور یہ طریقہ (یعنی بطور تمثیل غلو و مبالغہ کرنا)
دوسرے طریقے (یعنی حد اوسط پر اقتصار کرنے) سے بہتر ہے -

له یعنی ترجمہ بہ تزاید امیدی ہونا چاہیے کی عبارت کے لحاظ سے بلفظ صحیح و درست معروف کے ساتھ اس مقام پر نامکمل معلوم ہوتی ہے ۱۲ منه

فان قول النابغة[۵۱] فی معنی قول النمر علی مذهب الاقتصار و لزوم الحد الاوسط

وقد[۵۲] ابقت صروف الدهر منی کما ابقت من السیف الیمانی

دون قول النمر دلیلا قویا علی ان ما بقی منه اکثر مما بقی من النابغة[۵۳] وکذلک

قول کعب بن مالک الانصاری فی معنی قول مهلهل وو صفہ صوت الضرب

من سرہ ضرب یرعبل بعضه بعضا کمعمعة الاباء المحترق

دون قول مهلهل لان فی قول مهلهل ما یدل علی ان الضرب الذی ذکرہ اشد و ابلغ

اللغة رعبل الثوب ای قطعه و مزقه المعمعة صوت الحریق فی القصب و نحوہ و الاباء کسحاب القصب الواحدة بهاء و موضعه المهموز **المعنی** ۔ اسلیے کہ نابغہ کے کلام میں جو مضمون شعر نمر کے بارے میں کہا گیا ہے اور جسمیں حد اوسط پر اقتصار کیا گیا ہے نہ قول نمر میں (کہ اسمیں حد اوسط پر اقتصار نہیں کیا گیا بلکہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے) اس مطلب کی نہایت بین دلیل ہے کہ نابغہ کا بقیہ جسم نمر کے بقیہ جسم سے زیادہ ہے (یعنی نمر کے جسم کی لاغری نابغہ کی لاغری سے زیادہ ثابت ہوتی ہے (اور نابغہ نے اپنی لاغری اور شکستہ حالی کی اتنے مبالغہ کے ساتھ توصیف نہیں کی جس قوت کے ساتھ نمر نے اپنی لاغری کا اظہار کیا ہے جسپر دونوں شعروں کے الفاظ دال ہیں اور نابغہ کے شعر کا مضمون جو شعر نمر کے مضمون سے ملتا ہوا ہے یہ ہے) کہتا ہے کہ زمانہ کی گردشوں نے مجھے شمشیر یمانی کے مثل بنا کے چھوڑا ہے یعنی میں شمشیر یمانی کی طرح حوادث زمانہ سے لاغر اور باریک ہو گیا ہوں (اس شعر میں وہ مبالغہ نہیں ہے جو نمر کے شعر میں ہے) اسی طرح کعب (ابن مالک انصاری کا کلام ہے جو شعر مہلہل کے مضمون میں واقع ہے جس طرح مہلہل نے شمشیر زنی کی آواز ضرب کو ظاہر کیا کعب نے بھی اس آواز کی توصیف کرتے ہوئے کہا ممدوح ہمارا وہ شخص ہے جس کو ایسی تیغ زنی اچھی معلوم ہوتی ہے جسمیں تیزی کے ساتھ یکساں چوٹ پر چوٹ لگائی جائے جیسے معلوم ہوتا ہو کہ نرکل کے ڈھیر میں اک دم سے آگ لگ گئی اور وہ برابر چٹا چٹ جل رہا ہے (تو کعب کا یہ شعر اقتصار علی الحد الاوسط کی وجہ سے مہلہل کے شعر سے (جسمیں اچھا خاصا مبالغہ موجود ہے) پست ہے اسلیے کہ مہلہل کے شعر میں ایسی لفظیں پائی جاتی ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ضرب جس کا یہ ذکر کر رہا ہے نہایت شدید اور سخت ہے کہ اتنے فاصلہ سے بھی سنائی دیتی ہے) بخلاف نرکل جلنے کی آواز کے کہ اس میں وہ شدت نہیں ہوتی۔

[۵۱] قول سے تبل من شئ کا ہے اسلیے کہ ترکیب میں ان کی خبر واقع ہے اور دلیلا دوسرا اسکا اسم ہے دلیلا قویا کا منصوب ہونا خود فی کے موجود ہونے کی دلیل قوی ہے ۱۲ منہ

[۵۲] یہ شعر نابغہ نے اپنے کمال عمر کے شکستہ ہونے میں کہا ہے۔ قبل کے دو شعر یہ ہیں۔ فمن یک سائلا عنی فانی من الفتیان ایام الخنان مضت مائة لعام ولدت فیه + وعشر بعد ذاک وحجتان۔ اسکے بعد کا شعر یہ ہے۔ تقلل وهو یا ثور جراز + اذا جمعت بقائمه الیدان۔ ۱۲ منہ

[۵۳] النابغة کی تکرار النمر ہونا چاہیے ورنہ عبارت کا مطلب فاسد ہوجائیگا ۱۲ منہ

وکذلك قول الحزین الکنانی فی معنی قول ابی نواس

یغضی حیاء ویغضی من مهابته فما یکلم الا حین یبتسم

دون قول ابی نواس لان هذا وان کان قد وصف صاحبه بما دل علی مهابته فان فی قول ابی نواس دلیلا علی عموم المهابة ورسوخها فی قلب الشاهد والغائب وفی قوله حتی انه لتهابك قوة لتکاد تهابك وکذا کل غال مفرط فی الغلو اذا اتی بما یخرج عن الموجود فانما یذهب فیه الی تصییره مثلا وقد احسن ابو نواس حیث اتی بما ینبئ عن عظم الشیء الذی وصفه - واذ قدمت ما اردت تقدیمه فلنرجع الی ذکر واحد واحد من المعانی الستة التی قلت انها الاعلام من اغراض الشعراء فی المعانی فابدأ اولا بذکر المدیح

المعنی - یہی حال حزین کنانی کے شعر کا ہے جو شعر ابو نواس کے مضمون کی حکایت کرتا ہے کہ اُسکے کلام میں بھی وہ قوت نہیں ہے جو ابو نواس کے سابق الذکر شعر میں ہے حزین کنانی اُسی مضمون کو اس شعر میں یوں ادا کرتا ہے - ممدوح (باوجود عالی مرتبت ہونے کے اپنے تئیں حقیر سمجھ کر) شرمندگی سے آنکھیں جھکائے رہتا ہے اور رعب و دبدبہ کی وجہ سے اُسکے (چہرہ پر آنکھیں نہ جم سکنے کے باعث اسکے سامنے لوگ اپنی آنکھیں جھکائے رہتے ہیں پس اُس سے اُسی وقت کوئی بات کہی جا سکتی ہے جب وہ تبسم کی حالت میں ہو - یا مرعوب لوگوں کو مانوس کرنے کی غرض سے بغیر تبسم کیئے وہ خود کوئی بات نہیں کرتا تو اس شاعر نے اگرچہ اپنے ممدوح کی اُن الفاظ میں توصیف کی جو ہیبت و رعب کو ظاہر کرتے ہیں مگر ابو نواس کے شعر میں ممدوح کی ہیبت کے عام ہونے اور ہر حاضر و غائب کے دل میں اسکے راسخ ہونے کا ثبوت ملتا ہے (لہذا) ابو نواس کی توصیف (غلو و مبالغہ کی وجہ سے) حزین کی مدح سرائی سے مبالغہ ہونے کی وجہ سے بہتر ہوئی - اور ابو نواس کے قول حتی انه لتهابك میں وہی بات ہے جو تکاد تهابك میں ہے اسی طرح ہر وہ شخص جو غلو میں افراط کرنے والا ہو جب بھی حد موجود سے خارج ہو جانے والی باتوں کا ذکر کرے تو اُس سے ہرگز یہ مقصود نہیں ہوتا کہ اُس نے واقعی اپنے خیال میں اُسے ایسا ہی تسلیم کر لیا بلکہ اُسکی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ ناممکن امر کے ذریعہ سے توصیف کے دائرے میں وسعت پیدا کرے اور بیشک ابو نواس نے جس چیز (ہیبت الممدوح) کی توصیف کی ہے اُسکی عظمت کے ظاہر کرنے میں بہترین طریقہ اختیار کیا ہے (بہرطور) جب میں نے جس امر کو پہلے بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اُسکو بیان کر دیا تو اب اُن چھیون معانی کو جنکے متعلق میں کہہ آیا ہوں کہ یہی (علی الاغلب) شعراء کے ممتاز اغراض و مقاصد سمجھے جاتے ہیں ایک ایک کرکے بیان کر دینے کا قصد رکھتا ہوں پس میں ذکر مدیح سے اسکی ابتدا کرتا ہوں -

نعت المديح

ما احسن ما قال عمر بن الخطاب فی وصف زهیر حیث قال انه لم یکن یمدح الرجال الا بما یکون للرجال فانه فی هذا القول اذا فهم و عمل به منفعة علمیة وهی العلم بانه اذ کان الواجب ان لا یمدح الرجال الا بما یکون لهم وفیهم فکذا یجب ان لا یمدح شئ غیرهم الا بما یکون له وفیه وبما یلیق به ولا ینافره ومنفعة اخری ثانیة وهی توکید ما قلنا فی اول کلامنا فی المعانی من ان الواجب فیها قصد الغرض المطلوب علی حقه وترک العدول عنه الی ما لا یشبهه

محاسن مدیح

زہیر کی تعریف میں عمر ابن خطاب نے کیا خوب جملہ استعمال کیا ہے - کہتے ہیں کہ زہیر لوگوں کی مدح اُن ہی صفات کے ساتھ کرتا تھا جو ان میں ہونا چاہیے (میرا خیال یہ ہے کہ اس کلام میں جبکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور اسکے مفہوم پر پوری اطلاع حاصل کرلی جائے ایک عام فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے مدح کا ایک عام معیار معلوم ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب لازم ہوا کہ لوگوں کی مدح انھیں باتوں کے ساتھ کی جائے جو ان میں موجود اور انکے مناسب حال ہوں تو اسیطرح یہ بھی ضروری ہوا کہ اگر رجال کے علاوہ اور کسی چیز کی مدح کیجائے تو اسمیں بھی اسی کا لحاظ کیا جائے اور اسکی بھی تعریف انھیں باتوں کے ساتھ کی جائے جو اسکے لئے مناسب اور اسمیں پائی جاتی ہوں اور کسی طرح اسکے خلاف نہوں اور اس کلام میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ہمارے سابق بیان کی تاکید اور تائید بھی ہوگئی جب ہمنے ابتدائے کلام میں معانی کے متعلق بیان کیا کہ ان معانی میں اسکا لحاظ ضروری ہے کہ جو غرض مطلوب ہے اسکا حق اچھی طرح ادا ہوجائے اور مقصود سے غیر مقصود کیطرف عدول نہونے پائے (یہی مطلب عمر ابن الخطاب کے اس قول (یعنی انه لم یکن یمدح الرجال الا بما یکون للرجال) کا ہے -

ولما كان المدح اسما مشتركا لمدح الرجال وغيرهم عمر بالقول في مدح الرجال اذ كان غرض الشعراء انما هو مدحهم الا ما يستعملون من اوصاف النساء فان ذلك له قسم آخر سنأتي به في ما بعد ان شاء الله تعالى وعلمنا ان اخذنا في التعريف بجودة مدح الرجال كيف يكون فقد يتعلم من حواشي قولنا في هذا الباب كيف يسلك السبيل الى مدح غيرهم فنقول انه لما كانت فضائل الناس من حيث انهم ناس لا من طريق ما هم مشتركون فيه مع سائر الحيوان على ما عليه اهل الالباب من الاتفاق في ذلك انما هي العقل والشجاعة والعدل والعفة كان القاصد لمدح الرجال بهذه الاربع الخصال مصيبا والمادح بغيرها مخطئا

المعنى :- اور چونکہ مدح رجال اور غیر رجال دونوں کی مدح میں ایک اسم مشترک ہے۔ اسی بنا پر عمر ابن خطاب نے مدح رجال کہہ کر اس مدح کی تعمیم کو ظاہر کیا ایسی صورت میں جبکہ شعراء کی غرض صرف رجال ہی کی مدح سے متعلق ہو یعنی اس عبارت کے ذریعہ سے رجال اور غیر رجال دونوں کی مدح کا معیار بتا دیا لیکن صرف عورتوں کی توصیف کرنا تو یہ مدح کی ایک دوسری قسم ہے جسے ہم عنقریب بعد میں انشاء اللہ بیان کرینگے اور جب ہم مدح رجال کی خوبی اور عمدگی کی تحدید کردینگے اور یہ بتا دینگے کہ کیونکر رجال کی مدح پسندیدہ اور قابل مدح ہوسکتی ہے تو اس باب میں ہمارے ضمنی قول سے غیر رجال کی مدح کا طریقہ بھی بالکل صاف اور واضح ہوجائے گا پس اب ہم معیار مدح کو واضح کرتے ہوے کہتے ہیں کہ جب انسان کے فضائل بحیثیت انسان ہونے کے نہ اُس حیثیت سے جس میں وہ تمام حیوانات کا شریک حال ہے بنا بر اتفاق اہل عقل صرف عقل و شجاعت و عدل و عفت یہی چار عدد مقابل تسلیم قرار پاتے ہیں تو لا محالہ یہ ماننا پڑیگا جو شخص ان چاروں خصلتوں کے ساتھ لوگوں کی مدح کا ارادہ کرے گا وہ مصیب اور حق مدح کا ادا کردینے والا قرار دیا جائے گا اور جو شخص ان خصائل کے علاوہ اور کسی صفت کے ساتھ مدح خوانی کرے گا وہ مخطی (یعنی) غلط راستہ پر چلنے والا سمجھا جائے گا۔

وقد يجوز في ذلك ان يقصد الشاعر للمدح منها بالبعض والاغراق فيه دون البعض مثل ان يصف الشاعر انسانا بالجود الذي هو احد اقسام العدل وحده فيغرق فيه ويتفنن في معانيه او بالنجدة فقط فيفعل فيها مثل ذلك او بهما او يقتصر عليهما دون غيرهما فلا يسمى مخطئا الاصابته في مدح الانسان ببعض فضائله لكن يسمى مقصرا عن استعمال جميع المدح فقد وجب ان يكون على هذا القياس المصيب من الشعراء من مدح الرجال بهذه الخلال لا بغيرها والبالغ في التجويد الى اقصى حدود من استوعبها ولم يقتصر على بعضها وذلك كما قال زهير بن ابي سلمى في قصيدة

اخي ثقة لا تهلك الخمر ماله ولكنه قد يهلك المال نائله

المعنی ۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اور اسمیں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے کہ شاعر انھیں خصائل میں سے بعض خصلتوں کی ساتھ مدح کرنے کا ارادہ کرے اور اسی میں وہ اغراق کرے باقی اور صفات کا کوئی ذکر نہ کرے مثلاً شاعر کسی شخص کی توصیف صرف جود و سخاوت کے ساتھ کرے جو اقسام عدل کی ایک قسم ہے پس وہ اسی میں ڈوب جائے اور اسکے معانی میں اپنے تفنن طبع سے جدتیں کرے یا کسی کی مدح تنہا شجاعت و دلیری کے ساتھ مقصود ہو اور اسمیں بھی اسی طرح نئی نئی باتیں نکالے یا دونوں صفتوں (سخاوت و شجاعت) کے ساتھ مجتمعاً توصیف کرے یا صرف انھیں دونوں صفتوں کے ذکر پر اقتصار کرے اور ان کے علاوہ کسی اور فضیلت کا ... نہ ہو ان تمام صورتوں میں وہ شاعر مخطی اور غلط گو نہیں کہلائے گا اسلئے کہ اس نے بعض فضائل کے ساتھ مدح کرنے میں راہ صواب اختیار کی ہے لہٰذا اسکے اعتبار سے وہ قابل الزام نہ ہوگا البتہ جمیع فضائل کا استیعاب نہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنی مدح گوئی میں مقصر ضرور کہلائے گا پس اس معیار کی بنا پر لازم ہوا کہ شعرا میں مصیب (راہ صواب پر چلنے والا) وہی شخص سمجھا جائے جو انھیں چاروں خصلتوں کے ساتھ لوگوں کی مدح کرے اور ان کے منافی کسی صفت کا ذکر نہ کرے اور اسی قاعدۂ کلیہ کے بنا پر خوش گوئی کی اعلیٰ حد اور انتہائی غایت پر پہونچ جانے والا وہی شخص تسلیم کیا جائے جو ان چاروں خصلتوں کا استیعاب کرلے اور صرف بعض صفات کے ذکر ہی پر اقتصار نہ کرے جیسے کہ زہیر ابن ابی سلمی اپنے اس قصیدہ میں (حصن) کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے ممدوح بڑا وفادار قابل وثوق واطمینان شخص ہے جسکے مال کو شراب خواری (وغیرہ) ضائع و برباد نہیں کرتی مگر ہاں اس کے مال کو بخشش وعطا اکثر فنا کردیتی ہے ۔

فوصفه فی هذا البیت بالعفة لقلة امعانه فی اللذات وانه لا ینفذ ماله فیها وبالسخاء

لا هلاكه ماله فی النوال وانحرافه الی ذلك عن اللذات وذلك هو العدل ثم قال

تراه اذا ما جئته متهللا   كانك معطیه الذی انت سائله

فزاد فی وصف السخاء بان جعله یهش له ولا یلحقه مضض ولا تكره لفعله ثم قال

فمن مثل حصن فی الحروب ومثله   لانكار ضیم او لخصم یجادله

فاتی فی هذا البیت بالوصف من جهة الشجاعة والعقل فاستوعب زهیر فی

ابیاته هذا المدیح بالاربع الخصال التی هی فضائل الانسان علی الحقیقة وزاد فی

ذلك ما هو وان كان داخلا فی هذه الاربع فكثیر من الناس لا یعلم وجه

دخوله فیها حیث قال اخی ثقة صفة له بالوفاء والوفاء داخل فی الفضائل التی قدمنا ذكرها

اللغة ۔ تهلل الوجه السحاب ای تلألأ والمضض فی عبارة المتن الالم والوجع الضیم الظلم

المعنی ۔ تو اس شعر میں زہیر نے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے کہ ممدوح لذات دنیویہ کی کوئی خاص پروا نہیں کرتا اور اُس کا مال (بیجا اور ناز یبا) عیش و عشرت میں نہیں ختم ہوتا اُسکے عفیف النفس ہونے کا ثبوت پیش کیا اور اس کا اظہار کرکے کہ وہ اپنے مال کو راہ سخاوت میں لٹا دیتا ہے اور ہمیشہ لذائذ دنیوی سے (مثل شراب نوشی وغیرہ کے) منحرف و مجتنب رہتا ہے اُسکی صفت سخاوت وجود کا اظہار کیا اور یہی معنی عدل کے ہیں (کہ ہر شئے کو اُسکے محل میں رکھا جائے اور مال و منال کو اُسکے صحیح مصرف میں صرف کیا جائے) پھر اسکے بعد کہتا ہے کہ اے مخاطب جب تم اسکے پاس آؤگے تو اُسکو اپنے آنیکی وجہ سے ایسا ہشاش و بشاش دیکھوگے جیسے کہ گویا کہ تم اسکو وہ چیز عطا کر رہے ہو جس کا سوال کر رہے ہو (یعنی اس کو بخشش اور عطا سے ایسی مسرت ہوتی ہے جیسے سائلین کو بخشش ملنے سے خوشی ہوتی ہے) پس شاعر نے یہ ظاہر کرکے کہ اس کو عطا کے وقت دلی مسرت ہوتی ہے جس کا اثر چہرے پر بھی بشاشت کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کو اس فعل میں کسی قسم کی تکلیف و کوفت نہیں ہوتی اور نہ ترش روئی کا شائبہ محسوس ہوتا ہے سخاوت ممدوح کی توصیف میں اور زیادتی اور ترقی کر دی پھر اسکے بعد شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے حصن کا جنگ کے موقع پر کون مثل و نظیر ہے اسی طرح کسی کا دباؤ نہ سہنے اور حفظ آبرو کے لیے دشمن سے مقابلہ کرنے کے وقت ممدوح کی بہادری کی کون برابری کر سکتا ہے ۔ پھر اس شعر میں ممدوح کی توصیف شجاعت اور عقل کے ساتھ کی پس زہیر نے ان مدحیہ اشعار میں ان چاروں خصلتوں کا بالاستیعاب ذکر دیا جو درحقیقت فضائل انسان شمار کیے جانے کے قابل ہیں بلکہ اسمیں بعض ان صفات کا اور اضافہ کر دیا گو اگرچہ حقیقتاً انہیں چاروں فضائل میں داخل ہیں مگر اکثر لوگ انہیں داخل ہونے کی وجہ نہ سمجھ کر ان صفات کو ان کے علاوہ مستقل صفت تصور کرتے ہیں جیسے زہیر نے صفت وفا کو اخی ثقہ کی لفظ کہکر ظاہر کیا ہے حالانکہ وفا انہیں چاروں سابق الذکر فضیلتوں میں داخل ہے

سله اس قصیدہ کو مختار آبدار بھی زہیر کے بایہ افتخار سمجھے جانے کے قابل ہیں اس شعر کے قبل کا شعر یہ ہے۔ وابیض فیاض یداه غمامة + علی معتفیه ما تغب فواضله اور اس کے بعد کتاب العمدہ میں یہ اشعار نقل کیے ہیں اخو ثقة لا تهلك الخمر ماله ولكنه قد يهلك المال نائله + غدوت علیه غدوة فوجدته + قعودا لدیه بالصریم عواذله + یفدینه طورا وطورا یلمنه + واعیی فما یدرین این مخاتله + فاعرضن منه عن كریم مرزاء + عزوم علی الامر الذی هو فاعله ۔

وقد تفنن الشعراء فی المدیح بان یصفوا حسن خلقۃ الانسان ویعددوا انواع الاربع الفضائل التی قدمنا ذکرها واقسامها واصناف ترکیب بعضها مع بعض وما اقل من یشعر بان ذلک داخل فی الاربع الخلال علی الانفراد وبالترکیب الا اهل الفهم مثل ان یذکروا من اقسام العقل ثقابۃ المعرفۃ والحیاء والبیان والسیاسۃ والکفایۃ والصدع بالحجۃ والعلم والحلم عن سفاھۃ الجھلۃ وغیر ذلک مما یجری ھذا المجری ـ ومن اقسام العفۃ القناعۃ وقلۃ الشرہ وطھارۃ الازار وغیر ذلک مما یجری مجراہ ومن اقسام الشجاعۃ الحمایۃ والدفاع والاخذ بالثار والنکایۃ فی العدو والمھابۃ وقتل الاقران والسیر فی المھامہ الموحشۃ وما اشبہ ذلک ـ ومن اقسام العدل السماحۃ ویرادف السماحۃ التغابن وھو من انواعھا والانظلام والتبرع بالنائل واجابۃ السائل وقری الاضیاف وما جانس ذلک ـ

اللغۃ ـ ثقابۃ المعرفۃ نورھا وظھورھا والصدع الشق فی شئ صلب والمراد ھھنا تفریق الحق عن الباطل ومنہ قولہ تعالی فاصدع بما تؤمر والشرہ النشاط والنکایۃ العدو وفیہ لکایۃ قتل وجرح وتمحو کرم سماحۃ جاد وکرم التبرع بالنائل التفضل بما لا یجب علیہ ـ المعنی ـ اور البتہ شعرا نے مدح کی بہت سی شاخیں نکالی ہیں جیسے کبھی انسان کی حسن خلقت (خوبصورتی) کی تعریف کرنے لگے اور چاروں سابق الذکر فضیلتوں کے انواع اقسام کو جمع کرنے میں شمار کرنا شروع کیا اور کبھی انکی باہمی ترکیب کے بعد جو قسمیں فضائل کی نکلتی ہیں انکے ساتھ توصیف کرنے لگے ـ اور سمجھدار اور بافہم حضرات کے علاوہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اسکی تمیز رکھتے ہوں کہ یہ صفات بھی انھیں چاروں خصلتوں میں افراداً یا ترکیباً داخل ہیں اور ان سب فضیلتوں کی اصل وہی فضائل مذکورہ ہیں مثال اسکی یہ ہے کہ شعراء تیزی احساس اور حیا اور بیان اور ریاست اور کفایت اور احتجاج اور علم اور جاہلوں کی سفاہت سے درگزر کرنا یا اسکے علاوہ اسی طرح کی صفتیں ان سب کو عقل کی قسموں میں ذکر کرتے ہیں اور قناعت و کمی حرص اور پاکدامنی اور اسکے مثل اور صفات کو اقسام عفت میں شمار کرتے ہیں اور اپنی جان و مال کی حفاظت کرنا اور دشمنوں کو اپنے سے دفع کرنا اور انتقام و بدلہ لینا اور اپنے اعداء کو بے بس اور مقہور کر دینا اور ہیبت اور دبدبہ اور اپنے ہمسروں کو قتل کرنا اور وحشتناک بیابانوں میں پھرنا یا اسکے علاوہ اور اسی قبیل کی صفتیں ان سب کو اقسام شجاعت میں داخل کرتے ہیں اور عدل کے اقسام میں سماحت یعنی جود و کرم کو شمار کرتے ہیں اور سماحۃ کے معنی میں تغابن یعنی غبن و نقصان کا برداشت کر لینا بھی داخل ہے اور یہی تغابن اقسام سماحۃ سے ہے اسی طرح ظلم و زیادتی کا تحمل کرنا اور کسی پر واجب کے علاوہ احسان کرنا اور سائل کی آواز پر لبیک کہنا اور مہمانوں کی مہمانداری اور اسکے مشابہ اور صفات یہ سب سماحت اور عدل میں داخل ہیں ـ

لفظ ثقابۃ المعرفۃ کے مقام پر لفظ ثقافۃ محفوظ نقل کیا گیا ہے کیا عجب ہے اس مقام پر بھی یہی لفظ ہو اور یہی ترجمہ لفظ شیئ سے ... استعمال اس جگہ بے محل نہیں ...

فاما تركيب بعضها مع بعض فيحدث منه ستة اقسام - اما ما يحدث من تركيب العقل مع الشجاعة فالصبر على الملمات ونوازل الخطوب والوفاء بالايعاد وعن تركيب العقل مع السخاء فانجاز الوعد وما اشبه ذلك وعن تركيب العقل والعفة فالرغبة عن المسألة والاقتصار على ادنى معيشة وما اشبه ذلك وعن تركيب الشجاعة مع السخاء الاتلاف والاخلاف وما اشبه ذلك وعن تركيب الشجاعة مع العفة انكار الفواحش والغيرة على الحرم وعن السخاء مع العفة الاسعاف بالقوت والايثار على النفس وما شاكل ذلك وجميع هذه التركيبات قد ذكرها الشعراء في اشعارهم وساذكر من جيد ما قالوه في ذلك صدرا ان شاء الله تعالى الا اني ابدأ قبل ذلك فاقول

اللغة - سعف الحاجة واسعف بها قضاها المعنى اور ان چاروں فضیلتوں کی باہمی ترکیب وتالیف سے چھ قسمیں پیدا ہوتی ہیں لیکن وہ صفتیں جو عقل کو شجاعت کے ساتھ ترکیب دینے سے حاصل ہوتی ہیں پس وہ حوادث زمانہ اور نازل ہونے والے مصائب پر صبر کرنا اور تہدید وتخویف کے مطابق عمل کرنا ہے - اور عقل کو سخاوت کے ساتھ ملانے سے وعدہ وفائی اور اسی کے مثل اور صفتیں پیدا ہوتی ہیں اور عقل کو عفت کے ساتھ ترکیب دینے سے سوال سے انکار اور موجودہ معمولی معیشت پر قناعت واقتصار کرنے کی خصلت اور اسی کے مثل اور فضائل پیدا ہوتے ہیں اور شجاعت وسخاوت کی باہمی تالیف سے مال کا بخشش کی راہ میں لٹانا اور اور شرافت مسکا پسند کرنا اور اسی سے مشابہ اور خصلتیں پیدا ہوتی ہیں اور شجاعت وعفت کی باہمی ترکیب سے ناسزا اور حرکتوں سے بیزاری اور حفاظت ناموس میں غیرت وحمیت سے کام لینے کی صفت حاصل ہوتی ہے اور سخاوت وعفت کی باہمی ترکیب کھانا کھلا کے حاجت روائی کرنا اور دوسروں کے فائدہ کو اپنے نفس پر مقدم قرار دینا اور اسی قبیل کے اور صفات پیدا ہوتے ہیں اور ان تمام ترکیبوں کا شعراء نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے اور انشاء اللہ میں عنقریب اس مدیح کے متعلق اُن شعراء کے بہترین اقوال سے ایک مقالہ صادر کرنے والا ہوں مگر اس وقت اس کے بیان کرنے سے پہلے اس بات کا ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہوں) تنبیہ - شارح نے لفظ اخلاف کو خلف وعدہ کے معنی میں قرار دے کر غلط تصور کیا ہے اور ان لفظوں میں اسکی تصحیح اور توجیہ کی ہے والصحیح عدم الاخلاف لان اخلاف الوعد

ان کل واحدة من الفضائل الاربع المتقدم ذکرھا وسط بین طرفین مذمومین وقد وصف شعراء مصیبون متقدمون قوما بالافراط فی ھذہ الفضائل حتی زال الوصف الی الطرف المذموم ولیس ذلک منھم الا کما قدمنا القول فیہ فی باب الغلو فی الشعر من ان الذی یراد بہ انما ھو المبالغة والتمثیل لا حقیقة الشئ۔ ومن الاخبار التی یحتاج الی ذکرھا وشرح الحال فیھا لیکون ذلک مثالا یبنی الامر علیہ ویعلم بہ ما یاتی من مثلہ ان کثیرا انشد عبد الملک بن مروان

علی ابن ابی العاصی دلاص حصینة ۔۔۔ اجاد المسدی نسجھا واذالھا

یؤد ضعیف القوم حمل قتیرھا ۔۔۔ ویستظلع القرم الاشم احتمالھا

اللغة۔ الدلاص درع ملساء ۔۔۔ لینة والحصینة المحکمة والمسدی رجل کان یسرد الدروع واذال الدرع ای جعل لھا ذیلا واسعا طویلا وفی العمدة عجز البیت ھکذا۔ اجاد المسدی سردھا واذالھا ویؤد من اده الامر اودا اوودا بلغ منہ المجھود والقتیر رؤس مسامیر الدروع والاستظلاع المیلان عن الاعوجاج والقرم السید المعنی کہ سابق الذکر چاروں فضیلتوں میں سے ہر ایک فضیلت دو مذموم اور ناپسندیدہ طرفوں میں ایک درمیانی اور اعتدالی مرتبہ کہتی ہے (یعنی ہر فضیلت کے ذکر کرنے میں شاعر کو افراط و تفریط دونوں سے اجتناب لازم ہے) اور التجادۂ صواب پر چلنے والے قدیم شعراء نے ان فضائل میں افراط و مبالغہ کے ساتھ بعض لوگوں کی توصیف کی ہے یہاں تک کہ ان کے اس طرز سخن نے (انتہائی مبالغہ و افراط کی وجہ سے) مذموم اور معیوب صورت اختیار کر لی حالانکہ (یہ معلوم ہے کہ) ان فضائل میں ان کا افراط کرنا اسی اعتبار سے ہے جس کو ہم نے باب الغلو فی الشعر میں بیان کیا (یعنی یہ کہ اس سے ان کا مقصود صرف مبالغہ اور اس شئے کی توصیف میں عمدگی اور خوبی پیدا کرنا اور بطور تمثیل اسکا واضح کرنا ہوا کرتا ہے حقیقت کا ہرگز قصد نہیں ہوتا) اور وہ حکایت جس کا تشریح کے ساتھ یہاں بیان کر دینا ضروری ہے تاکہ یہ ایک ایسی نظیر قرار پاسکے جس پر امر مقصود کی بنا رہے اور اسکے ذریعہ سے آنے والی مثالوں کا بھی حال معلوم ہو جائے یہ ہے کہ کثیر شاعر نے (ایک دفعہ) عبد الملک ابن مروان کے سامنے یہ شعر پڑھے (۱) ابن ابی العاصی کے جسم پر ایسی مضبوط و مستحکم زرہ ہے جس کی بناوٹ میں مُسدی نے نہایت درست کاری اور کاریگری سے کام لیا ہے اور اس کے دامنوں کو وسیع کر دیا ہے (۲) جس کی کیلوں کے بار سے کمزور آدمی جھک کر اکتا جاتا ہے اور قوت دار معزز افسر اس زرہ کو پہنے تو اس کے بار سے کج ہو کر جھکنے لگتا ہے۔

لہ کتاب العمدہ میں اس شعر کا مصرع اولی یوں ہے علی ابن ابی العاصی دلاص حصینة اجاد المسدی سردھا واذالھا۔ کثیر کے دوسرے کم نہیں ہے مگر اعشی نے آخر الذکر شعر میں بھی مبالغہ غیلان بن جنبة کا فقرہ کمرے کے بھی مبالغہ کیا ہے

وہ حسن ادا کے لحاظ سے سبکے اور ہاں کی مبالغہ سر شیر ۔۔۔ شعراء میں لبنہ ترجمہ ۔۔۔

فقال له عبد الملك قول الاعشى لقيس بن معدی کرب احسن من قولك حيث يقول له

واذا تجئ كتيبة ملمومة ۔۔۔ شهباء يخشى الذائدون نهالها

كنت المقدم غير لابس جنة ۔۔۔ بالسيف تضرب معلما ابطالها

فقال يا امير المؤمنين وصفتك بالحزم ووصف الاعشى صاحبه بالخرق والذى عندى فى ذلك ان عبد الملك اصح نظرا من كثير الا ان يكون كثير غالط واعتذر بما يعتقد خلافه لانه قد تقدم من قولنا فى ان المبالغة احسن من الاقتصار على الامر الاوسط بما فيه كفاية والاعشى بالغ فى وصف الشجاعة حيث جعل الشجاع شديد الاقدام بغير جنة على انه وان كان لبس الجنة اولى بالحزم واحق بالصواب اللغة الملمومة من لمه اى جمعه والشهباء من الكتائب العظيمة الكثيرة السلاح والرائد المرسل لطلب الماء والكلاء والنهال جمع الناهل فهو الشارب اول الشرب او العطشان والثانى اولى بالمقام والخرق فى كلام المصنف الحمق وان لا يحسن الرجل العمل المعنى

تو اس سے عبد الملک نے کہا کہ اعشی کا قول قیس ابن معدیکرب کی شان میں تیرے اس قول سے بہتر ہے جہاں کہ وہ کہتا ہے (۱) جبکہ تو لشکر کثیر و مسلح میں داخل ہوتا ہے جس کی کثرت سے گھبرا کر آب و گیاہ تلاش کرنے والوں کو ان پیاسوں کے سیراب نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو (۲) اُسوقت تو بغیر زرہ پہنے ہوئے افسری کی سر پر کلغی لگائے اس لشکر کے پہلوانوں پر اپنی تلوار سے وار کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔ پس کثیر نے عبد الملک کے جواب میں کہا اے امیر المومنین میں نے آپ کی تعریف عقلمندی اور ہوشیاری کے ساتھ کی اور اعشی نے اپنے ممدوح کو بے عقل اور بے سلیقہ بنایا اور اس باب میں میرا خیال یہ ہے کہ عبد الملک کی رائے کثیر کی رائے کے بہ نسبت زیادہ صائب ہے مگر یہ کہ کثیر نے مغالطہ دینا چاہا ہو اور اپنے اعتقاد کے مخالف امر کے ساتھ اسکے سامنے معذرت خواہی کی ہو اسلیے کہ ہم نے ابھی کافی توضیح کے ساتھ اس امر کو بیان کر دیا ہے کہ مبالغہ کرنا حد اوسط پر اکتفا کرنے کے بہ نسبت زیادہ بہتر ہوتا ہے اور اعشی نے یہ ظاہر کر کے کہ اُسکا ممدوح بغیر زرہ پہنے ہوئے سب سے زیادہ پیش قدمی کرنے والا ہے اسکے وصف شجاعت میں نہایت مبالغہ کیا ہے جس سے اُس کی شجاعت میں نہایت قوت اور بہادری میں نہایت زور پیدا ہو گیا) علاوہ بریں اگرچہ زرہ پوش ہو کر (مقابلہ کرنا) نہایت ہوشیاری اور خرامت کی دلیل ہے ـ تنبیہ ـ عشی کے

ف اس شعر کو عقد فرید میں بطرز دیگر لکھا ہے و اذا تجئ کتیبة مکروهة ملمومة یخشی العدو نزالها اور دوسرے شعر میں بجائے جنة کے جبة اور معلما کے مقام پر مقنعا نقل کیا ہے اعشی کے اس مضمون کے برخلاف مسلم بن ولید کا یہ شعر ہے ـ تراه فی الامن فی درع مضاعفة لا یامن الدهر ان یدعی الی اجل ـ یزید نے جب یہ شعر سنا تو مسلم پر یہی اعتراض کیا جو عبد الملک نے کثیر پر کیا تھا اور مسلم نے وہی جواب دیا جو کثیر نے دیا ولا یخفی ان المبالغة فی مثل المقام اولی من ترکها لتوکید المرام ۱۲ منه

ففي وصف الاعشى دليل قوى على شدة شجاعة صاحبه لان الصواب ولا لغيره الا لبس الجنة وقول كثير تقصير في الوصف. فلنرجع الى ذكر مدائح الشعراء المحسنين ثم نأتي بعد ذلك بصدر يشتمل على افتنانهم في المدح ليكون مثالا لما تقدم الاخبار عنه وعبرة في اختيارات المديح۔

فمن ذلك قول زهير بن ابي سلمى

يطلب شأو امرئين قدما حسنا	نالا الملوك وبذا هذه السوقا
هو الجواد فان يلحق بشأوهما	على تكاليفه فمثله لحقا
او يسبقاه على ما كان من مهل	فمثل ما قدما من صالح سبقا

اللغة الشأو الغاية والامد والبذ الغلبة والسبقة والسوق بضم السين وفتح الواو جمع السوقة وهي الرعية وقوله على علاته اى على كل حال المعنى گمراعشی کے قول میں اسکے ممدوح کی شجاعت کا زیادہ ثبوت ملتا ہے اس لیے کہ اسکی نظر میں ممدوح کے لیے اسکی کمال دلیری کی وجہ سے زرہ کا نہ پہننا ہی قرین صواب ہے چاہے ممدوح کے علاوہ اور بہادروں کیلئے زرہ کا پہن کر جنگ کرنا قرین صواب اور مدخل حزامت ہو (بہرطور) اعشی کے قول میں اسکے ممدوح کی دلیری اور اطمینان قلبی کا نہایت قوی ثبوت ملتا ہے بخلاف ممدوح کثیر کے کہ اسکے لیے سوائے زرہ پوشی کے اور کوئی صفت موقع جنگ پر نہیں پائی جاتی پس کثیر کے قول میں یقیناً توصیف شجاعت کے متعلق تقصیر پائی جاتی ہے پس اب ہم خوشگو شعراء کے قصائد کا ذکر کرنے کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر اسکے بعد ایک ایسا مقالہ افتتاحی معرض بیان میں لائینگے جو انکے تمام اقسام مدیح پر مشتمل ہوگا تاکہ یہ گزشتہ بیانات کی نظیر اور منتخب اقسام مدیح کیلئے معیار قرار پاسکے پس انھیں اقسام میں سے زہیر کے یہ اشعار ہیں (۱) ممدوح اپنے باپ اور دادا کی رفتار پر چلنا چاہتا ہے جو اپنے بہترین کارنامے پیش کر چکے اور وہ بادشاہی مراتب پر فائز ہوئے اور ان معمولی رئیسوں سے آگے بڑھ گئے (۲) وہ ممدوح مثل اسپ تیز گام کے ہے پس اگر وہ اپنی ذاتی کدوکاوش کے ذریعہ سے انکی حد رفتار تک پہونچگیا تو کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ اسکے ایسے مراتب مذکورہ تک پہونچ ہی جاتے ہیں۔ (۳) یا اگر وہ گنجائش وقت کے بدولت اُس سے آگے بڑھ گئے تو کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ جو افعال حسنہ اُنھوں نے پیش کیے اُسی کے مطابق میدان مکارم میں اُنھوں نے سبقت حاصل کی

ومن هذه القصيدة

من يلق يوما على علاته هرما	يلق السماحة منه والندى خلقا
ليث بعثر يصطاد الرجال اذا	ما كذب الليث عن اقرانه صدقا
يطعنهم ما ارتموا حتى اذا طعنوا	ضارب حتى اذا ما ضاربوا اعتنقا
فضل الجواد على الخيل البطاء فلا	يعطى بذلك ممنونا ولا نزقا
هذا وليس كمن يعيا بخطبته	وسط الندى اذا ما ناطق نطقا
لو نال حي من الدنيا بمكرمة	افق السماء لنالت كفه الافقا

اللغة عثر على وزن فعّل بالتشديد موضع باليمن وقيل هي ارض ماسدة بناحية تبالة والمراد بالصدق التقدم في الحرب وبالكذب التاخر عنها الممنون المقطوع عن المسير للاعياء والنزق من نزق الفرس كسمع ونصر وضرب نزقا وتقدم خفة ووثب والندى كالنادى والندوة والمنتدى مجلس القوم نهاراً ام المجلس ما داموا مجتمعين فيه المعنى اور اس قصیدہ کے بعض اشعار یہ ہیں (۱) جو شخص ہرم (ابن سنان) سے اسکے مالی مشکلات میں مبتلا ہونے کے باوجود ملاقات کریگا تو جود و سخاوت کو اسکی خلقی اور فطری صفت پائیگا (یعنے وہ فطرتاً جواد و کریم ہے اسلیے ہر حال میں اسکا اثر ظاہر ہوکے رہتا ہے) (۲) وہ بیشۂ عثر کا ایسا شیر ہے جو بہادروں کا شکار کیا کرتا ہے جب اُن بہادران جنگ کی شجاعت اپنے ہمسروں کے سامنے بالکل بے حقیقت ثابت ہو اس وقت اسکی شجاعت کی سچائی ظاہر ہوتی ہے (۳) ممدوح جبتک اسکے مقابل کے بہادر تیر اندازی کرتے ہیں نیزہ بازی کرتا ہے اور جب وہ لوگ نیزہ بازی پر آمادہ ہوتے ہیں تو شمشیر زنی سے کام لیتا ہے اور جب ان لوگوں کی طرف سے شمشیر زنی کی نوبت پہونچتی ہے تو وہ گردنوں میں ہاتھ دے کر انھیں پچھاڑ دیتا ہے (۴) سست رفتار گھوڑے پر سبک رو تیز رفتار گھوڑے کی فضیلت ثابت ہے پس جواد کا لقب گھوڑے کو ایسی حالت میں نہیں دیا جاتا جب وہ رُک رُک کر چلے یا چلنے کے بعد فوراً .... تھک کر رفتار سست کردے (پس جسطرح تیز گھوڑے کو سست گھوڑے پر شرف حاصل ہے اسی طرح ممدوح کو اسکے ذاتی فضائل کی وجہ سے اور لوگوں پر فضیلت ہے) (۵) یہ صفتیں تو ہے ہی ہیں انکے علاوہ اسمیں یہ صفت بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اُن لوگوں کے مثل نہیں ہے جو وسط مجلس میں جبکہ تقریر کرنے والے تقریر کررہے ہوں خطابت سے عاجز نظر آئیں (نہیں بلکہ وہ بڑا خطیب اور گویا ہے) (۶) اگر دنیا کے لوگ اپنی کوششوں کی بدولت بزرگی میں افق آسمان تک پہنچ جائیں تو ممدوح (بیٹھے بیٹھے آسمان) کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا ہے۔

اگر مابعجز ہونے کے معنی میں اسے یعیا ی کے ساتھ پڑھا جائے تو شاید زیادہ بہتر و مناسب ہو منہ

ومن اخرى له

هنالك ان يستخبلوا المال يخبلوا ... وان يسألوا يعطوا وان ييسروا يغلوا

وفيهم مقامات حسان وجوهها ... واندية ينتابها القول والفعل

فان جئتهم الفيت حول بيوتهم ... مجالس قد يشفى باحلامها الجهل

على مكثريهم حق من يعتريهم ... وعند المقلين السماحة والبذل

سعى بعدهم قوم لكي يدركوهم ... فلم يدركوا ولم يلاموا ولم يألوا

فما كان من خير اتوه فانما ... توارثه اباء اباءهم قبل

وهل ينبت الخطى الا وشيجه ... وتغرس الا في منابتها النخل

اللغة - الاستخبال الاستعارة والاخبال الاعارة وقوله ييسروا من الميسر وهو الالعب بالقداح وهو الجزور التى كانوا يتقامرون عليها والاحلام جمع حلم بالكسر وهو الاناة والعقل ومنه ام تامرهم احلامهم واعتراه كعراه غشيه طالبا معروفه - قوله يألوا من الايا لوا لوا الوا اذا الوّا والتيا قصر وابطأ والوشيج شجر الرماح المعنى اب زہیر کے دوسرے قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں (۱) اس جگہ کچھ ایسے کریم لوگ ہیں کہ اگر ان سے مال عاریت طلب کیا جائے تو وہ عاریت دیدیتے ہیں اور اگر اُن سے کچھ سوال کیا جائے تو بخشش کرتے ہیں اور اگر اُن سے قمار بازی کی خواہش کی جائے تو وہ اسے بھی انتہا کو پہونچا دیتے ہیں (۲) اور انکے احاطہ شرف میں روشن رو اچھے اچھے لوگوں کے بڑے مجمع رہتے ہیں اور انکی انجمنیں بھی ایسی ہیں جنمیں انکے قول وفعل دونوں قابل مدح ہوتے ہیں (۳) اور اگر تم ان کے پاس آؤ تو انکے مکانات کے ارد گرد ایسی مجلسیں پاؤ گے جنکے عقل وفہم کے طفیل سے مرض جہالت دور ہوجاتا ہے (یعنے وہاں ہر وقت علمی چرچے ہوا کرتے ہیں) (۴) انکے تونگر تو سائلوں پر بخشش کرنا لازم ہی سمجھتے ہیں لیکن انکے کم دولت والے بھی ایسے ہیں جو بخشش وسخاوت سے (کسی وقت) خالی نہیں رہتے۔ (۵) انکے بعد کے آنے والوں نے انکے مراتب تک پہونچنے کی کوشش کی لیکن وہ ان مراتب تک نہ پہونچ سکے اور اسپر ان کو کسی نے برا بھی نہیں کہا (اور سچ تو یہ ہے کہ انکی اسمیں کوئی تقصیر بھی نہیں کیونکہ ان کی طاقت سے یہ امر باہر تھا۔ (۶) پس جو کوئی بھی اچھی بات اُن سے سرزد ہو (تو کوئی جائے تعجب نہیں) اسلیے کہ خیر تو ان کی میراث میں داخل ہے اور انکے آباؤ اجداد اپنی اولاد کو پہلے ہی سے اسکا وارث بنا گئے ہیں (۷) اور (کیوں نہو) کیا نیزۂ خطی اپنے مخصوص درخت کے سوا اور کسی چیز سے پیدا ہوسکتا ہے اور درخت خرما اپنے مناسب محل کو چھوڑ کر کسی اور جگہ بویا جاسکتا ہے (ہرگز نہیں بلکہ شیر کے بچے شیر ہی ہوتے ہیں اور آم کا پیوند املی میں نہیں لگایا جاسکتا۔

[1] کتاب الصناعتین میں اس مصرعہ کو اسطرح وارد کیاہے هنالك ان يستخولوا المال يخولوا ۱۲ منہ

[2] یشفى بها کے مقام پر صناعتین اور عقد فرید وغیرہ میں ینتابہا ہے بجائے سیاسی ۱۲ منہ

ولزهير يمدح بنی الصیداء

انی سترحل بالمطیّ قصائدی	حتی تحل علی بنی ورقاء
من حالهم یتوارثون ثناءها	رهن لآخرهم بطول بقاء
حلماء فی النادی اذا ما جئتهم	جهلاء یوم عجاجة ولقاء
من سالموا کال الکرامة کلها	او حاربوا الوی مع العنقاء

وله

ان البخیل ملوم حیث کان ولـٰــکن الجواد علی علاته هرم

هو الجواد الذی یعطیك نائله عفوا ویظلم احیانا فیظلم

اللغۃ العجاجۃ الغبار۔ اعطاہ عفوا ای بغیر مسئلۃ المعنی - اور یہ کلام بھی زہیر کا ہے بنی صیداء کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے (۱) عنقریب میرے قصائد اونٹوں پر سفر کرکے بنی ورقاء تک پہونچنے والے ہیں (۲) یہ قصائد انکی مدح کی صورت میں ان تک پہونچے ہیں اور اُن میں کچھ ایسی خوبی کے ساتھ ان لوگوں کی ثنا کی گئی ہے جس سے انکے صفات اچھی طرح ظاہر ہوگئے اب ان خوبیوں کا انتساب نسلاً بعد نسل ان لوگوں سے سلب نہیں ہوسکتا اور اس مدح کا شرف آخر افراد تک انکے خاندان میں ہمیشہ کے لیے گویا رہن ہوگیا ہے (۳) سنجیدہ لوگوں کی محفلوں میں یہ لوگ علم و حلم سے آراستہ نظر آتے ہیں اور روز جنگ جبکہ لڑائیوں کی کشمکش سے میدان جنگ غبار آلود ہو رہا ہو تو اسوقت (بسبب زیادتی شجاعت کے) نا عاقبت اندیش جہلا کیطرح مصروف کارزار ہو جاتے ہیں (۴) جس سے یہ لوگ صلح کے ساتھ پیش آئے تو اس نے (خیریت سے رہنے کے علاوہ) پوری بزرگی حاصل کرلی اور جس سے انھوں نے جنگ اختیار کی تو وہ عنقا کا ہمسفر بنکر بے نشان اور لاپتہ ہو گیا - یہ شعر بھی اُسی کے ہیں (۱) بخیل جہاں کہیں بھی ہو قابل ملامت ہے لیکن باوجود اپنی پریشانیوں کے اگر دنیا میں کوئی سخی ہے تو وہ صرف ہرم (ابن سنان کی ذات) ہے (۲) وہی ایسا سخی ہے جو بغیر مانگے تجھکو اپنی بخشش عطا کرتا ہے اور دفاع کی قدرت کے باوجود کبھی کبھی ظلم و زیادتی کو بھی برداشت کرلیتا ہے -

۵۱ زہیر کے اس قصیدہ میں مدح کی جو دو سخا کے متعلق اونچی بہترین اشعار ہیں جن کا ایک شعر یہ ہے - وان اتاہ خلیل یوم مسئلۃ یقول لا غائب مالی ولا حرم - اس قصیدہ کا مطلع جو نہایت معروف و مشہور ہے یہ ہے - قف بالدیار التی لم یعفہا القدم - بلی وغیرہا الارواح والدیم - زہیر ہرم ابن سنان کے مخصوص مداحوں میں تھا اور اسکی انہی ان قصائد کی بدولت بہت بڑی عزت [illegible]

[illegible]

ومن ذلك قول الحطيئة فی بنی بغیض

وان التی نکبتها عن معاشر علیّ غضاب ان صددت کما صدوا

اتت آل شماس بن لائی وانما اتاھم بھا الاحلام والحسب العد

ومنھا

یسوسون احلاما بعیدا اناتھا وان غضبوا جاء الحفیظة والجد

اقلوا علیھم لا ابا لابیکم من اللوم اوسدوا المکان الذی سدوا

اولئك قوم ان بنوا احسنوا البنا وان انعموا لا کدروھا ولا کدوا

وان کانت النعماء فیھم جزوا بھا وان عاھدوا اوفوا وان عقدوا اشدوا

اللغۃ۔ العِد بالکسر القدیم والکثیر وقولہ لا ابا لابیکم دعاء فی المعنی وخیر فی اللفظ

المعنی۔ اور اسی قبیل سے بنی بغیض کے بارے میں حطیئہ کے یہ اشعار ہیں (۱) اور البتہ میرے وہ قصائد جنکا رخ میں نے ان لوگوں کی طرف سے پھیر دیا جو اس بنا پر مجھ سے خفا تھے کہ جیسے وہ مجھ سے برگزشتہ ہوئے میں بھی انسے منحرف ہوگیا (۲) آل شماس ابن لائی کی طرف متوجہ ہوئے اور اصل بات یہ ہے کہ انکی قدیمی عزت اور عقل وبردباری نے اُن قصائد کو اُن تک پہونچا دیا۔ اور اسی قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔ (۱) اور وہ لوگ اپنی ایسی عقل وبردباری سے کام لیتے ہیں جسکے تحمل اور برداشت کا زمانہ طویل ہے (یعنی عرصہ تک وہ اپنے دشمن سے درگزر کرتے ہیں) اور اگر (کبھی) غضبناک ہوگئے تو پھر انکی طرف سے پوری کوشش اور حفظ آبرو کا وقت آموجود ہوتا ہے (۲) آبائی عزت کے ملنے کی طمع نہ کرتے ہوئے تمھیں چاہیے کہ ان پر ملامت کرنے کو تھوڑا کم کردو یا تحصیل شرف میں تم بھی اُن ہی کے قائم مقام بن جاؤ (۳) یہی وہ لوگ ہیں کہ اگر کسی بزرگی کی بنیاد ڈالی تو اسکو خوبصورتی سے حد تکمیل تک پہونچایا اور اگر نعمتوں کے ذریعہ سے کسی پر احسان کیا تو اسکو طعن وتشنیع کی کدورت سے نہ تو مکدر کیا اور نہ اذیت رسانی کے باعث ہوئے (۴) اور اگر ان پر کسی کا احسان ہوتا ہے تو وہ اسے فوراً اُتار دیتے ہیں اور اگر انھوں نے کسی سے عہد وپیمان کیا تو اسے پورا کردیتے ہیں اور جو بات دل میں ٹھان لیتے ہیں تو اس کی گرہ کو کس دیتے ہیں (یعنی بے کیئے نہیں چھوڑتے ہیں)۔

وتعذلني ابناء سعد عليهم　　وما قلت الا بالذي علمت سعد

ومن ذلك قول الاخطل

صم عن الجهل عن قيل الخنا خرس　　وان المت بهم مكروهة صبروا

شمس[۱] العداوة حتى يستقاد لهم　　واوسع الناس احلاما اذا قدروا

ومن ذلك ما انشدنا احمد بن يحيى

ميامين يرضون السياسة ان كفوا　　ويكفون ان ساسوا بغير تكلف

اذا صرفوا للحق يوما تصرفوا　　اذا الجاهل الخيرات لم يتصرف

وان كان فيهم موسر يقن فضله　　وان كان فيهم معسر لم يطوف

اللغة- الخنا الفحش وقوله شمس العداوة اما من شمس الفرس اذا صعب قياده ومنع ظهره او من شمس الرجل اذا ابدى عداوة ويستقاد من القود وهو القصاص المعنی (۵) مجھے انکا مداح پاکر سعد کے بیٹے انکی مخالفت میں میری ملامت کرتے ہیں حالانکہ انکی مدح کے متعلق میں وہی کہتا ہوں جس سے بنی سعد بخوبی واقف ہیں (یعنی انکے صفات حسنہ سعد کو بھی تسلیم ہیں) اور اسی طرح اخطل کے بھی شعر ہیں (جن میں ایک قوم کی بہترین مدح کرتے ہوے کہتا ہے) (۱) بہروں کی طرح ان لوگوں کے کان جاہلانہ گفتگو کے سننے سے عاجز ہیں اور ان کی زبانیں بیہودہ گوئی پر گونگوں کی طرح قدرت نہیں رکھتیں اور اگر ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اسپر صبر کرلیتے ہیں (۲) اور جب تک انکی حمایت میں قصاص و انتقام نہ لیا جائے انکی جوش مارنے والی عداوت کسی طرح دبتی نہیں اور جب دشمن انکے قابو میں آجائے تو ان سے بڑھکر کوئی حلیم اور درگزر کرنے والا نہیں۔ اور اسی قسم کے وہ شعر ہیں جنکو احمد ابن یحییٰ نے ہمارے سامنے پڑھا (۱) وہ مبارک ہستیاں اگر اعانت اور دستگیری پر آمادہ ہوئیں تو نہایت خوشی کے ساتھ رعیت داری کا انتظام کریں اور اگر وہ رعیت داری پر تیار ہوں تو بلا تکلف اسکے لیے کافی ہوجائیں (۲) وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر حق کی طرف موڑے جائیں تو مڑجائیں جبکہ کار خیر سے ناآشنا شخص حق کی جانب (کسی طرح) نہ مڑتا ہو (۳) اور اگر ان میں کوئی تونگر ہوتا ہے تو وہ اپنے جود و کرم میں اصول شرافت کا پابند رہتا ہے اور اگر ان میں کوئی تنگدست ہوتا ہے تو گدائی کے لیے وہ در بدر نہیں پھرتا (بلکہ ان کے مالدار لوگ گھر بیٹھے انکی اعانت کرتے ہیں۔

[۱] ایک موقع پر عبد الملک ابن مروان اور اُسکے دونوں بیٹے ولید و سلیمان اور حجاج ان سب کا اجتماع ہوا عبد الملک نے بطور آزمایش علمی بیٹوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تمھارے نزدیک عرب کے بہترین اشعار میں سب سے بہتر کون شعر ہے ولید نے کہا جریر کا یہ شعر

الستم خیر من رکب المطایا　　واندی العالمین بطون راح

اور سلیمان نے کہا نہیں بلکہ اخطل کا یہ شعر بہتر ہے

شمس العداوة الخ

اور حجاج نے کہا کہ نہیں بلکہ مدح میں سب سے بہتر شعر یہ ہے - نعیثون

ہو شیعی کے - تعیثون
خلق ما اتقی کلا بصرہ
واحتیلون عن السوارۃ

المقبل - ۱۲ منہ

وانشدنا ایضا

وفتیان صدق بائتین صحبتهم ۔ یزید هم هول الجناب تاسیا

فان یك خیرا احسنوا اسرابها ۔ وان كان شرا اشربوه تحاسیا

وانشدنا

اذا المحل انسی العفة الناس خ ببت ۔ وجامت عن الاحساب بكر بن وائل

بهم بعض ما بالناس لكن یردهم ۔ حیاء عفاف عن دنیٔ الماكل

وانشدنا

یذكرنی بشرا بكاء حمامة ۔ علی فنن من بطن بیشة مائل

اللغة - التحاسی الشرب شیئاً بعد شیٔ - المحل القحط الفنن محركة الغصن ج افنان جج افانین وبیشة واد بطریق مكة ماسدۃ المعنی ابو احمد ابن یحییٰ نے یہ شعر بھی ہمارے سامنے پڑھے - اور اکثر میں اپنے ایسے پریشان حال دیا دلیر، اور سچے دوستوں کا ہم صحبت رہا جنکے صحن خانہ کا غیر معمولی تغیر جو کسی گھبراہٹ کا باعث ہوسکتا ہوا انھیں ہمدردی سے نہیں روکتا بلکہ ایسے موقع پر انکی ہمدردی اچھی سے اور بڑھ جاتی تھی (۲) پس اگر وہ فکر میں ڈال دینے والا تغیر کسی اچھی صورت میں نظر آیا (یعنے مثلاً مہمانوں کا قافلہ وارد ہوگیا تو وہ جمعیت خاطر وسعت اخلاق کے ساتھ انکی خاطر اور معلادات میں مصروف ہوجاتے اور اگر وہ تغیر کسی خطرہ کی صورت میں پیدا ہوا (یعنی مثلاً دشمن ٹوٹ پڑے تو اسے نہایت آسانی کے ساتھ (مثل پانی کے) پی جاتے ہیں (یعنے اطمینان سے اسکی سختیاں جھیل کر اسکو دور کردیتے ہیں - اور اس نے یہ اشعار بھی ہمارے سامنے پڑھے (۱) جبکہ قحط لوگوں کے ذہنوں سے عفت اور غیرت کے خیال کو بھلادے اسوقت بکر ابن وائل اپنی شرافت نسبی پر کوئی دھبہ نہیں آنے دیتے (یعنی ایسے سخت وقت میں جبکہ ارباب عفت وغیرت بھی شدت قحط سے مجبور ہوکر اپنی عفت وغیرت کو محفوظ نہ رکھ سکیں یہ لوگ اپنی اپنی آبرو کو محفوظ رکھتے ہیں اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے (۲) اگرچہ اور لوگوں کی طرح یہ بھی اسوقت ضرور تمند اور صاحب حاجت ہوتے ہیں مگر ان کو ذلت کے ساتھ شکم پری کرنے سے انکی فطری عفت وغیرت مانع ہوتی ہے - اور اسی نے یہ اشعار بھی پڑھے (جن میں بشر کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے (۱) وادی بیشہ کے اک درخت کی جھکی ہوئی شاخ پر کبوتری کی فریاد وزاری نے مجھے (مرنے والے) بشر کو یاد دلادیا۔

فتی مثل صفو الماء لیس بباخل | بخیر ولا مهد ملاما لباخل
ولا ناطق الله احد وثنه السبق مجیبا | باظهارها فی المجلس المتقابل
تری اهله فی نعمة وهو شاحب | طوی البطن مخماص الضحی والاصائل

والنشد نا محمد بن زیاد الحارثی

تخالهم للحلم صما عن الخنا | وخرسا عن الفحشاء عند التهاجر
ومرضی اذا لوقوا حیاء وعفة | وعند الحفائظ کاللیوث الخوادر

اللغة - ۱ الخوادر الاسود ما دامت فی عرینها المعنی - (۱) وہ صاف وشفاف پانی کے مثل ایک بے کینہ اور صاف دل جوان تھا خیر وخیرات میں کبھی وہ بخل کرنے والا نہ تھا اور نہ کسی بخیل وکنجوس کے عیب سے چشم پوشی کرنے کی جگہ اُس کے آگے لعنت وملامت کا تختہ پیش کرنے کو پسند کرنے والا تھا - (۲) اور نہ کسی مقابلہ کی محفل میں اپنے اقدامات پر خوش ونازاں ہوکر ان کے اظہار پر آمادہ ہونے والا تھا (یعنی خود ستائی اسے ناپسند تھی) (۳) اور اسکے اہل وعیال کو تم نعمت وراحت میں دیکھو گے درانحالیکہ وہ خود شب وروز گرسنہ وپریشاں حال رہتا تھا - اور اُس نے محمد ابن زیاد حارثی کے یہ اشعار بھی ہمارے سامنے پڑھے - (۱) وہ اپنے حلم وبردباری کی وجہ سے بیہودہ باتوں کے سُننے سے ایسے متنفر ہوتے ہیں کہ تم ایسی باتوں کے موقع پر انھیں بہرہ سمجھو گے اور بیہودہ گوئی کے وقت بدکلامی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے ان کو گونگا خیال کرو گے (۲) اور جب تم ان کی ملاقات کو باز نوشتات حیا وعفت کی وجہ سے انھیں بیمار سمجھنے لگو اور اگر لڑائی میں نام آوری حاصل کرنے کے موقع پر ان سے ملاقات کرو گے تو ان کو شیران بیشۂ شجاعت پاؤ گے -

ملاّ اس شعر کو کئی پرالیاہ والتبیین میں اس طرح نقل کیا ہے:
ولا رافع احدی وثنۃ السوء معجبا بہا بین ایدی المجلس المتقابل - اور اسکے قبل دو شعر اس طرح وارد کیے ہیں
ولا قائل عوراء تؤذی رفیقہ
ولا رافع راسا بعوراء قائل
ولا مسلم مولی لامر یصیبہ
ولا خاذل حقاً مصیباً باباطل
۱۲ منہ

لهم ذل انصاف وانس تواضع　　ومن عزهم ذلت رقاب العشائر

كان بهم وصما يخافون عاره　　وليس بهم الا اتقاء المعائر

ثم من لم يتمرأ الا ان من يجمل المديح فيكون ذلك بابا من ابوابه حسنا ايضا

لبلوغه الارادة مع خلوه عن الاطالة وبعده من الاكثار ودخوله في باب الاختصار

فمن ذالك قول الحطيئة

تزور امرأ يعطي على الحمد ماله　　ومن يعطا اثمان المكارم يحمد

اللغة - الوصم العار - المعني (۳) اور اُن کو اپنے حاجت کے خلاف انصاف کرنے میں دبنا پڑتا ہے اور ان کے عجز و انکساری کی وجہ سے لوگ ان سے مانوس رہتے ہیں حالانکہ وہ ایسے عزت دار ہیں کہ ان کے آگے تمام قبیلوں کی گردنیں جھکی رہتی ہیں (۴) وہ ایسے منکسر ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب ہے جسکے عار و ننگ میں مبتلا ہونے سے وہ ڈرتے ہیں حالانکہ ان میں انھیں برائیوں سے بچنے کے علاوہ اور کوئی عیب نہیں ہے (یعنی ان میں کوئی عیب ہی نہیں ہے۔

پھر شعراء میں اسوقت کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو مدح میں جہاں اختصار سے کام لیتے ہیں تو یہ باب بھی ابواب مدح سے پسندیدہ اور قابل تعریف ہے اسلیے کہ اسمیں شاعر کی مراد اختصار کے ساتھ ادا ہوجاتی ہے اور طول کلام اور فضول گوئی سے بھی (جو سامع کے لیے گھبرانے اور اکتا جانے کا باعث ہوتا ہے) احتراز ہوجاتا ہے۔ اور بعض قدیم شعراء نے بھی یہ اسلوب اختیار کیا ہے) چنانچہ حطیئہ کے یہ اشعار ہیں جنمیں اپنے ممدوح کی اک جامع اور مختصر مدح کرتے ہوئے کہتا ہے ۔ (۱) اگر تم ممدوح کی ملاقات کروگے تو اسے ایک ایسا آدمی پاؤگے جو اپنی مدح و ثنا پر اپنے مال بخشتا ہے اور جو شخص بھی اپنے حسنات حسنہ کو کل توصیف میں لانے کی قدر اسے ہوئے اسکی قیمتیں ادا کردے گا اس کی ضرور مدح و ثنا کی جائے گی (چونکہ ممدوح انعام و اکرام سے اپنے مداحوں کی قدردانی اور عزت افزائی کرتا رہتا ہے اسلیے وہ لوگ بھی اسکی مدح سرائی میں ہمہ وقت رطب اللسان رہتے ہیں)۔

یری البخل لا یبقی علی المرء ماله	و یعلم ان المال غیر مخلد
کسوب و متلاف اذا ما سألته	تهلل و اهتز اهتزاز المهند
متی تأته تعشو الی ضوء ناره	تجد خیر نار عندها خیر موقد

فقد تصرف فی الابیات الاولی فی اصناف المدیح المتقدم ذکرها و اتی بجماع الوصف و جملة المدیح علی سبیل الاختصار فی البیت الاخیر

ومن ذلك قول الشماخ

رأیت عرابة الاوسی یسمو	الی الخیرات منقطع القرین
اذا ما رایة رفعت لمجد	تلقاها عرابة بالیمین

اللغة۔ عشا عشوا و عشوا الی النار و الی الامر و استلیل فقصد ورأیبیا ادلۃ الرتقی والمنقطع القرین العدیم النظیر **المعنی** (۱) وہ جانتا ہے کہ بخل کرنے سے انسان کا مال باقی نہیں رہ سکتا اور یہ بھی یقینی طور پر جانتا ہے کہ مال ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے (تو جو شخص بخل کو غیر مفید اور مال کو فانی سمجھتا ہو اسکی سخاوت کی کیا تعریف کی جا سکتی ہے) (۲) ممدوح (اپنی محنت اور کاوش سے) مال کا بہت حاصل کرنے والا اور پھر اسکو راہ سخاوت میں بہت لٹانے والا ہے جب تم اسکے پاس سائل بن کے آؤ تو اس کا چہرہ فرحت سے اس طرح چمکنے لگتا ہے اور وہ یوں خوشی سے جھومتا ہے جیسے ہندی تلوار چمکتی اور حرکت کرتی ہوئی نمودار ہو (۳) جب تم اسکی روشن کردہ آگ کی روشنی دیکھتے ہوئے اسکے پاس آؤ تو ایک بہترین آتش کا مشاہدہ کرو گے جسکے پاس اسکا بہترین روشن کرنے والا بھی موجود ہوگا۔ پس اس شاعر نے پہلے اشعار میں سابق الذکر اقسام مدح کا مختلف طریقوں سے استعمال کیا ہے اور آخر کے شعر میں پوری توصیف اور کامل مدح کا مختصر طور پر اظہار کر دیا۔ اور اسی قسم سے شماخ کے بھی یہ شعر ہیں جن میں نہایت اختصار کے ساتھ ممدوح کی توصیف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ (۱) میں عرابہ اوسی کو دیکھتا ہوں کہ وہ تن تنہا بغیر کسی شریک کے کار خیر کی تحصیل میں اوج ترقی پر چڑھتا نظر آتا ہے (۲) جب کبھی عزت بزرگی کا نشان بلند کیا جائے تو عرابہ اسکو اپنے داہنے ہاتھ سے اٹھا لیتا ہے

ـــــــــــ

۱ حطیہ کا یہ مدحیہ شعر درحقیقت قابل مدح و تحسین ہے عقد فرید وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس شعر کو جب حضرت عمرؓ نے سنا تو ان کی زبان پر بیساختہ فقرہ ذالک رسول اللہ جاری ہوا جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے کہ لوگ پہلے جود و سخا کے بیان میں عشی کے اس شعر کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

۲ لیکن جب سے حطیہ کا یہ شعر سنا تو اعشی کا شعر ... نظروں سے گر گیا ...

۳ ... ان یعطلک الیوم ... مثال المکلفیہ ... ۱۲ منہ

[illegible]

وقد اومأ السمط بن مروان ابی حفصة فی مدح شرحبیل بن معن بن زائدة ایماء موجزا طریفا اتی علی کثیر من المدح باختصار و اشارة بدیعة فقال

رأیت ابن معن افتن الناس جوده ۔۔۔ فکلفت قول الشعر من کان مفحما

وارخص بالعدل السلاح بارضنا ۔۔۔ فما یبلغ السیف المهند درهما

ومن الشعراء ایضا من یغرق فی المدح بفضیلة واحدة او اثنتین فیاتی علی آخرها فی کل واحدة منهما او اکثر وذلك اذا فعل مصیبا به الغرض فی الوقوع علی الفضائل ومقصرا عن المدح الجامع لها لکنه یجود المدیح حینئذ کلما اغرق فی اوصاف الفضیلة و اتی بجمیع خوا صها او اکثرها

اللغات۔ المفحم کمکرم العی ومن لا یقدر یقول شعراً المعنی۔ اور البتہ سمط ابن مروان ابی حفصہ نے بھی شرحبیل ابن معن ابن زائدہ کی مدح میں نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ پاکیزہ اور لطیف اشارہ کیا ہے جس میں اُسنے اک نئے طرز سے مدح کثیر کو تھوڑی سی لفظوں میں اشارۃً ظاہر کردیا پس وہ کہتا ہے (۱) میں نے معن ابن زائدہ کے بیٹے کو دیکھا کہ اُس کی سخاوت نے لوگوں کو اُس کا مفتون بنادیا (یہاں تک کہ میں کہہ سکتا ہوں) کہ اُس نے ایسے لوگوں کو بھی شعر گوئی کی زحمت میں مبتلا کردیا جن میں قوت گویائی کچھ بھی نہ تھی (یعنے انعام کے لالچ میں غیر شاعر بھی شاعر ہوگئے (۲) اور اُس نے ہمارے ملک میں اپنے عدل و داد کی وجہ سے سلاح جنگ کو ایسا ارزاں کردیا کہ ہندی ایسی (قیمتی) تلوار بھی ایک درہم کو نہیں پوچھی جاتی ۔ اور بعض شعرا ایسے بھی ہیں جو ایک یا دو فضیلت کا ذکر کرکے مدح کرنے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں مگر وہ انھیں دو چار فضیلتوں کو لے کر اُنھیں اُن کی آخر حد تک پہونچادیتے ہیں۔ پس غرض مطلوب تک پہونچتے ہوئے اظہار فضائل کے نسبت جب ایسا کیا جائے گا اور تمام فضائل کے ذکر میں کمی کی جائے گی تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن پورے طور سے مدح اس حالت میں اُسی وقت اچھی سمجھی جائے گی جبکہ شاعر فضائل مذکورہ میں مبالغہ سے کام لے اور اُنکے تمام یا اکثر خصوصیات کو معرض بیان میں لے آئے۔

وذلك مثلا في الجرأة والاقدام كما قال الفرزدق لسالم الغدانی حين قتل قاتل اخيه العائذ بجوار عبد الملك۔

اذا کنت في دار تخاف بها الردى | فصمم كتصميم الغداني سالم
سخا طلبا للوتر نفسا بموته | فمات كريما عائفا للملائم
نقي ثياب الذكر من دنس الخنا | يناجي ضميرا مستدق التزائم
اذا هم اقرى هامه هم ماضيا | على الهول طلاعا ثنايا العظائم
ولما رأى السلطان لا ينعشونه | فقضى بين ايديهم بابيض صارم

اللغة - الوتر بالكسر الذحل اى الثار عاف الشئ عيفا وعيفانا بحركة وعيافا وعيافة كرهه وناجاه مناجاة ونجاء ساره والمستدق المحكم المستقيم واقرى فعل الماضي من الاقراء وهو طلب الضيافة والثنايا جمع ثنية وهي العقبة - المعنى اور یہ جیسا کہ جرأت واقدام کے متعلق فرزدق نے سالم غدانی کی توصیف میں کہا ہے جبکہ سالم نے اپنے بھائی کے قاتل کو جس نے جوار عبدالملک میں پناہ لی تھی قتل (۱) جب تو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں تجھے ہلاکت کا خوف واندیشہ ہو تو سالم غدانی کی طرح اپنے ارادے کو پختہ اور مستحکم کرلے (۲) جس نے (بھائی کے) طلب انتقام میں اپنی جان دیدی (اور بادشاہ سے کچھ نہ ڈرا) پس وہ شریفانہ موت کے ساتھ ملامتوں سے پرہیز کرتا ہوا مرگیا (۳) اس کا ذکر خیر مثل پاکیزہ لباس کے ہر برائی سے پاک وصاف ہمیشہ نہایت اچھی طرح ہوتا ہے اور وہ اپنے ایسے دل سے سرگوشیاں کرتا ہے جسکے ارادے مستحکم ہوتے ہیں (سوائے اپنے دل کے کسی سے مشورہ نہیں لیتا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے (۴) جب وہ مہمانی کے لیے اسباب ضیافت فراہم کرنے کا قصد کرتا ہے تو اگرچہ اُس مراد کے پورا کرنے میں کیسے ہی ہولناک مصائب درپیش ہوں مگر وہ ہمتم بالشان اور بزرگ امور کی گھاٹیوں پر چڑھتا ہوا تمام مصیبتوں کو نہایت سہولت واطمینان کے ساتھ جھیل جاتا ہے (۵) جب کہ اُس نے بادشاہ کو دیکھا کہ لوگ اسے دادرسی پر مجبور نہیں کرسکتے تو ان کے سامنے چمکتی ہوئی برندہ تلوار کے ذریعہ سے اُس نے خود فیصلہ کردیا (یعنے اپنے بھائی کے قاتل کو مار ڈالا اگرچہ بادشاہ نے اسے بھی قتل کرادیا۔

وقد ينبغى ان يعلم ان مدائح الرجال وهى، التى صمدنا للكلام فى هذا الباب تنقسم اقساما بحسب اقسام الممدوحين من اصناف الناس فى الارتفاع والاتضاع وضروب الصناعات والتبدى والتحضر وانه يحتاج الى الوقوف على المعنى بمدح كل قسم من هذه الاقسام فاما اصابة الوجه فى مدح الملوك فمثل قول النابغة الذبيانى فى النعمان بن المنذر

الم تر ان الله اعطاك سورة ۔۔۔ ترى كل ملك دونها يتذبذب

بانك شمس والملوك كواكب ۔۔۔ اذا طلعت لم يبد منهن كوكب

اللغة۔ السورة من الخمر حدتها ومن السلطان سطوته واعتدائه وسكون لام الملك لضرورة الشعر **المعنى** اور اس بات کا جاننا بھی مناسب ہے کہ جن تعریفوں کا ہمیں باب مدح میں بیان کرنا مقصود ہے وہ اختلاف ممدوحین کے اعتبار سے جو بلندی و پستی اور طرح طرح کی صنعتوں اور حرفتوں اور شہر و دیہات میں رہنے کے لحاظ سے ظاہر ہوتا ہے مختلف قسموں پر منقسم ہوتی ہیں اور اس بات پر بھی اطلاع حاصل کرنا ضروری ہے کہ ممدوح اقسام مذکورہ میں سے کس قسم میں داخل ہے (تاکہ اسی کے مطابق اس کی مدح کی جائے) لیکن مدح ملوک میں جادہ صواب پر قائم رہنے کی وہ صورت ہے جس کو نابغہ ذبیانی نے اختیار کیا ہے کہتا ہے (۱) کیا نہیں تو دیکھتا کہ خدا نے تجھے وہ سطوت و شوکت مرحمت کی ہے جس کے سامنے تمام بادشاہ متحیر و متردد نظر آتے ہیں (۲) اور وہ یہ ہے کہ تو آفتاب ہے اور تمام دنیا کے بادشاہ ستارے جب آفتاب نکلتا ہے تو ایک ستارہ بھی ان میں سے نمودار نہیں رہتا بلکہ سب غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح تیری موجودگی میں کسی کا چراغ نہیں جل سکتا۔

ومثل ذالك قول نصيب فى سليمان بن عبد الملك

اقول لركب قافلين لقيتهم	قفا ذات اوشال ومولاك قارب
القفا الثنية وهى العقبة والعرب تقول اتيت فلانا اقفا الثنية اى خلف الثنية	
قفوا اخبرونى عن سليمان اننى	لمعروفه من اهل ودان طالب
فعاجوا فاثنوا بالذى انت اهله	ولو سكتوا اثنت عليك الحقائب
هو البدر والناس الكواكب حوله	وهل يشبه البدر المنير الكواكب

اللغة - قفا تثنية قفوا الرجوع والوشل محركة الماء القليل يتحلب من جبل او صخرة ولا يتصل قطره ولا يكون الا من اعلى الجبل وذات اوشال ثنية الحقائب جمع حقيبة وهى الزيادة فى مؤخر القتب المعنى - على قسم کے اساطين سے ایک شاہ ابن سلیمان ابن عبدالملک کے متعلق نصیب کے بھی یہ مدحیہ اشعار ہیں (۱) میں ان شتر سواروں سے جو ممدوح کے پاس سے واپس آرہے تھے اور جن سے میری ذات اوشال کی گھاٹی کے عقب میں ایسے وقت ملاقات ہوئی جبکہ تیرا چچا زاد بھائی (یا) دوست پانی کی طلب میں وہاں حاضر تھا یہ کہہ رہا تھا (۲) کہ تم لوگ (ذرا) ٹھہر جاؤ اور مجھے سلیمان کے حالات سے آگاہ کرو کیونکہ ودان کے باشندوں میں سے ہیں اس کے احسان و بخشش کا طالب و امیدوار ہوں - (۲) پس وہ لوگ ٹھہر گئے اور تیری ایسی مدح و ثنا کی جو تیرے لائق تھی اور اگر وہ خاموش رہتے تو اُن کے بدلے میں وہ خورجینیں جو تیرے دیئے ہوئے مال سے بھری ہوئی تھیں تیری ثناخوانی کرتیں (۳) وہ ماہتاب ہے اور اُسکے گرد جو لوگ ہیں وہ تارے ہیں اور کیا تارے ماہ تاباں کے مشابہ ہو سکتے ہیں (ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا) **تنبیہ** نصیب کے پہلے شعر میں لفظ قارب کے معنی شارح نے قریب کے لکھے ہیں کتب لغت میں قارب کے یہ معنی نظر قاصر سے نہیں گزرے بلکہ خشیہ پر وارد ہوئے کے معنی سب نے لکھے ہیں علاوہ اسکے کہ قارب بمعنا قریب کتب لغت میں کو نہیں مناسبت مقام کے لحاظ بھی اس معنی کا مراد لینا بعید معلوم ہوتا ہے

له انا فى اورکاں مبتدا میں قافلین کے مقام پر صادرین نقل کیا ہے اور محشی کال نے اس شعر کی تفسیر اس طرح کی ہے صادرین ای راجعین و قوله قفا بفتح القاف مقصورا بمعنى اثر وهو ظرف مضاف الى ما بعده وذات اوشال يريد بها الابل بتلو ... بعضها بعضا وقارب ... من القرب ... وهو سير الليل ...

ومثل قول الحزينؒ الكناني في عبد الله بن عبد الملك بن مروان وقد وفد عليه وهو عامل مصر

لما وقفت عليه في الجموع ضحى	وقد تعرضت الحجاب والخدم
حييته بسلام وهو مرتفق	وضجة القوم عند الباب تزدحم
في كفه خيزران ريحه اعبق	من كف اروع في عرنينه شمم
يغضي حياء ويغضى من مهابته	فما يكلم الا حين يبتسم
كلتا يديه ربيع غير ذي خلف	هذي خروج وهذي عارض هزم

اللغة - المرتفق المتكئ على مرفق يده او على المخدة والخيزران القضيب وكل عود لين والمراد ههنا العود الذي يكون في ايدي الملوك والعبق كالعبق الفائح المنتشر والاروع الجميل يعجبك ويروعك جماله او شجاعته والعرنين مقدم الانف والشمم العلو ويكنى بعلوه عن المجد والشرف واغضى الرجل اذا ادنى جفونه بعضها من بعض كانه غمض الخروج السحاب اول ما ينشأ والعارض السحاب المعترض في الافق المعنى

اور جیسے عبد اللہ ابن عبد الملک کے شان میں حزین کنانی کے یہ اشعار ہیں جبکہ عبد اللہ مصر کا والی تھا اور یہ اسکے پاس حاضر ہوا تھا (۱) جبکہ میں چاشت کے وقت لوگوں کے مجمع میں اسکے پاس حاضر ہوا ایسی حالت میں جبکہ دربان اور خدام دردولت (بے اجازت حاضر ہونے والوں کو) روک ٹوک کر رہے تھے (۲) تو میں نے اسے بڑھ دیا سلام لیا اور وہ کہنی ٹیکے ہوئے (اپنی مسند پر جلوہ گر تھا) اور دردولت پر باریابی چاہنے والوں کے شور وغل کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں (۳) اور اس کے ہاتھ میں ایک بید کی چھڑی تھی جس کی خوشبو ایک ایسے خوبصورت وبہادر جوان کے ہاتھ کی خوشبو سے مہک رہی تھی جس کی ناک ہمیشہ اونچی رہتی ہے (یعنی ممدوح کے ہاتھ کی خوشبو اس چھڑی میں بھی اثر کر گئی تھی) (۴) ممدوح شرمندگی سے اپنی آنکھیں جھکائے رہتا ہے اور رعب و دبدبہ کی وجہ سے اسکے چہرے پر آنکھیں نہ جم سکنے کے باعث اس کے سامنے لوگ اپنی آنکھیں جھکائے رہتے ہیں پس اس سے اسیوقت کوئی بات کی جا سکتی ہے جب وہ حالت تبسم میں ہو۔ (۵) اسکے دونوں ہاتھ مثل ایسے ابر بہار کے ہیں جس کی بارش میں کبھی خلاف واقع نہیں ہوتا اگر ایک اٹھتی ہوئی گھٹا کے مانند ہے تو دوسرا موسلا دھار بارش والے ابر کی طرح ہے۔

(۱) صاحب آغانی نے بھی اس شعر کی نسبت حزین کی طرف کی ہے اور لکھا ہے کہ حزین سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ عنقریب ابن عبد الملک مصر میں آئیگا اور وہ نہایت تیز زبان ہوگا اور ایسا اسکا حلیہ ہوگا اور ایسا خوددار ہوگا پس کچھ ادھر اسکی ملاقات سے تردد کیں پس جب عبد اللہ مصر میں آیا تو حاجب نے اسکا حلیہ بیان کیا کہ وارد ہوا مگر اسوقت روکنا حزین کو بغرض ملاقات جب دربار اول اسکو روکا تھا حاجب نے کی بات یاد آئی اور عبد اللہ نے لوٹا لیا بعد حصول اجازت جب حزین عبد اللہ کے سامنے آیا اور اسکی نظر اسکے حسن وجمال اور رعب وجلال پر پڑی تو مبہوت ہو گیا اسوقت اسکے ہاتھ میں ایک چوب خیزران بھی تھی عبد اللہ نے تھوڑی دیر اسکو مہلت کا موقع دینے کے بعد سلام کیا اس نے جواب سلام دیکر کہا کہ میں تیری مدح میں شعر لکھ کر لایا تھا مگر تیرے حسن وجمال نے وہ شعر میرے ذہن سے فراموش کرادیا مگر ابھی اس مقام پر یہ دو شعر کہے ہیں۔ فی کفہ خیزران۔ یغضی حیاء الخ۔ عبد اللہ نے یہ شعر سنکر اسکو انعام دیا اور اسکے حسب خواہش ایک خادم بھی ساتھ

کر دیا ۔ اسکے بعد صاحب آغانی لکھتے ہیں انکا خیال ہے کہ یہ شعر فرزدق کہیں جو علی ابن الحسین کی مدح میں کہے ہیں یہ خیال غلط ہے اسلیے کہ آپ کی شان اس قسم کی مدح سے اجل وارفع ہے ۔ نظر قاصر میں یہ استدلال ضعف سے خالی نہیں اسلیے کہ اس مدح میں کوئی بات شان امامت کے منافی نہیں معلوم ہوتی ۔ ان دونوں شعروں میں توارد کا بھی احتمال ہے ۔ ۱۲ منہ

ومثل قول ابن العتاهية في الهادي

يضطرب الخوف والرجاء اذا — حرك موسى القضيب او فكرا[۱]

فاما مدح ذوي الصناعات كان يمدح الوزير والكاتب بما يليق بالفكرة والروية وحسن التنفيذ والسياسة فان انضاف الى ذلك التوصف بالسرعة في اصابة الحزم والاستغناء بحضور الذهن عن الابطاء لطلب الاصابة كان احسن واكمل للمدح كما قال اشجع

بديهته مثل تفكيره — متى رمته فهو مستجمع

وكما قال منصور النميري

وليس لاعباء الامور اذا اعترت — بمكترث لكن لهن صبور

اللغة استجمع له الامر تهيأ حسب مرامه الاعباء جمع العبء بالكسر وهو الثقل والحمل والمكترث الذي لا يعبأ بالامر ولا يباليه۔ **المعنى** اور جیسے ابن عتاہیہ کا یہ شعر ہادی کے بارے میں ہے جبکہ موسی اپنی چھڑی کو حرکت دیتا ہے یا (کسی کو جزا سزا دینے کے متعلق) کچھ غور کرتا ہے تو پیکر امید و بیم میں اضطراب پیدا ہونے لگتا ہے (یعنی لوگوں کو دھڑکا ہوتا ہے کہ دیکھیے کیا کرتا ہے آیا نفع پہونچاتا ہے یا ضرر) لیکن صاحبان عہدہ اور ارباب پیشہ جیسے نائبان ریاست یا افسران دفاتر وغیرہ کی تعریف بھی اسی طریق سے ہونا چاہیے جو انکے شایان شان ہو مثلاً خوبی تدبیر اور اصابت رائے اور حکومت کو قوی کرنے میں اچھا سلیقہ رکھنا اور حسن سیاست وغیرہ کے ساتھ انکی مدح کی جائے تو مناسب ہوگا اور اگر انہیں اوصاف میں مبالغہ سے کام لیا جائے مثلاً اصابت رائے کے ساتھ ذہن کے فوراً منتقل ہوجانے کی صفت کا بھی اضافہ کردیا جائے تو اور بہتر ہے جیسا کہ اشجع نے کہا (انکے لیے) کسی امر کے متعلق فکر کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے (یعنی ممدوح بغیر فکر کے وہ کام کرلیتا ہے جو غور و فکر کے ساتھ کرتا ہے) اور جب چاہو اُسے حاضر الذہن دیکھ لو۔ اور اسی طرح منصور نمیری کے یہ اشعار ہیں (۱) اور ممدوح جب بڑے سنگین امور در پیش ہوں تو انکی پروا کرنے والا نہیں بلکہ انکی سختیوں کو دلیری کے ساتھ جھیل جانے والا شخص ہے۔

[۱] کتاب میں لفظ فکرا بزائے قافیہ واقع ہے الف کے ساتھ اور معلوم ہوتا ہے کہ قصیدہ منصوب القافیہ ہے مگر کتاب الاغانی میں ان اشعار کو اس صورت سے وارد کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قصیدہ مرفوع القافیہ ہے [illegible] کیا عجب ہے کہ الف کی زیادتی کاتب کی طرف سے ہو گئی ہو قافیہ کے مرفوع و مفتوح ہونے کے اختلاف سے شعر کی بحر میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اغانی میں شعر اس طرح نقل کیے ہیں: یضطرب الخوف والرجاء اذا — حرک موسی القضیب او فکر، فکم تری قد عند ذلک من مثر ... [illegible] ... مثل موسی ... [illegible] ... حجم ۱۲

یریٰ ساکن الاوصال باسط وجھہ　　یریک الھوینا والامور تطیر

واما مدح القائد فی ما یجانس الباس والنجدۃ ویدخل فی باب شدۃ البطش والبسالۃ فان اضیف الی ذلک المدح الجود والسماحۃ والتخرق فی البذل والعطیۃ کان المدیح حسنا والنعت تاما۔ اذ کان السخاء اخا الشجاعۃ وکان فی اکثر الامور موجودین فی بعداء الھمم واھل الاقدام والصولۃ وذلک کما قال بعض الشعراء فی جمع الباس والجود

فتی دھرہ شطران فیما ینوبہ　　ففی باسہ شطر وفی جودہ شطر

فلا من بغاۃ الخیر فی عینہ قذی　　ولا من زئیر الحرب فی اذنہ وقر

اللغۃ الھوینا التؤدۃ والرفق وھو تصغیر ھونی والزئیر صوت الاسد **المعنی** اور (۲) اسکے اعضاء وجوڑ بند حالت سکون واطمینان میں دکھائی دیتے ہیں اور اسکا چہرہ نہایت بشاش نظر آتا ہے وہ اپنے سکون واطمینان کو ظاہر کرتا ہے جبکہ پریشان کن حالات پر قدرت نہ ہو اور وہ قابو سے باہر ہو گئے ہوں لیکن فوجی عہدہ داروں کی مدح اس طرح کرنا چاہیے جو دلیری اور رعب و دبدبہ سے مناسبت رکھتی ہو اور جرأت و بہادری کے باب میں داخل ہو اور اگر اسکے ساتھ جود و سخاوت اور احسان و انعام میں سلیقہ و انتظام سے بے پروائی کرنے کا بھی ذکر ہو تو مدح نہایت مستحسن اور تعریف زیادہ مکمل ہو جائے گی اسلیے کہ سخاوت و شجاعت لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں کا وجود بلند ہمت اشخاص اور بہادر لوگوں میں اکثر ساتھ ہی ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے شجاعت و سخاوت دونوں کا ساتھ ذکر کر کے کہا ہے۔ (۱) ممدوح وہ جوان ہے جس کا زمانہ نازل ہونے والے حوادث کے متعلق دو حصوں پر منقسم ہے ایک وقت اسکی شجاعت کے لیے مخصوص ہوتا ہے اور دوسرا اس کی سخاوت کے لیے۔ (۲) پس نہ طالبان مال کے دیکھنے سے اسکی آنکھ میں خس و خاشاک پڑتا ہے اور نہ شیران جنگی کے ڈکرنے سے اسکے کان بہرے ہونے لگتے ہیں (یعنی سوال سے اسکو تکلیف نہیں ہوتی اور لڑائی سے وہ خوف نہیں کھاتا)

لہ اس شعر میں توارد واقع ہو گیا ہے ایک موقع پر رشید نے ایک اعرابی کو اسمٰعیل بن صبیح [illegible] ایک کاتب کی مدح کرنے پر مامور کیا اور وہ کاتب نہایت خوشخط اور زود نویس تھا تو اس اعرابی نے اسکے مناسب حال مدح کرتے ہوئے یہ شعر کہے۔ رشیق حواشی العلم حین تشوبہ یریک الھوینی والامور تطیر - لہ قلما یومئ [illegible] تحتھا [illegible] الیا للیمن [illegible] عما غبت ضمایرک [illegible] وتفید باب النجح وھو عسیر مصرعہ یریک الھوینی الخ [illegible] اعرابی اور [illegible] میں باہم متحد ہے [illegible] توارد [illegible] مثال [illegible] منہ

وكما قال منصور النمري في افراده ذكر الباس وحده

ترى الخيل يوم الحرب يظمآن تحته | وتروى القنا في كفه والمناصل
حلال لاطراد الاسنة نحرها | حرام عليها متنها والكواهل

وكما قال بشار بن برد

الا ايها الحاسد المبتغى | نجوم السماء لسعي امم
سمعت بمكرمة ابن العلا | فانشأت تطلبها لست ثم
اذا عرض اللهو في صدره | لها بالعطاء وضرب البهم
يلذ العطاء وسفك الدماء | ويغدو على نعم او نقم

اللغة - المناصل جمع المنصل وهو السيف والامم المتوسط من السير والبهم بالضم الشجعان جمع بهمة وقوله لها فعل ماض من اللهو المعنى اور جسطرح كہ منصور نميری نے تنہا شجاعت كا ذكر كرتے ہوئے كہا ہے (۱) روز جنگ گھوڑوں كو انكے سوار (ممدوح) كے ران كے نيچے شدت محنت سے تو پياسا پائے گا اور اسكے ہاتھ ميں نيزے اور تلواريں (دشمنوں كے خون سے) سيراب نظر آئينگی (۲) نيزوں كی انيوں كے ليے ان گھوڑوں كے سينے حلال ہيں ليكن پشتيں اور پٹھے انكے نيزوں كے لئے حرام ہيں (يعنی وہ جنگ سے پيٹھ نہيں پھيرتے تاكہ يہ اعضا زخمی ہوسكيں - اور جيسے بشار ابن برد نے كہا (۱) اے ممدوح سے حسد كرنے والے جو اپنی معمولی اور دھيری رفتار سے آسمان كے تارے توڑنا چاہتا ہے (يعنی ممدوح كے روشن فضائل كے تحصيل ميں حريص ہے) (۲) چونكہ ابن علاء كے اعزاز و شرف كے اخبار تونے سنے ہيں تو نے اسكو طلب كرنا شروع كيا لهذا تجھے آگاہ ہوجانا چاہيے كہ تو اس محل و منصب پر فائز نہيں ہے (۳) جب كسی وقت اسكے دل ميں لهو و لعب كا خيال گزرتا ہے تو سخاوت اور بہادروں كے قتل كرنے كے ساتھ وہ كھيلتا ہے (يعنی بخشش اور خونريزی ميں اسے لطف آتا ہے) اور ہر صبح اس كی انعام و انتقام كی حالت ميں گزرتی ہے -

ك عقد فريد وغيره ميں نميری نقل كيا ہے خود كتاب ميں اسكے قبل اسيطرح صحيح نقل كيا مگر اس مقام پر نميری مرقوم ہے يعنی كاتب كی غلطی ہے ع كتابت ميں رہ گئی ہو ۱۲ منه

ل۵ اطراد كی لفظ اس مقام پر بے معنی ہے غلطی سے اطراد نقل كی گئی ہے لفظ اطراف ہے بجا ہے البتہ بنفظ اطراف نقل شارح نے بھی اطراف نقل كيا ہے مگر اس لفظ كی تبديلی كی كوئی تصريح نہيں كيا ہے ۱۲ منه

فقل للخليفة ان جئته نصوحا ولا خير فی متهم

اذا ایقظتك حروب العدی فنبه لها عمرا ثم نم

فتی لاینام علی ثاره ولا یشرب الماء الا بدم

واما مدح السوقة من البدو والحاضرة فینقسم قسمین بحسب انقسام السوقة الی المتعشین باصناف الحرف وضروب المکاسب والی الصعالیك والمتلصصة ومن جری مجراهم فمدح القسم الاول یکون بما یضاهی الفضائل النفسانیة التی قد منا ذکرها خالیا من مثل مدح الملوك ومن قد منا ذکره من الوزراء والکتاب والقواد وذلك مثل قول الشاعر

اللغة الصعالیك جمع صعلوك وهو الفقیر والمتلصصة جماعة السارق او المتخلقة باخلاق اللصوص۔ **المعنی**۔(۵) پس خلیفہ سے جب تم انکے پاس خیرخواہ بنکے جاؤ کیونکہ واخلاصی کے ساتھ متہم بن کے جانے میں تو کوئی خوبی نہیں ہے یہ کہدو (۶) کہ جب دشمنوں سے جنگ کی فکر میں آپ کی نیند اُڑجائے پس اسکے لئے عمر کو جگا دیجیے پھر اطمینان سے آرام کیجیے (۷) وہ (عمر) ایسا جوان ہے جو بغیر انتقام لئے سوتا نہیں اور بغیر اپنے دشمنوں کا خون بہائے پانی نہیں پیتا۔ لیکن شہری اور غیرشہری عوام الناس کی مدح تو چونکہ بعض ان میں کے اہل کار اور صاحبان حرفت ہوتے ہیں اور بعض فقیر اور بعض بدمعاش و ڈاکو و رہزن وغیرہ ہوتے ہیں لہذا ان کی مدح دو طرح پر منقسم ہو گی۔ پس پہلی قسم (یعنے اصحاب صنعت و حرفت) کی مدح انکے ایسے صفات ذاتیہ کے ساتھ ہونا چاہیے جو ان کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ ہم نے اسکو (مفصلاً) ذکر کیا اور مدح مذکور ویسی نہ ہونا چاہیے جیسے بادشاہوں وزیروں محرروں اور فوجی ملازموں کی ہوتی ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

ط عند زید و غیرہ میں اس مصرع کی سطح نقل کیا ہے۔ فتی لا یبیت علی دمنة اور اسکے بعد کے دو شعر اس طرح وارد کیے ہیں دعا فی الاعمر جده + وقول العشیة حجر حقده + ولولا الذی ذکر والمدیك + لامدح یحانز قبل شتم + فتی لا یبیت لاکو ابو سعید نے بشار کے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے۔ سے ومایرید ون ان لو ×

الجبان من حیل یامیب بالنیل منتعل بالعلماء ماتجمل۔ لایمشیہ الاامن قلیب جزاوله بیبیته الی جلیل وجل۔ دو منہ

يتراحمون ذوى يسارهم	يتعاطفون على ذوى الفقر
وذو و يسارهم كانهم	من صدق عفتهم ذوو وعر
متحلمين لطيب خيمهم	لايهلعون لنبوة الدهر

ومدح القسم الثانى يكون بما يضاهى المذهب الذى يسلكه اهله من الاقدام والفتك والتشمير والجد والتيقظ والصبر مع التخرق والسماحة وقلة الاكتراث للخطوب الملمة كما قال تابط شرا يمدح صخر بن مالك

وانى لمهد من ثنائى فقاصد	به لابن عم الصدق صخر بن مالك[له]

اللغة الوعر من الطريق ما صعب السير فيه والخيم الطبيعة والسجية والهلع الجزع

المعنى-(۱) وہ اپنے ذوی یسار کے ساتھ مہربانی اور وفاداری سے پیش آتے ہیں اور صاحبان فقر سے الفت و محبت سے ملتے ہیں (۲) اور شدت حمیت غیرت کی وجہ سے اُن میں کے تونگر ایسے ہوجاتے ہیں گویا کہ وہ بڑی دشواریوں میں گرفتار ہیں (یعنے اُنکے یہاں کے شرفا اور صاحبان ثروت و ریاست اپنے موجودہ تمکن پر قناعت کرتے ہیں اور زیادتی کی خواہش سے کنارہ رہتے ہیں اگرچہ وہ اُنکی ضرورتوں کے لئے کافی نہو (۳) اپنی شرافت اور نیک خوئی سے وہ حلیم بنے ہوئے ہیں اور ناسازگاری زمانہ سے وہ کبھی گھبراتے نہیں۔ اور قسم ثانی (غارتگروں اور رہزنوں وغیرہ) کی مدح اس طریقہ سے ہونا چاہیے جو اُنکے مناسب حال ہو یعنی جنگ و جدال کے موقع پر اُنکے اقدامات جرأتیں اور جد و جہد شدت انہماک اور باہوش و حواس رہنا اور شدائد جنگ کو بے پروائی کے ساتھ جھیلنا اور نازل ہونے والے مصائب کو نہایت حوصلہ اور بے اعتنائی کے ساتھ برداشت کرلینے وغیرہ کا ذکر ہونا چاہیے جیساکہ تابط شرا نے صخر ابن مالک کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے۔ (۱) میں ضرور اپنی تعریفوں کا تحفہ لے کر بھیجنے اور آنے والے اپنے چچازاد بھائی صخر ابن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہوں (**تنبیہ**) تابط شرا کے پہلے شعر میں کلمہ دانی کتاب میں واؤ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے شارح نے بھی ایسا ہی کیا ہے کتاب الحماسہ نیز اور دیگر کتابوں میں جہاں یہ شعر مذکور ہے حرف واؤ نظر قاصر سے نہیں گزرا اگر اسکو اول بیت قرار دیا جائے جیسا کہ بظاہر ترتیب کا مقتضا ہے تو واؤ کی ضرورت نہیں رہتی اگر انی کو غیر موزوں خیال کرکے واؤ کا اضافہ کردیا گیا ہے تو یہ درست نہیں ہے اسلئے کہ انی فعلن کے وزن پر صحیح ہے اور بحر طویل میں فعولن کا ثلم واقع ہوکر فعلن ہوجاتا ہے اور کلام عرب میں

[له] کتاب الحماسہ میں شمس کی جگہ صخر نقل کیا ہے۔ اور تیسرے شعر کو اس طرح وارد کیا ہے
قليل التشكى للمهم يصيبه
كثير الهوى شتى النوى والمسالك
اور آخر میں یہ شعر بھی نقل کیا ہے
يرى الوحشة الانس الانيس ويهتدى
بحيث اهتدت ام النجوم الشوابك ۱۲ منہ

اهزبه فی ندوة الحی عطفه	کما هز عطفی بالهجان الاوارك
لطیف الحوایا یقسم الزاد بینه	سواء و بین الذئب قسم المشارك
کان به فی البرد اثناء حیة	بعید الخطی شتی الهوی والمسالك
یظل بموماة و یمسی بغیرها	جحیشا و یعرودی ظهور المهالك
ولیسبق وفد الریح من حیث ینتحی	بمنخرق من شده المتدارك
اذا خاط عینیه کری النوم لم یزل	له کالئ من قلب شیحان فاتك
وان طلعت اولی العداة فنفرة	الی سلة من صارم الغرب باتك
اذا هزه فی وجه قرن تهللت	نواجذ افواه المنایا الضواحك

اللغة الهجان من الابل والناقة البیض الکرام والاوارك الابل التی ترعی الاراك الحوایا جمع حویة وهی الامعاء المستدیرة والاثناء جمع ثنی بالکسر ثنی الحیة انثناؤها وما یعوج منها اذا تثنت والجحیش کامیر رجل اذا نزل ناحیة عن الناس ولم یختلط بهم وکمیر مستبد برأیه لا یشاور الناس ولا یخالطهم والکالئ الحارس المعنی (۱) میں سر محفل اسکی مدح کرکے اسکو اسی طرح خوش کرونگا جیسے اسنے مجھکو اچھے سفید موٹے تازے اراک چرنے والے اونٹ دے کر خوش کیا (۳) وہ کم خوری کی وجہ سے نحیف الجثہ ہے اپنا کھانا اپنے اور بھیڑیوں کے درمیان برابر سے بانٹتا ہے جیسے کوئی اپنے شریک کا حصہ تقسیم کرتا ہے (اور اپنے مال کو ذخیرہ نہیں کرتا اور صحرائی و جفاکش ہے) (۴) وہ اپنی چادر میں مثل سانپ کے لپٹا اور سمٹا ہوا لمبے قدم والا ہے اور بسبب بلند ہمتی کے اسکے مقاصد اور طریقے مختلف اور طرح طرح کے ہیں (۵) وہ اپنی ہی رائے کا پابند ہو کر ایک جنگل میں صبح اور دوسرے جنگل میں شام کرتا ہے اور خطرہ کی برہنہ پیٹھ پر سوار ہوتا ہے (یعنی اپنی کمال دلیری کی وجہ سے خوفناک حوادث سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں کرتا) (۶) ہوا جہاں سے بھی چلنے کا ارادہ کرتی ہے وہ اس کی بھی غایۃ مطلوبہ آگے بڑھ جاتا ہے ایسے جنگل میں جہاں ہوائیں چلتی ہوتی ہیں اور انھیں وہ اپنی متصل اور متواتر دوڑ کی وجہ سے چاک کرتا ہوا گزر جاتا ہے (۷) جبکہ غنودگی اسکی آنکھیں سی دیتی ہے تو اس کا قلب جو ایک مرد بہادر و ہوشیار کے پہلو میں ہے برابر اسکا نگہبان و محافظ رہتا ہے (یعنی جب وہ سو جاتا ہے تو اسکا دل بیدار رہتا ہے) (۸) جب اس کے دشمنوں کی پہلی جماعت کی پہلی صف نمودار ہوتی ہے تو تیز دھار تلوار کے کھینچنے کے لئے فوراً اس طرف میدان میں نکل پڑتا ہے۔ (۹) جبکہ اپنے ہمسر حریف کے سامنے وہ اپنی تلوار کو حرکت دیتا ہے تو آنے والی موتیں (اپنی کامیابی کی وجہ سے) کھل کھلا کر ہنستی ہیں

وقال ابو كبير الهذلی

ولقد سريت على الظلام بمغشم ... جلد من الفتيان غير مثقل

ممن حملن به وهن عواقد ... حبك النطاق فشب غير مهبل

حملت به في ليلة مزؤودة ... كرها وعقد نطاقها لم يحلل

فأتت به حوش الفؤاد مبطنا ... سهدا اذا ما نام ليل الهوجل

ومبرأ من كل غبر حيضة ... وفساد مرضعة وداء معضل

ما ان يمس الارض الا منكب ... منه وحرف الساق طي المحمل

فاذا طرحت له الحصاة رأيته ... ينزو لوقعتها سنزو الاخيل

اللغة ـ المغشم كمنبر من يركب راسه فلا يثنيه عن مراده شئ والمهبل الذي يقال له هبلته امه اي ثكلته واللحيم الموزم الوجه ـ والمزؤودة اي المذعورة والهوجل البطئ الثقيل وغبر الشي بقيته والمعضل من الداء الذي عسر علاجه ومرضعة مفعل من القيل وهو اسم اللبن ترضعه المرأة وولدها وهي توتي اوحي حامل ـ

المعنی ـ اور ابو کبیر ہذلی (تابط شرا کی ایسی ہی مناسب حال مدح کرتے ہوئے) کہتا ہے (۱) اور البتہ میں اندھیری رات میں (اپنے بے خوف و بے پروا دل کی طاقت سے ظلمت شب کی قوت کو مغلوب کرتا ہوا) ایک خودرائے اور کسی کی نہ سننے والے قوی چست و چالاک جوان کے ساتھ چلا۔ (۲) اُس جوان کی ماں اُن عورتوں میں ہے جو ایسے وقت میں حاملہ ہوئیں جبکہ وہ نزدیکی کے لئے تیار نہ تھیں اور اپنے کمر کے ٹپکوں کو باندھ لیا تھا اسلئے وہ پیدا ہو کر ایسا جوان ہوا کہ وہ نہ تو مذمت کے قابل اور نہ ڈھیلے بدن والا ہے (بلکہ چست و چالاک ہے) (۳) اسکی ماں ایک خوفناک تاریک رات میں بجبر اس حالت میں حاملہ کی گئی کہ اسکا بند کمر کھولا نہیں گیا تھا (۴) پس اس نے اسکو اس طرح پیدا کیا کہ وہ ہوشیار دل اور تیز فہم اور چست بدن والا اور ایسے وقت میں بیدار رہنے والا تھا جبکہ کاہل و سست آدمی تمام رات سوتا ہے۔ (عرب کا خیال تھا کہ عورتوں سے باکراہ مقاربت کرنے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ شجاع و دلیر ہوتا ہے۔ (۵) اور وہ جوان ہر بقیۂ حیض سے پاک و صاف ہے (یعنی ایسے مکروہ وقت میں اسکا حمل نہیں رہا) اسیطرح دودھ پلانے والی کے مرض اور اسکی ناقابل علاج بیماری سے محفوظ رہا۔ (۶) جب وہ لیٹتا ہے تو زمین سے اسکا صرف ایک شانہ اور ایک پنڈلی کا کنارہ ملا رہتا ہے (یعنی چت نہیں سوتا بلکہ کروٹ سے لیٹتا ہے) اور اسکا جسم مثل بٹے ہوئے پرتلہ کے ٹھوس ہے (یعنے اعضا کا گوشت ڈھیلا نہیں ہے اس لئے اس کے جسم کی ایک ہی جانب زمین سے متصل رہتی ہے اور چاروں شانے چت غفلت کی نیند بھی نہیں سوتا ہے) (اسطرح کے سونے کے نتیجہ میں یہ اثر ظاہر ہوتا ہے کہ جب کہ تم اسکی طرف کوئی کنکری پھینکو تو اسکے گرتے ہی شکرے کی طرح اُچک کر بیدار ہو جاتا ہے۔

واذا انتبهت من المنام رأيته	كرسوب كعب الساق ليس بزمل
واذا رميت به الفجاج رأيته	ينضو مخارمها هوى الاجدل
واذا نظرت الى اسرة وجهه	برقت كبرق العارض المتهلل
يحمي الصحاب اذا تكون كريهة	واذا هم نزلوا فماوى العيل

ثم نعقب الكلام فى المديح بالكلام فى الهجاء

نعت الهجاء

انه قد سهل السبيل لى معرفة وجه الهجاء وطريقه ما تقدم من قولنا فى باب المديح واسبابه اذ كان الهجاء ضد المديح فكلما كثرت اضداد المديح فى الشعر كان اهجى له ثم تنزل الطبقات على مقدار قلة الاهاجى فيها وكثرتها

اللغة قوله رتب رتو بای ثبت ولم يتحرك والزمل على وزن فعل الجبان الضعيف والفجاج بالضم الطريق الواسع بين الجبلين والاجدل الصقر ج اجادل و قوله اذا ازموا اى اذا اصابهم القحط الشديد والمعيل الكثير العيال وروى العيل جمع العائل وهو الفقير

المعنى (۸) اور جب تم اُسکو خواب سے بیدار کرو تو اُسے دیکھو گے کہ وہ ترو تازہ گھوں کی پوری طرح چستی کے ساتھ فوراً سیدھا کھڑا ہو جائیگا (نیند کا بقیہ خمار سست آدمیوں کی طرح اسے سست و کاہل نہیں بنا دیتا) اور وہ طاقتور و توانا ہے سست و کمزور نہیں (۹) اور جب تم اُسکو پہاڑ کی گھاٹیوں میں لے چلو تو دیکھو گے کہ اس پھرتی کے ساتھ اُسکی چوٹیوں پر چڑھتا اور وہاں سے ایسی تیزی کے ساتھ اُترتا جیسے شکرا اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتا ہو۔ (۱۰) اور جب تم اُسکے خطوط پیشانی پر نظر کرو تو وہ ابر میں چمکنے والی بجلی کی طرح روشن و درخشاں نظر آئینگے (۱۱) وہ مصیبت کے وقت اپنے دوستوں کی حمایت و حفاظت کرتا ہے اور جب وہ قحط زدہ ہوتے ہیں تو عیال داروں یا فقیروں کے لیے جائے پناہ بن جاتا ہے۔ پھر ہم مدیح میں کلام کرنے کے بعد ہجو کے متعلق کلام کرنا چاہتے ہیں

محاسن ہجا جبکہ ہجو مدیح کی ضد قرار پائی تو مدیح اور اُسکے اسباب کے متعلق ہمارے سابق بیان نے طریقۂ ہجا کے پہچاننے کو بالکل آسان کر دیا پس جسقدر مدیح کی ضدیں شعر میں زیادہ ہوں گی اُسیقدر اُسکی ہجو طاقت دار ہو گی۔ پھر اب ہم کمی و زیادتی ہجو کے لحاظ سے جو مدارج کلام میں قائم ہوتے ہیں اُن کے نمونے پیش کرتے ہیں۔

لہ از بیرونا چاہیے کہ کسی کی ہجو ۵ قرآن مجید بصورت وغیرہ کا یہ آتی کی جگہ نہیں فضائل نفسیہ کے اضداد کو معیار ہجو قرار دیا گیا ہے باب مدیح میں ایسی ذکر ہو چکا ایک مقام پر کفار کی جو منفی شجاعت کے بعض وجوہ ثالات کرتے ہوئے کہتا ہے قد یعلم اللہ المعوقین منکم والقائلین لاخوانہم ھلم الینا ولا یاتون الباس الا قلیلا اشحۃ علیکم فاذا ذھب الخوف سلقوکم بالسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر اولئک لم یومنوا فاحبط اللہ اعمالہم وکان ذلک علی اللہ یسیرا پارہ دوسری جگہ اُن کے بزدل کی بہترین تعبیر دیتا ہے کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔ ایک جگہ اُن کے جسم کی بزرگی اور دل کی دنامی اور بزدلی کا اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم کانھم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیھم۔ بخل کی مذمت میں فرمایا ہے ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ۱۲ منہ

فمن الهجاء المقذع الموجع ما انشدناه احمد بن يحيى

كاثر بسعد ان سعد اكثيرة | ولا تبغ من سعد وفاء ولا نصرا
ولا تدع سعد اللقراع وخلها | اذا امنت من روعها البلد القفرا
يروعك من سعد بن عمرو جسومها | وتزهد فيها حين تقتلها خبرا

فمن اصابة المعنى فى هذا الهجاء ان هذا الشاعر سلم لهؤلاء القوم امرين يظن انهما فضيلتان و ليستا بحسب ما وصفناه من الفضائل فضيلتين وهما كثرة العدد وعظم الخلق وغزا بذلك مغازى دلت على حذقه بالشعر فمنها ان ادخل هجاءه لهم فى باب الاقوال الصادقة لاعطائه اياهم شيئا ومنعه لهم شيئا اخر وقصد بذلك ان يظن ان قوله فيهم انما هو على سبيل الصدق وذكره اياهم بما فيهم من جيد ورديء

اللغة المكاثرة المقابلة فى الكثرة والقراع المضاربة بالسيوف وغيرها والخبر البلاء وغزا فى كلام المصنف بمعنى قصد فالمغازى المقاصد المعنى چنانچہ دیادہ تکلیف رسان اور شتیم ترین ہجو کے اقسام میں سے وہ اشعار ہیں جنکو احمد ابن یحیی نے ہمارے سامنے پڑھا (۱) بنی سعد سے کثرت میں جسقدر دل چاہے مقابلہ کرلو کیونکہ بیشک وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں (البتہ) وفاداری اور نصرت کی خواہش سعد سے نہ کرو (کیونکہ یہ صفت اُن میں مفقود ہے) (۲) اسیطرح اُنکو جنگ کیلئے کبھی نہ پکارو اور انھیں امن و اطمینان کی حالت میں کسی ویرانے اور خالی جنگل میں پڑا رہنے دو جہاں انھیں کسی کے ستانے کا اندیشہ نہو (۳) سعد ابن عمرو کا تن و توش تو ہیبت ناک ہے (جسکے دیکھنے سے آدمی گھبرا جائے) اور جب تم حقیقت بین نگاہ سے اُنکو دیکھو تو اُن سے نفرت کرنے لگو۔ اس ہجو کے غرض مطلوب تک پہونچ جانے کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اس شاعر نے دو صفتیں کثرت نفوس اور عظیم الخلقۃ ہونا ان لوگوں کے واسطے تسلیم کیں جنکو فضیلت کے محل پر قرار دیا حالانکہ یہ دونوں بنا بر اُن فضائل کے جنکو ہم نے بیان کیا فضیلتیں نہیں ہیں اور شعر میں اس طریقہ کے برتنے سے شاعر کی کمال مہارت چند طریقوں سے ظاہر ہوئی ایک تو یہ کہ اُسنے اُنکی ہجو میں اپنے قول کو سچائی کا لباس پہنایا کیونکہ اُن میں بعض صفتوں کا ہونا اُسنے حقیقۃً تسلیم کیا لیکن دوسرے اوصاف سے اُنھیں محروم کر دیا حالانکہ درحقیقت خوبی اُنھیں میں تھی اور اس سے اُسکا مقصود یہ ہے کہ سننے والا خیال کرے کہ شاعر مذمت کی حیثیت سے نہیں کہہ رہا ہے بلکہ اُسکا مقصود حقیقت کا اظہار

ہو اور ان میں جو بھی خوبی یا برائی ہے ان سب کو صاف صاف بیان کر دیا ہے

ومنها ما بان من معرفته بالفضائل حتى يميز صحيحها من باطلها فسلم الباطلة ومنع الصحيحة ومنها انه قطع عن هؤلاء القوم ما يعتذر به الكرام من قلة العدد فان الكرام ابدا فيهم قلة كما قال السموأل

تعيرنى انا قليل عديدنا … فقلت لها ان الكرام قليل

ومن خبيث الهجاء ما انشدناه احمد بن يحيى ايضا

ان[1] يغدروا او يفجروا … او يبخلوا لا يحفلوا

يغدوا عليك مرجلين … كانهم لم يفعلوا

فمن جودة هذا الهجاء ان الشاعر به تعمد اضداد الفضائل على الحقيقة فجعلها فيهم لان الغدر ضد الوفاء والفجور ضد الصدق والبخل ضد الجود

اللغة قوله لا يحفلوا اى لا يبالوا والترجيل شدة المشى **المعنى** اور دوسرے یہ کہ اس سے شاعر کی فضائل شناسی کا پتہ چلا کہ اُسکو صحیح اور فاسد صفتوں کے پہچاننے کی تمیز ہے پس محل ہجو میں اسنے اُن صفتوں کو جو حقیقت میں خوبی نہیں رکھتیں (جیسے کثیر العدد اور عظیم الخلقۃ ہونا) انکے واسطے تسلیم کیا اور جو واقعی فضیلتیں ہیں (مثل وفا و نصرت وغیرہ کے) اُن سے انہیں محروم رکھا۔ اور تیسرے یہ کہ انہیں ایک ایسی صفت سے بھی محروم کیا جس سے کہ اکثر شرفا متصف ہونے میں معذور ہیں (یعنی کمی تعداد) کیونکہ شرفا کی جماعت ہمیشہ قلیل ہوتی ہے جیسا کہ سموأل نے کہا۔ ہماری زوجہ ہمیں اس بات کا عیب لگاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ شرفا ہمیشہ کم ہی ہوتے ہیں۔ اور اسیطرح نہایت خبیث اور سخت مضمون پر مشتمل وہ ہجائیہ اشعار ہیں جنکا ذکر بھی احمد ابن یحیٰی نے ہم سے کیا (۱) اگر وہ غدر کریں یا فسق و فجور یا بخل کریں تو انہیں کچھ بھی پروا نہو (۱) اور دوڑ کر اسطرح تیرے سامنے آموجود ہوں جیسے اُنھوں نے کچھ کیا ہی نہیں اس ہجو کی خوبی یہ ہے کہ جو صفتیں حقیقۃً فضائل کی ضد ہیں اُنھیں کو چُن چُن کے شاعر نے اُنکے لئے ثابت کیا کیونکہ (واقعاً) غداری وفاداری کی اور فسق و فجور سچائی و درستی کی اور بخل سخاوت کی ضد ہے۔

[1] جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے۔ قال ابو عبیدۃ معمر بن المثنی ومن الشعار والتی لا ارباب لها قوله ان یغدروا او یفجروا الخ۔ اس کے بعد یہ شعر نقل کیا ہے۔ کا دنی براقش کل یو۔ ن لو نہ بتخیل در حقیقت ہجو گوئی کا یہ طریقہ جاری علی الصواب اور ممدوح و مستحسن ہے ۱۲ منہ

ثم اتی بعد ذلك بضد اجل الفضائل وهو العقل حیث قال + وغد وا
علیاك مرجلین كانهم لم یفعلوا + لان هذا الفعل انما هو من افعال
اهل الجهل والبهیمة والقحة التی هی من عمی القوة المنیرة كما قال
جالینوس فی كتابه فی اخلاق النفس۔

ولزیاد الاعجم فی غیاظ بن حصین بن المنذر

وسمیت غیاظا ولست بغائظ . عدوا ولكن للصدیق تغیظ
عدوك مسرور وذو الود بالذی . یری بك من غیظ علیك كظیظ
تسمّی لما اولیت من صالح مضی . وانت لتعداد الذنوب حفیظ
تلین لاهل الغل والغمر منهم . وانت علی اهل الصفاء فظیظ

اللغة۔ كظ الامر كظاظا وكظاظة فهو كظیظ بهضه وكربه وجهده والغل بالكسر الحقد
والغمر الضغن والفظیظ الغلیظ الجانب السیئ الخلق۔ **المعنی** پھر اسی پر قناعت نہیں کی
بلکہ اسکے بعد وغد واعلیاك الخ کہکر سب سے بڑی فضیلت یعنی عقل کی بھی ضد سے انھیں متصف قرار دیا
اسلئے کہ یہ افعال جو در اصل باطنی روشنی کے مفقود ہوجانے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ان ہی
لوگوں سے سرزد ہوا کرتے ہیں جن پر حیوانیت غالب ہوتی ہے اور وہ بالکل جاہل اور اجڈ ہوتے
ہیں جیسا کہ جالینوس نے اپنی کتاب اخلاق النفس میں اسکا ذکر کیا ہے۔ اور غیاظ ابن حصین
ابن منذر کے بارے میں زیاد اعجم کے اشعار بھی اسیطرح کے ہیں ۔(۱) تیرا نام غیاظ رکھا گیا حالانکہ
اپنے کسی دشمن کو ستا کر تو کبھی غضبناک نہ کر سکا ہاں البتہ دوستوں کو اذیت دیکر انھیں رنج و غصہ
میں ڈالنا خوب جانتا ہے (۲) تیرا دشمن تو تجھ سے خوش رہتا ہے لیکن دوست ہمیشہ تیرے چہرہ پر
جھنجھلاہٹ اور ترشروئی کے آثار کا معائنہ کرتا ہے (۳) جو سابق احسانات کسی کے تیری گردن پر
ہیں انکا تو بڑا فراموش کرنے والا ہے لیکن دوسرونکی عیب شماری کا سبق تجھے خوب یاد رہتا ہے (۴) تو ان
لوگوں کے صاحبان کینہ وعداوت کے آگے نرم پڑجاتا ہے اور صفائی سے ملنے والے کیلئے تو بڑا سخت مزاج و بداخلاق ہے

تنبیہ زیاد اعجم کے پہلے شعر میں لست بغائظ عدوا کی تفسیر شارح نے لا اغیظ علی العدو کے ساتھ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غائظ کو غضبناک ہونے کے معنی میں لازم قرار دیا ہے ارباب لغت نے غاظہ الغیظ سے غضبناک کرنے کے معنی میں متعدی لکھا ہے اسی بنا پر شاعر نے غائظ کے مفعول (عدوا) کو منصوب بغیر تعدیہ حرف استعمال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ فعل متعدی ہونے کی صورت میں حسب مراد شاعر مضمون میں زیادہ مبالغہ پیدا ہوجاتا ہے ۔۱۲ منہ

له تسمی کی لفظ اس مقام پر بالکل بے معنی ہے جن شراح کی ... سے اسکو تبدیل ...

ومن الهجاء ایضا ما تجمل فیه المعانی کما یفعل فی المدح فیکون ذلک حسنا اذا اصیب به الغرض المقصود مع الایجاز فی اللفظ وذلک مثل قول العباس بن یزید الکندی فی مهاجاته جریرا ومعارضته ایاه فی قوله

اذا غضبت علیک[۱] بنو تمیم   حسبت الناس کلهم غضابا

لو اطلع الغراب علی تمیم   وما فیها من السوءات شابا

ومثل قول مرة بن عداء الفقعسی

واذا تسرک من تمیم خصلة   فلما یسوءک من تمیم اکثر

وقول الآخر

ویقضی الامر حین تغیب تیم   ولا یستأذنون[۲] وهم شهود

اللغة ۔ السوءات جمع سوءة وهی الفاحشة والخلة القبیحة والشهود جمع شاهد بمعنی الحاضر

المعنی اور کبھی ہجائی مضامین میں بھی بعض اقسام مدح کی طرح اختصار و اجمال سے کام لیا جاتا ہے تو یہ بھی ایک اچھا طریقہ ہے لیکن جبکہ غرض مقصود اختصار کے ساتھ حاصل ہو جائے ۔ اور اسکی مثال عباس ابن یزید کندی کے وہ اشعار ہیں جنھیں اسنے جریر سے ہجو گوئی میں مقابلہ کرتے ہوئے کہا ہے (۱) جبکہ بنی تمیم تجھپر غضبناک ہوں تو صرف وہی غضبناک ہوں گے بلکہ سمجھ لینا کہ ساری دنیا کے لوگ بیزار و خشمناک ہو گئے (۲) اگر بنی تمیم اور انکی بدکرداریوں پر سے کوے کا گزر ہو تو (ان برائیوں سے متاثر و منفعل ہو کر بڈھوں کے سروں کی طرح) وہ سفید ہو جائے ۔ اور ایسا ہی مرۃ ابن عداء فقعسی کا یہ شعر ہے اور اگر تجھکو بنی تمیم کی کوئی ایک (آدھی) خصلت پسند بھی آجائے تو سیکڑوں خصلتیں انکی تجھے بری معلوم ہوں (یعنی انکے برے خصائل اس کثرت سے ہیں کہ انکی کسی ایک خوبی کی بھی انکی کثیر برائیوں کے آگے کوئی وقعت نہیں) اسیطرح ایک دوسرا شاعر کہتا ہے بنی تمیم کی غیبت میں تمام مہتم بالشان امور طے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ حاضر بھی ہوں تو ان سے کسی قضیہ کو طے کرنے کے بارے میں اجازت نہیں لی جاتی ۔

[۱] کتاب الوزراء میں علی نقل کیا ہے اور اسکے قبل کا شعر اسطرح وارد کیا ہے انا ای اللوم غافل والعتابا و قل لی ان اصبت لقد اصابا ۱۲ منہ

[۲] کتاب البیان والتبیین میں ولا یستامرون نقل کیا ہے اور اس شعر کے بعد ایک شعر اور ہے جسمیں ہجا کا پہلو اور سراسر زیادہ کر دیا ہے وقیل سلبت عصا لحد بنی تمیم فما تندی یدا عصا تدحد ۱۲ منہ

وللحكم الخضرمی

الم تر انهم رقموا بلوم   كما رقمت باذرعها الحمير

ومثل قول اعشی باهلة

بنو تیم قرارة کل لؤم   لکل مصب سائلة قرار

وقد تبع ابو تمام حبیب بن اوس الطائی الاعشی فی هذا المعنی فقال

ضحوا بمستن سیل اللوم وارتفعت   اموالهم فی هضاب المطل والعلل

ومثل قول الاخر

لو کان یخفی علی الرحمن خافیة   من خلقه خفیت عنه بنو اسد

اللغة رقم الثوب خططه ودابة مرقومة فی قوائمها خطوط کیات وثور وحمار الوحش مرقوم القوائم مخططها بسواد والقرارة ماقرفیه والمطمئن من الارض والهضاب جمع هضبة وهی الجبل المنبسط علی الارض **المعنی** اور حکم خضرمی کہتا ہے کیا تو دیکھتا نہیں کہ ملامت سے یہ لوگ اس طرح چھاپ دیئے گئے ہیں جس طرح کہ (بعض) گدھوں کے ہاتھ پاؤں پر طرح طرح کی سیاہ سفید دھاریاں ہوتی ہیں - اور جیسے اعشائے باہلی کا شعر ہے - ذلت و رذالت کا گندہ پانی بنی تیم ہی کی خباثت گاہ میں آکر جمع ہوتا ہے (اور کوئی تعجب بھی نہیں) اسلیئے کہ ہر بہنے والی نہری کے پانی کے گرنے کا ایک ٹھکانا ہوتا ہے - اور ابو تمام یعنی حبیب ابن اوس طائی اعشی کی متابعت کرتے ہوئے اسی مضمون کو ادا کرتا ہے - وہ لوگ ہر حقارت و ذلت کے شدت سے بہتے ہوئے نالوں کے گندے پانی کی زد میں آگئے اور اُن کا مال و منال ٹال مٹول اور بہانہ سازیوں کے اونچے مچانوں اور بلند پہاڑوں پر محفوظ رہتا ہے اور ایسا ہی ایک اور شخص کا شعر ہے بنی اسد (ایسے کم حقیقت ہیں اور یہانتک نظروں سے گرے ہوئے ہیں کہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں) کہ اگر خدا کی نگاہ علم سے اُس کی مخلوقات میں کوئی پوشیدہ چیز چھپ سکتی تو بنی اسد یقیناً اُس کی نظروں سے پوشیدہ ہوجاتے -

۵۱ اعشی کے اس مضمون شعر کو فرزدق نے جریر کی ہجو کرتے ہوئے اسطرح ادا کیا ہے - انتم قرارة کل مدفع سوءة + ولکل سائلة تسیل قرار - اور ابو تمام کے علاوہ ملے کر ابیہ نے بھی اسی مضمون کو نظم کیا ہے جس کو مصنف نے مثال میں پیش کیا رائیہ قصیدہ میں اسکو لفظاً اور معنیً اخذ کرکے اس طرح ادا کیا ہے - وکانت لوعة مهر اطمأنت بکل الارع تکن سائلة قرار - (؟)

ومثل قول الآخر

قومٌ اذا ما جنی جانیهم امنوا　　من لوم احسابهم ان تقتلوا قوداً

ومثل قول زیاد الاعجم

انی لاکرم نفسی ان اکلفها　　هجاء جرم ولما یهجهم احد

ماذا اقول لهم من کان هاجیهم　　لا یبلغ الناس ما فیهم وان جهدوا

ومثل قول اوس بن معزاة

فلست بعافٍ عن شتیمة عامرٍ　　ولا حابسی عما اقول وعیدها

تری اللوم ما عاشوا جدیداً علیهم　　وابقی ثیاب اللابسین جدیدها

لعمرك ما تبلی سرابیل عامرٍ　　من اللوم ما دامت علیها جلودها

اللغة- قوله لما للنفی مثل لم الا ان لم نفی لما مضی ولما بمعنی حین فی لم وعیدها فاعل لاسم الفاعل وهو قوله حابسی

المعنی- اور اسی طرح دوسرا شاعر کہتا ہے وہ لوگ ایسے (بے حقیقت) ہیں کہ ان میں سے اگر کوئی شخص جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ بوجہ اپنے ذلیل اور بد قوم ہونے کے اس امر سے بے خوف رہتے ہیں کہ کسی مقتول کے بدلے میں قتل کیے جائیں (یعنی اُن سے انتقام لینا اُنکے ہاتھوں سے ہر قتل ہوئے شخص کی کسر شان کا باعث ہے اسلیے ورثہ کو انتقام نہ لینے کی تکلیف گوارہ ہوتی ہے) اور ایسا ہی زیاد اعجم کا شعر ہے- (۱) میں اپنے شریف نفس کی شان کو اس امر سے ارفع و اعلیٰ سمجھتا ہوں کہ اُسے بنی جرم کی ہجو اور مذمت کرنے کی تکلیف دوں حالانکہ کوئی شخص بھی اُنکی ہجو نہیں کرتا- (۲) اور کوئی ہجو کرنے والا بھی تو وہ (بیچارہ) اُنکے بارے میں کیا کہے (حقیقت یہ ہے کہ) لوگ کتنی ہی کوشش کریں لیکن اُنکے عیوب کی انتہا تک نہیں پہونچ سکتے- اسیطرح اوس ابن معزاۃ کے اشعار ہیں- (۱) بنی عامر کے سب و شتم سے میں باز آنیوالا نہیں اور نہ اُنکی دھمکیاں مجھے اُنکی ہجو گوئی سے روک سکتی ہیں- (۲) تو دیکھے گا کہ جبتک وہ زندہ رہینگے ملامت کی نئی نئی پوشاکوں سے اُنکا جسم آراستہ ہوگا (اور کیوں نہو) اسلیے کہ جدید لباس اپنے پہننے والوں کے جسم پر زیادہ پائدار اور مضبوط ہوتا ہے- (۳) تیری جان کی قسم بنی عامر کی ملامت کی قمیصیں جبتک اُنکے جسم پر گوشت پوست باقی ہے کبھی کہنہ ہونے والی نہیں

اس شعر کو باب الحماسہ میں کہا ہے اور علامہ تبریزی نے بھی اُنکی تفسیر کی ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اس قوم کی مدح کرتا ہے وہ اُن کو من لوم کو منوا کے متعلق کیا ہے اور ان تقتلوا کو لوم احسابھم کا بدل قرار دیا ہے جسکا یہ معنی ہو نگے کہ وہ ایسے کریم و بزرگ ہیں کہ اُن سے کوئی قصاص نہیں لے سکتا کیونکہ وہ مقتول کا خون بہا دینا عار سمجھتے ہیں لہٰذا اس شعر کی مثل ہونا کہنا خالی از تکلف نہیں

ہر ایک شعر کے بعد اس شعر کو بیاب نظر کرنے کے بعد ان کی عزرا اعلیٰ اور اوحد بھی ہیں داخل ہے صاحب مفتاح عین معلوم ہوتا ہے بعد پر سیر شعر کہ بیچارہ پر بھی نہ کیا ہے- شعر سیلے واورد والاثر اکثر من وجد والاثر اکثر من وجد اللاھر الاثر اکرم من وجد و اللاھر اذا حبی الفراد الاھر قومی اذا ما جنی جانیهم امنوا لعمری فقبیل بن ۱۲۳ الاثر ابن الکلبی

هذه الابيات قالها اوس وهو يهاجي النابغة الجعدي فيقال ان النابغة كان يقول اني واوسا نبتدر بيتا فمن قاله غلب على صاحبه فلما قال اوس البيت الاخير قال هذا هو البيت الذي كنا نبتدره فغلب اوس عليه ومثل قول عباس بن مرداس السلمي في سفيان بن عبد يغوث النصري

وا وعد وقل ماشئت انك جاهل　　على ما انت امرؤ من بني نصر

وما اجود ما قال الفرزدق في عبد الله بن عمير الليثي حيث هرب من ابي فديك الخارجي وكان يتمنى لقاء الخوارج

تمنيتهم حتى اذا ما رأيتهم　　تركت لهم عند الجلاد السرادقا

واعطيت ما تعطي الحليلة بعلها　　وكنت حباري اذ رأيت البوارقا

اللغة- السرادق الذي يمد فوق صحن البيت ج سرادقات وحليلتك امرئتك وحبارى طائر للذكر والانثى والواحد والجمع ج حباريات والحبرور والحبرير والحبربور واليحبور والبوارق السيوف **المعنى** - ان شعروں کو اوس نے نابغہ جعدی سے ہجوگوئی میں مقابلہ کرتے ہوے کہا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ نابغہ یہ کہتا تھا کہ ہم اور اوس دونوں کے دونوں شعر کہنے میں ایک دوسرے پر سبقت کیا کرتے تھے جو پہلے شعر کہدیتا تھا وہ دوسرے پر غالب آجاتا تھا پس جب اوس نے آخری شعر کہا تو نابغہ نے کہا کہ یہی شعر میں بھی پہلے کہنا چاہتا تھا لیکن جب وہ نہ کہہ سکا اور اوس نے پہلے کہدیا تو اوس اسپر غالب آگیا۔ اور اسیطرح عباس ابن مرداس کا شعر سفیان ابن عبد یغوث نصری کے بارے میں ہے۔ تو میرے متعلق جو چاہے کہہ اور جتنا چاہے گرج تو تو مجھ سے جہالت سے پیش آ ہی رہا ہے (مگر یہ تو بتا کہ) کیا تو بنی نصر کے خاندان کی ایک فرد نہیں ہے۔ اور عبداللہ ابن عمیر لیثی کے بارے میں فرزدق کے بھی کیا اچھے اشعار ہیں جبکہ عبداللہ نے ابو فدیک خارجی کے خوف سے فرار اختیار کیا حالانکہ خوارج سے جنگ کرنے کا متمنی تھا۔ (۱) تم نے خوارج سے لڑنے کی (پہلے) آرزو کی یہانتک کہ جب انکا سامنا ہوا تو اپنے خیمے چھوڑکر اثنار جنگ سے تم بھاگ کھڑے ہوے (۲) اور تم نے ان سے (اوس موقع پر پسپائی و مغلوبیت میں) وہی برتاؤ کیا جو زوجہ شوہر سے برتاؤ کرتی ہے اور تم تلواروں کی چمک دیکھکر حباری پرندہ کی طرح بیٹ کرتے ہوے بھاگ رہے تھے۔

تنبیہ - فرزدق کے شعر میں جو لفظ سرادق مذکور ہے اسکو شارح نے سرداق کی جمع لکھا ہے حالانکہ ارباب لغت نے سرادق کو واحد اور اسکی جمع سرادقات تحریر کیا ہے۔

وفی قوله ما تعطی الحليلة بعلها مع ایجازه عجائب وكذلك فی قوله جباری

ومنهم من يفرط فی ذكر نقيصة واحدة كما يغلو عند المدح فی فضيلة واحدة

فمن ذلك للحطيئة يغرق فی ذكر البخل وحده

کددت باظفاری واعملت معولی ، فصادفت جلمودا من الصخر املسا

تشاغل لما جئت فی وجه حاجتی ، واطرق حتی قلت قد مات اوعسی

واجمعت ان انعاه حين رأيته ، يفوق فواق الموت حتی تنفسا

فقلت له لا باس لست بعائد ، فافرخ تعلوه السمادير مبلسا

ولجرير فی ذكر العجز وحده

ولا يتقون الشر حتى يصيبهم ، ولا يعرفون الامر الا من الندر

اللغة المعول كمنبر الحديدة ينقر بها الجبال تشاغل ای اظهر شغله بامر اجمعت ای عزمت انعاه ای اخبر بموته وافرخ الروع وفرّخ ذهب والرجل فزع ورعب والسمادير ضعف البصر وشئ يتراى للانسان من ضعف بصره عن السكر فاق فواقا بالضم شخصت الريح من صدره **المعنی** اور اسکے قول ما تعطی الحليلة میں باوجود اختصار کے عجیب و غریب اشارے ہیں اسیطرح جباری کی لفظ میں۔ اور بعض شعرا صرف ایک ہی عیب کا ذکر کرکے اسمیں مبالغہ کرتے ہیں جیساکہ مدح میں ایک ہی فضیلت کا ذکر کرکے مبالغہ کیا جاتا ہے اسی قبیل سے حطیئہ کے اشعار ہیں جس نے صرف بخل کے ذکر میں مبالغہ کیا ہے (۱) میں نے شفقت کرکے اپنے ناخونوں سے بھی کریدا اور کدال سے بھی کام لیا لیکن صخر کو چکنا پتھر پایا (۲) جب میں اسکے پاس اپنی حاجت لے کر آیا تو مجھ سے اعراض کرکے اپنے کو ایسا ظاہر کیا جیسے کسی کام میں وہ مشغول ہے اور کسی سوچ میں پڑکے اتنی دیر تک سر جھکائے رہا کہ میں نے کہا کہ یہ مرگیا یا مرنے کو ہے۔ (۳) جبکہ میں نے دیکھا کہ اسے گھر الگ گیا تو چاہا کہ لوگوں کو اسکی خبر مرگ سناؤں یہاں تک کہ اس نے یکایک سانس لی۔ (۴) تو میں نے اس سے کہا کہ ڈرو نہیں میں دوبارہ نہیں آؤنگا تو اسکی گھبراہٹ موقوف ہوئی لیکن اسکی آنکھوں میں (عطائے مال کے موحش تصور سے) اندھیرے کی چادر چھائی ہوئی تھی۔ اور جریر (اپنے ہجو کی) صرف عاجزی کو اسطرح بیان کرتا ہے اور وہ لوگ اپنے کو کسی مصیبت سے نہیں بچا سکتے یہاں تک کہ وہ انپر نازل ہو جاتی ہے اور ان کو نزول مصائب سے خوف پیدا ہو جانے کے سوا اور کوئی طریقہ ان مصائب کے دفعیہ کا نہیں معلوم۔

له کتاب البیان والتبیین اور کامل مبرد میں اس شعر کے دوسرے مصرعہ کو اسطرح نقل کیا ہے۔ ولا يعرفون الامر الا تدبرا۔ اور الکامل میں لکھا ہے ولا تأتی الذی ... وقوع الشئ کما قال ... جنبی ... الشعرا ...

ثم ینظر اقسام المدیح واسبابه فیجری امر الہجاء بحسبها فی المراتب والدرجات الاقسام ویلزم ضد المعنی الذی یدل علیه اذکان المدیح ضد الہجاء ولنتبع القول فی الہجاء القول فی المراثی

نعت المراثی [۱]

لیس بین المرثیة والمدح فصل الا ان یذکر فی اللفظ ما یدل علی انه لهالک مثل کان وتولی وقضی نحبه وما اشبه ذلک وهذا لیس یزید فی المعنی ولا ینقص منه لان تابین المیت انما هو بمثل ما کان یمدح فی حیاته وقد یفعل فی التابین شیٔ ینفصل به لفظه عن لفظ المدح بغیر کان وما جری مجراها وهو ان یکون الحی مثلا یوصف بالجود فلا یقال کان جوادا ولکن یقال ذهب الجود ومن للجود بعده او لیس الجود مستعملا منذ تولی وما اشبه هذه الاشیاء

اللغة التابین الثناء علی الشخص بعد موته **المعنی** پھر مدیح کے اقسام اور اُس کے اسباب پر نظر کرنا چاہیے اور انھیں اقسام واسباب کے اعتبار سے ہجو گوئی کے مراتب و درجات کی تحدید کرنی چاہیے اور جبکہ مدیح ضد ہجا قرار پائی تو ہجو گوئی میں لازم ہے کہ اس کا مضمون مدیح کے بالکل برخلاف ہو اور اب ہم کو چاہیے کہ نعت الہجا میں کلام کرنے کے بعد باب مراثی کا ذکر کرین

محاسن مرثیہ

مرثیہ اور مدح میں کوئی خاص فرق نہیں ہے بجز اسکے کہ (مرثیہ میں) ایسی لفظین ذکر کیجائیں جن سے یہ پتہ چل جائے کہ کسی مرنیوالے کا مرثیہ ہے مثل لفظ کان (تھا) و تولی (گزر گیا) و قضی نحبہ (اپنی مدت پوری کر گیا) وغیرہ کے اور اس لفظی فرق کر دینے سے معنی مین کوئی زیادتی و کمی نہین ہوتی اسلیے کہ مرنیوالے کے مرثیہ مین وہی صفات ذکر کیے جاتے ہین جنکے ساتھ زندگی مین اُسکی مدح کی جاتی تھی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ کان وغیرہ کے علاوہ مرثیہ مین (مبالغةً) ایسی لفظین ذکر کی جاتی ہین جو الفاظ مدح سے جدا ہوتی ہیں جیسے کہ زندگی مین کوئی صفت جود سے متصف ہو تو اُسکے مرثیہ مین یہ نہ کہا جائے کہ وہ شخص بڑا سخی تھا بلکہ یہ کہا جائے کہ (جود کیا دنیا سے رخصت ہوا) سخاوت رخصت ہوگئی یا یون کہا جائے کہ اُسکے بعد اب کون سخاوت کا کفیل و پرسان حال ہے یا یہ کہا جائے کہ جب سے وہ روپوش ہوا اب دنیا مین جود کا کوئی مصرف نہین رہا یا اسی کے مثل اور لفظین ذکر کی جائین

[۱] قرآن مجید نے بطور اظہار تاسف و تحسر کسی کا مرثیہ نہیں کہا اور نہ اسکو اسکی کوئی ضرورت تھی البتہ بعنوان اظہار واقعہ انبیائے سابقین کی خاص خاص صفتوں کا اسمین تذکرہ موجود ہے چنانچہ انکے متعلق ارشاد ہوتا ہے و اسمٰعیل و ادریس و ذا الکفل کل من الصابرین و ادخلنٰهم فی رحمتنا انهم من الصالحین۔ دوسری جگہ فرمایا ہے انهم کانوا یسٰرعون فی الخیرات و یدعوننا رغبا و رهبا و کانوا لنا خاشعین۔ ایک موقع پر صدق کا ذکر کرتے ہوے فرمایا ہے و اذکر فی الکتاب اسمٰعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولا نبیا۔ دوسرے موقع پر ارشاد ہے و اذکر فی الکتاب ادریس انه کان صدیقا نبیا و رفعنٰه مکانا علیا

كما قالت ليلى الاخيلية ترثي توبة بن الحمير بالنجدة على هذه السبيل

فليس لرجال الحرب يأتون بعدها بعار ولا غاد بركب مسافر

ومن الشعراء من يرثي بذكر بكاء الاشياء التي كان الميت يزاولها وغيرة الخ ومثل يحتاج الى تعلم صحة هذا المعنى في مثل ما تكلم به من هذه الاشياء فانه ليس من اصابة المعنى ان يقال في كل شئ تركه الميت بانه يبكي عليه لان من ذلك ما ان قيل انه بكى عليه لكان سيئة وعيبا لاحقين له - فمن ذلك مثلا ان قال قائل في ميت بكتك الخيل اذ لم تجد لها فارسا مثلك كان مخطئا لان من شان ما كان يوصف في حياته بكده اياه ان يذكر اغتباطه بموته وما كان في حياته يوصف بالاحسان اليه ان يذكر اغتمامه بوفاته

اللغة الاغتباط في كلام المصنف المسرة والتبجح بالحال الحسنة **المعنى** جیسے کہ لیلی اخیلیہ نے توبہ ابن حمیر کی بہادری کو یاد کرکے اسی طریقہ سے مرثیہ کہا ہے - توبہ کے مرنے کے بعد لڑنے والوں کو جنگ سے فرار کرنے میں اب کوئی عار نہیں (اسلئے کہ اسکی غیرت متوفی کے دم کے ساتھ تھی) اور نہ اب کوئی طلب بخشش کی غرض سے قافلہ کے ساتھ سفر کرنے والا ہے (اسلئے کہ سخاوت اوسی کی ذات میں منحصر تھی)

اور بعض شعرا اون چیزوں کے رونے کا ذکر کرکے مرثیہ کہتے ہیں جنکو مرنیوالا زندگی میں استعمال کیا کرتا تھا یا اُن چیزوں کو اس سے کوئی نسبت تھی ایسی صورت میں ضرور ہے کہ ان اشیا کے متعلق معلوم کرلیا جائے کہ اُنکی طرف بکا کی نسبت دینا نامناسب تو نہیں ہے کیونکہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہر چیز متروکات میت میں سے اُسپر گریہ کرتی ہے اس لئے کہ اونمیں سے بعض چیزیں ایسی بھی نکلینگی کہ اگر انکی طرف گریہ کی نسبت دیجائیگی تو نہایت بدنما اور معیوب ہوگا مثلاً اگر کوئی کسی مرنیوالے کے متعلق کہے کہ تجھپر گھوڑے روتے ہیں اسلئے کہ تجھ ایسا سوار نہیں پاتے تو یہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ یہ چیزیں مشقت و تکلیف میں مبتلا کیجاتی ہیں اور زمانہ استعمال میں انھیں آرام نہیں ملتا تو ایسی چیزیں جو میت کی زندگی میں مبتلائے تکلیف تھیں اُسکے مرنے کے بعد انکے خوش و مسرور ہونے کا ذکر کرنا چاہیے اور جو ذاتیں اوس کی حیوۃ میں اوس کی مورد احسان و انعام تھیں بعد مرگ اُنکے رنجیدہ و غمگین ہونیکا اظہار کرنا چاہیے

ومن ذلك احسان الخنساء في مرثيتها صخرا واصابتها المعنى حيث
قالت تذكر اغتباط حذفة فرس صخر بموته

فقد فقدتك حذفة فاستراحت   فليت الخيل فارسها يراها

ولو قالت فقد تك حذفة فبكت لاخطأت وبكاء من يجب ان يبكى على الميت
انما هو من كان يوصف اذا وصف في حياته باغاثته والاحسان اليه كما
قال كعب بن سعد الغنوي في مرثية اخيه

ليبكك شيخ لم يجد من يعينه   وطاوى الحشا نائى المزار غريب

اللغة قوله طاوي الحشا عنى به الغرثان المعنى اس معیار کی بنا پر خنساء کا وہ
شعر جو صخر کے مرثیہ میں اُس نے کہا ہے مستحسن اور قرین صواب ہے جہاں پر صخر کے مرنے سے اُسکے حذفہ نامی
گھوڑے کے خوش ہونے کا اُس نے اظہار کیا ہے - تیرا گھوڑا حذفہ چونکہ اب تجھے نہیں پاتا
اسلئے وہ آرام سے ہے کاش کہ ان گھوڑوں کی حالت کو ان کا سوار دیکھتا ہوتا - اور اگر خنسا فقرۂ
فقد تك حذفة فبكت (یعنی تجھکو تیرے گھوڑے نے نہیں پایا اسلئے وہ رو رہا ہے) کہتی تو خطا
کرتی - اور میت پر اُن لوگوں کو رونا لازم ہے جن پر وہ اپنی زندگی میں احسان کرتا تھا اور
انکا (مصیبت میں) فریادرس تھا جیسا کہ سعد ابن غنوی نے اپنے بھائی کے مرثیہ میں کہا ہے -
تجھپر اُن ضعیف بڈھوں کو رونا چاہیئے جو اپنا معین و مددگار نہیں پاتے اور اُس بھوکے
مسافر کو رونا چاہیئے جو اپنے وطن سے دور عالم غربت میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہو -

وكما قال اوس بن حجر يرثي فضالة بن كلدة الاسدي

ليبكك الشرب والمدامة والـ ... فتيان طرًّا وطامع طمعا

وذات هدم عار نواشرها ... تصمت بالماء تولبا جدعا

والحي اذ حاذروا الصباح واذ ... خافوا مغيرا وسائرا اتلعا

فيجب ان يتفقد مثل هذا في اصابة الغرض والانحراف عنه واذ قد تبين بما قلنا آنفا انه لا فصل بين المديح والتابين الا في اللفظ دون المعنى فاصابة المعنى به ومواجهة غرضه هو ان يجري الامر فيه على سبيل المديح

اللغة الهدم بالكسر الكساء الذي ضوعفت رقاعه وخص ابن الاعرابي به الكساء البالي من الصوف والنواشر عصب الذراع من داخل وخارج وقيل هي العصب التي في ظاهرها وقوله وذات في محل الرفع لانه معطوف على فاعل يبكي وهو الشرب التولب ولد الحمار استعير ههنا للولد الانسان والجدع كلتف من الصبي السئ الغذاء وتلع الرجل اخرج راسه من كل شئ كان فيه قول المسند تتفقده طلبه عند غيبته. **المعنى** اور جیسے آوس ابن حجر نے فضالہ ابن کلدہ اسدی کے مرثیہ میں کہا ہے - (۱) اے مرنیوالے تیرے رفقا اور میخوار اور شراب اور جوانان ہم صحبت اور جو بھی تیری بخشش کا طامع ہو ان سب کو تجھپر رونا چاہیئے (۲) اور کہنہ و بوسیدہ کپڑے والی عورت لاغری سے جسکے ہاتھوں کی رگیں نمایاں ہوں اور (اوسکی مفلسی کا یہ حال ہو کہ) اوس کے بچہ کو اچھی غذا میسر نہ ہوتی جس سے وہ برے حال میں ہو اور (وہ اوسکا سر اوسترے سے نہ منڈوا سکتی ہو بلکہ گرم) پانی سے اوسکے سر کے بال نوچ ڈالتی ہو (۳) اور قبیلہ کے لوگ جبکہ وہ صبح کے وقت لٹجانے سے حذر کرتے ہوں اور غارتگر یا کسی چالاک دشمن کے ٹوٹ پڑنے سے ڈرتے ہوں (غرضکہ) ان سب کو تجھپر رونا چاہیے۔ پس لازم ہوا کہ مراثی کی جانچ کرنے میں علامات مذکورہ کی تلاش کی جائے تاکہ معلوم ہو کہ شاعر غرض مقصود تک پہونچا یا اس سے منحرف ہو گیا۔ اور جبکہ ہمارے سابق بیان سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مدح اور مرثیہ میں سوائے لفظی افتراق کے کوئی معنوی فرق نہیں ہے تو مرثیہ خوانی کی راہ صواب اور منزل مقصود بس یہی قرار پائے گی کہ اوسمیں مدح گوئی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ **تنبیہ** - شارح نے لفظ نواشر کے معنی عضد یعنی بازو کے لکھے ہیں۔ یہ معنی کتب لغت میں نظر قاصر سے نہیں گزرے البتہ اس مقام عصب الذراع کے معنی مراد لینا جسکی ارباب لغت نے تصریح کی ہے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور اسکی تائید عبارت کامل اور مشی صناعتین کے کلام بھی ہوتی ہے اور یہی معنی استعمالات عرب میں شائع و ذائع ہیں کما قیل لهم اذرع بادٍ نواشرها وقال زهير مراجيم وشم في نواشر معصم۔

ے اگر اس کو نصمت پڑھا جائے جیسا کہ کتاب میں ہے تو خاموش کرنے کے معنی ہو گئے مگر دیوان اوس میں تسمط اس سے نقل کیا ہے نظر قاصر میں یہی لفظ زیادہ مناسب مقام معلوم ہوتی ہے۔ خود کتاب میں دوسرے مقام پر اس لفظ کو سین ہی کے ساتھ نقل کیا ہے [illegible] ۱۲ منہ

فمن المراثی التی تشبه فی المدیح استیعاب الفضائل التی قد مناذکرھا والابیات علیھا مثل قول کعب بن سعد الغنوی یرثی اخاہ۔

لعمری لئن کانت اصابت مصیبۃ ۔۔۔ اخی والمنایا للرجال شعوب

لقد کان اما حلمہ فمروح ۔۔۔ علینا واما جھلہ فعزیب

اخی ما اخی لا فاحش عند بیتہ ۔۔۔ ولا ورع عند اللقاء ھیوب

فقد اتی فی ھذہ الابیات بما وجب ان یاتی بہ فی المراثی اذ اصاب بھا المعنی وجری علی الواجب اما فی البیت الاول فتذکر ما یدل علی ان الشعر مرثیۃ لھالک لا مدیح لباق واما فی الابیات الاُخر فجمیع الفضائل الاربع التی ھی العقل والشجاعۃ والعفۃ والحلم

اللغۃ روح الابل ردھا الی المراح بالضم ای الماوی والعزیب من الابل والشاء التی تعزب ای تبعد عن اھلھا فی المرعی

المعنی پس بعض وہ مرثیے جو سابق الذکر فضائل کے شامل ہونے کی وجہ سے مدح سے مشابہ ہیں اور اُن فضائل کی مثال میں کچھ اشعار بھی ہم پیش کر چکے ہیں غرضکہ اُنھیں مرثیوں میں سے کعب ابن سعد غنوی کے اشعار ہیں جنھیں اُسنے اپنے بھائی کے مرثیہ میں کہا ہے۔(١) اپنی زندگانی کی قسم اگر میرے بھائی پر مصیبت موت واقع ہوئی اور موتیں تو لوگوں میں جدائی ڈالتی رہتی ہیں تو اس سے اُسکی شرافت و بزرگی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا) کیونکہ مرحوم میں بڑی بڑی صفتیں تھیں (٢) وہ ایسا شخص تھا کہ حلم تو اُس کا ہمارے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور اُسکی جاہلانہ نزاعیں ہم سے دور تھیں۔(٣) میرا بھائی کیا کہنا میرے بھائی کا (میں اُسکا حال کیا بیان کروں) کسی قسم کی بیہودگی اور بے تہذیبی کا اُسکے گھر کے پاس گذر نہ تھا اور نہ وہ جنگ کے وقت اپنی جان بچانے والا اور نڈر پوک تھا۔

پس جو باتیں جادۂ صواب پر قائم رہنے والے مرثیہ میں ہونی چاہییے اُن سب کا ان اشعار میں شاعر نے ذکر کر دیا اور (مرثیہ گوئی کے) صحیح راستہ پر چلا اسلیئے کہ پہلے شعر میں تو ایسی لفظوں کا (مثل لفظ لئن کانت وغیرہ کے) ذکر کر دیا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شعر متوفی کا مرثیہ ہے کسی زندہ کی مدح نہیں ہے لیکن دوسرے شعروں میں پس چاروں فضیلتیں (عقل و شجاعت و عفت و حلم) اب سب کو ذکر کر دیا۔

ثم افتن کعب فی هذه المرثیة بعد ذالك وزاد فی وصف بعض الفضائل ما لم یخرج به عن استقامة وهو قوله

حلیم اذا ما سورة الجهل اطلقت	حبا الشیب للنفس اللجوج غلوب
کعالیة الرمح الردینی لم یکن	اذا ابتدر القوم العلاء یخیب
فانی لباکیه وانی لصادق	علیه وبعض القائلین کذوب
لعمرك ما شیخ لم یجد من یعینه	وطاوی الحشا نائی المزار غریب
جموع خلال الخیر من کل جانب	اذا جاء جیاء بهن ذهوب
فتی لا یبالی ان یکون بجسمه	اذا نال خلات الکرام شحوب
حلیم اذا ما الحلم زین لاهله	مع الحلم فی عین العدو مهیب
اذا ما تراءاه الرجال تحفظوا	فلم ینطقوا[ع] العوراء وهو قریب

اللغة اللجوج مبالغة من اللجاجة وهی الخصومة وقوله للنفس متعلق بغلوب والشحوب تقدم تفسیره وهو اسم لیکون العوراء الکلمة القبیحة **المعنی** - پھر اس مرثیہ میں اسکے بعد کعب نے اور شاخیں پیدا کیں اور بعض فضائل کے بیان میں ایسا اضافہ کیا جسمیں راہ مستقیم سے انحراف نہوا اور وہ اضافہ یہ ہے (۱) جبونت جہالت کی تیزی اور جوش میں بڈھوں کے ہاتھ سے عنانِ شرم چھوٹ جائے ایسی حالت میں بھی متوفی حلم و بردباری سے کام لیتا تھا اور اپنے نفس کی سرکشی پر پورا قابو رکھنے والا تھا - (۲) جبکہ لوگ عزت کے میدان کی طرف اقدام کرتے نظر آئیں وہ متوفی رُدینی نیزہ کی سخت آنی کے مثل ہے جو کہ ہر شے میں در آتی ہے اسلئے وہ کبھی خائب و ناکام نہیں رہتا - (۳) اور میں اسپر ضرور روؤنگا اور بیشک میرا رونا سچا اور بجا ہی حالانکہ بعض مرثیہ گو جھوٹے ہوتے ہیں - (۴) اسکی شرح ۹۹ میں گزر چکی (۵) جمیع صفات حسنہ کے ساتھ اگر کوئی آنے جانے والا ہو تو وہ متوفی ہی کی ذات ہے جس نے ہر جانب سے تمام اچھی صفتوں کو جمع کر لیا ہے - (۶) وہ ایسا جوان تھا کہ جب وہ شرفاء کی سی خصلتیں اپنے میں پیدا کرلیتا تو اسکی اُسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اسکا جسم لاغر ہے یا توانا (۷) حلم کے موقع پر وہ بڑا حلیم تھا اسی کے ساتھ ساتھ دشمنوں کی نگاہوں میں صاحب ہیبت و رعب (غرضکہ حلم و ہیبت دونوں صفتوں کا جامع تھا (۸) جبکہ اُسکو لوگ دیکھ لیتے تھے تو اُسکے لحاظ سے بیجا باتوں کے ارتکاب سے بچنے لگتے تھے پس حالت یہ تھی کہ اُسکی حضوری میں لوگ ناشائستہ کلام اپنی زبان پر جاری نہیں کرسکتے تھے

[حاشیہ]

[۱] عقد فرید وغیرہ میں اس مصرعہ کو اس طرح نقل کیا ہے اذا ابتدر الخیل الرجال یخیب ۱۲ منہ

[۲] کتاب میں صیغہ جمع کے ساتھ لفظ فلم ینطقوا نقل کی گئی ہے لفظ تحفظوا کی مناسبت کا تحفظ بھی اسکی جمعیت کو متقضی ہے جمہرۃ وغیرہ میں بھی فلم ینطقوا نقل کیا ہے شرح میں اس لفظ کو فلم ینطق صیغۂ مفرد سے نقل کیا ہے سے ساتھ نقل کیا ہے معنی دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے سوائے اسکے جو ایسی بے باکی سے پیدا ہوتی ہے فلاں تبلیغون سے اسکی تفسیر کی ہے بہرحال اس کتاب کی عبارت میں سہو کتابت ہے صحیح نقل کو خرابی نہ ہونا چاہیے مطابق جمہرۃ ۱۲ منہ

ومثل قول اوس بن حجر فی فضالة بن كلدة الاسدی بجميع الفضائل التی ذكرناها الا العفة وحدها فانه ترك ذكرها الا انه فی بعض القصيدة وصفه بالكمال وفی الكمال كل فضيلة من العفة وغيرها

ابا دليجة من يكفی العشيرة اذ — امسوا من الخطب فی نار وبلبال

ام من يكون خطيب القوم اذ حفلوا — لدی الملوك ذوی ايد[1] وافضال

ام من لاهل لواء فی مسكعة — من حقهم لبسوا حقا بابطال

ام من لحی اضاعوا بعض امرهم — بين القسوط وبين الدين زلزال

فرجت غمتهم وكنت عينهم — حتی استقرت نواهم بعد تزوال

ملہ کتاب البیان والتبیین میں اوس کے دو اقوال نقل کیا ہے ۱۲ منہ

اللغة البلبال البرحاء فی الصدر والايدی جمع اليد وهی القوة والنعمة والمسكعة محدثة المضلة من الارضين لا يهتدی فيها وجه الامر الزلزال المتزلزل والنوی الدار۔ **المعنی** اوس ابن حجر کے وہ اشعار ہیں جنہیں اُسنے فضالہ ابن کلدہ اسدی کا مرثیہ کہتے ہوئے تمام اُن اوصاف کو جن کا ہم نے ذکر کیا بیان کردیا ہے صرف ایک عفت کا ذکر نہیں کیا لیکن اُس نے اپنے بعض قصیدوں میں ممدوح کی توصیف کمال کے ساتھ کی ہے جسمیں عفت وغیر عفت سب طرح کی فضیلتیں آسکتی ہیں۔ (اور وہ اشعار یہ ہیں) (۱) اے ابو دلیجہ اب اپنے قوم وقبیلہ کی کون خبرگیری کرے گا جبکہ وہ حوادث زمانہ کے نازل ہونے کی وجہ سے مصائب میں گرفتار ہوجائیں اور آتش غم سے جلنے لگیں (۲) یا جبکہ طاقت وقوت (یا بخشش ونعمت) والے بادشاہان اولوالعزم کے دربار آراستہ ہوں ایسے موقع پر متوفی کے سوا اب کون ہے جو اپنے مقصود میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایسے جلیل القدر لوگوں کی حضوری میں تقریر کرسکے۔ (۳) یا اب ایسا شخص کون ہے جو اپنے متعلقین و وابستگان کے لئے نشان فوج کی طرح مرجع اور رجائے پناہ بن سکے جنکی اپنے مطالبات کے رو سے ایسی حالت ہوگئی ہو) کہ وہ اپنے حقوق کو فیصلہ کے دشوار گزار وادی میں باطل کی چادر کے نیچے اپنی بدقسمتی سے چھپا کر کھو چکے ہوں (۴) یا یوں کہو) کہ بادشاہوں کی اطاعت کرنے یا نہ کرنے میں جو لوگ متردد ومتزلزل رہ کر (اسی حیص بیص میں) اپنے بعض مقاصد تلف کرچکے ہوں اُن کے نظام کار کو درست کرنے کے لئے متوفی کے بعد اب کون ہے (۵) تو نے اُنکی حیرانی وپریشانی کو دور کردیا اور اُن کا رہبر) محافظ ونگہبان رہا یہانتک کہ اُنکی منزل مقصود متزلزل ہونے کے بعد برقرار ومستقر ہوگئی **تنبیہ** شارح نے اوس کے چوتھے شعر میں لفظ زلزال کو لفظ امر کی صفت قرار دیا ہے حالانکہ زلزال نکرہ ہے اور بعض امرهم اضافت کی وجہ سے معرفہ ہے لہذا اگر اسے حیّ کی صفت قرار دیا جائے تو غالباً یہ اشکال نہ لازم آئے اور معنی میں بھی کوئی خرابی نہ ہو

فقد رثاه في هذه الابيات بما جانس العقل والرأي واللسن ونحو ذلك وقال

ابا دليجة من يوصي بارملة ۔۔۔ ام من لاشعث ذي طمرين طملال

وما خليج من المراز ذو حدب ۔۔۔ يرمي الضرير بخشب الايك والضال

يوما باجود منه حين تسأله ۔۔۔ ولا مغب بترج بين اشبال

ليث عليه من البردي هبرية ۔۔۔ كالمزبراني عيانا باوصال

اللغة - الارملة المرأة المحتاجة المسكينة ج ارامل والطمر بالكسر الثوب الخلق والكساء البالي من غير الصوف ج اطمار والطملال كسربال الفقير السيئ الحال والمراز كشداد موضع ويروى المروت والحدب الموج والضرير حرف الوادي والايك الشجر الملتف الكثير او الغيضة تنبت السدر والاراك والضال السدر البري والمغب الاسد الترج بالفتح الشدة والشر ويروى بترج وهو ماسدة الهبرية كشرذمة ما طار من زغب القطن وما طار من الريش والمزبراني عظيم الزبرة اي الكاهل **المعنى** - توادس نے اس مرثیہ میں ایسے صفات ذکر دیے جن سے اسکی عقل اور جودت راے اور قوت گویائی وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے اور پھر (اسی مرثیہ میں) کہا (۱) اے ابو دلیجہ تیرے بعد اب کون ہے جو بیوہ اور محتاج عورتوں کی کفالت خبرگیری کا انتظام کرے گا یا بوسیدہ لباس پریشان حال و مصیبت زدوں کا متکفل پریشان حال ہوگا (۲) جب تو ممدوح سے سوال کرے تو اسکی سخاوت کے آگے اس دریا کی بخشش کو کبھی زیادہ نہ پائے گا جو مقام مراز میں جوش میں آیا ہوا موجیں مارتا ہوا اپنے ساحل پر اگی ہوئی (جنگلی بیری اور درخت اراک کی لکڑیوں کو (جو کہ اسیر تیر کے آتی ہیں پانی کے تھپیڑوں سے) وادی کے کنارے پھینک رہا ہو - (۳) اسیطرح اپنے بچوں کی حمایت پر جھنجھلایا ہوا شیر نیستاں اور شیر بھی وہ ہیبتناک جسکی گردن پر زیادہ بالوں کی وجہ سے معلوم ہوتا ہو کہ بردی گھانس کی دھنکی ہوئی روئی کا اسپر انبار ہے (۴) اور جبکہ وہ اپنی مضبوط و مستحکم جوڑ بند کے ساتھ اپنے بچوں کی نگہبانی کر رہا ہو اک قد آور پہلوان کی صورت میں دکھائی دیتا ہو -

٥٢ اس شعر کو لسان العرب میں اسطرح نقل کیا ہے
وما خليج من المروت ذو شغب + يرمي الضرير بخشب الطلح والضال ١٢ منه

٥٣ لفظ یوصی اس محل پر بے معنی ہے اگر اسکو یوسی پڑھا جائے تو غالباً زیادہ مناسب مقام ہوگا ١٢ منه

٥٤ اس مصرعہ کو لسان العرب میں اسطرح ذکر کیا ہے
کالمزبرانی عیال باوصال ١٢ منه

یوما یا جرء منه جد بادرة علی کمی بمهد المجد فصال

فقد رثاه فی هذه الابیات بماجانس البذل والجود والسماحة والشجاعة ولم یذکر العفة الا انه قال فی اول القصیدة

ام حصان فلم تضرب بکلتها قد طفت فی کل هذا الناس احوالی

ای امرء سوقة ممن سمعت به اندی واکمل منه ای اکمال

وقال اوس یرثی فضالة

ایتها النفس اجملی جزعا ان الذی تحذرین قد وقعا

ان الذی جمع السماحة والنجدة والباس والندی جمعا

الالمعی الذی یظن بك الظن کان قد رای وقد سمعا

اللغة - البادرة مایبدو من حدتك فی الغضب من قول اوفعل والکمی اللابس السلاح الحصان العفیفة اوالمتزوجة ج حُصُن وحصانات والکلة بالکسر الستر الرقیق وضرب الکلة ارسالها وهو کنایة عن الخلوة بالنساء والالمعی امامرفوع علی انه خبران اومنصوب علی انه مع نعته صفة لاسم ان والخبر قوله بعد عدة ابیات رع اودی فلاتنفع الاشاحة من الخ **المعنی** (غرضنکہ) ایسا شیر بھی ممدوح سے جرات میں کبھی نہیں بڑھ سکتا جبکہ وہ اپنے غیر مصنوعی یکایک غصہ کے ساتھ اور اسلحہ پہن کر حریف پر اچانک آپڑے جو تیز دھار تلوار کے ذریعہ سے شدت کیساتھ اعضاء کا قطع کرنیوالا ہو تو ان اشعار میں بھی جو سخاوت وجود وشجاعت کے مناسب صفتیں ہیں انھیں کا ذکر کیا ہے مگر عفت کا ذکر چونکہ اول قصیدہ میں کرچکا ہے اسلیے اس مقام پر اُسکا ذکر نہیں کیا (عفت کے متعلق کہتا ہے) - (۱) میں نے تمام لوگوں میں سالہاسال پھر کے مردم زمانہ کے حالات معلوم کیے لیکن تجھ ایسا آدمی نہیں پایا (صرف تیری عفت کی یہ حالت ہے) کہ پردہ میں کسی عفیفہ عورت کے پاس (ناجائز طور سے) کسی نے تجھے نہیں دیکھا (۲) عامۂ خلائق میں کون ایسا شخص ہے جس کو میں نے سنا ہو کہ متوفی کی بخشش اور اُسکے بے پناہ کمالات میں اس سے سبقت لے گیا ہو - اور یہی اوس فضالہ کے مرثیہ میں کہتا ہے - (۱) اے نفس بے قراری اور اضطراب کے لیے اچھی طرح آمادہ ہوجا جس مصیبت عظمیٰ کا تجھے خوف واندیشہ تھا وہ نازل ہوگئی (۲) وہ شخص جو سخاوت وجرات وسطوت وبخشش (غرضنکہ) تمام صفتوں کا جامع تھا (۳) بیشک وہ ذات اُسی صاحب ہوش وخرد کی تھی جو اپنی ذکاوت وفطانت کیوجہ سے ایک امر مظنون کو بھی اسطرح تاڑ جاتا تھا گویا اُس نے آنکھوں سے دیکھ لیا یا اپنے کانوں سے سن لیا

ط۵ اصمعی کا قول ہے کہ حسن کے ساتھ اوس ابن حجر نے اس مرثیہ کی ابتدا کی ہے کسی شاعر نے اسطرح مرثیہ کی ابتدا نہیں کی ۱۲ منہ

فقد جمع فی هذہ المرثیۃ جمیع الفضائل ووضع الشئ من ذالک مواضعہ +
ومن المراثی التی تشبہ فی المدیح اقتضاب المعانی واختصار الالفاظ ما قالہ
اوس فی قصید تدبرتی فضالۃ التی اولہا

الم تکسف الشمس شمس النہار مع النجم والقمر الواجب
لہلک فضالۃ لا تستوی الفقود ولا خلۃ الذاہب
وافضلت فی کل شی فما یقارب سعیک من طالب
نجیح ملیح اخو ماقط نقاب یحدث بالغائب
ویکفی المقالۃ اہل الرجال غیر معیب ولا عائب

اللغۃ۔ الوجوب للقمر غیابہ وغروبہ وروی البیت ہکذا الم تکسف الشمس والبدر
والکواکب للجبل الواجب وقولہا فضلت ای زدت والماقط ضیق المواضع فی الحرب۔

المعنی۔ تو اس مرثیہ میں بیشک اُس نے کل فضائل کو جمع کر دیا اور اُن میں ایک ایک صفت کو اپنے
اپنے محل وموقع سے ادا کیا۔ اور وہ مرثیے جنکے الفاظ ومضامین کو مختصر کرکے بیان کیا جاتا ہے جیسا
کہ مدح میں بھی اکثر یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اُن میں سے ایک وہ مرثیہ ہے جسکو فضالہ کے بارے
میں اوس نے کہا ہے اور اُسکے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔ (۱) فضالہ مرگیا مگر اُسکے مرنے کے
غم سے دن کے آفتاب اور رات کے چاند کو ستاروں سمیت کیا گہن نہیں لگا۔ (۲) (لیکن)
یہ گہن فضالہ کی رحلت یا اُس رخصت ہونے والے کی کسی خصلت کے برابر نہیں ہوسکتا
(۳) تو ہر فضیلت میں سبقت لے گیا پس نام آوری میں تیری جد وجہد تک کوئی طالب عزت نہیں
پہونچ سکتا۔ (۴) وہ صاحب فہم وادراک ہر مقصود میں کامیاب اور تنگ راستوں والے مشکلات
میں در آنے والا تھا اور ایسا روشن دماغ جو بوجہ اپنی تیزی عقل کے نظروں سے غائب اور
غیر معلوم آئندہ واقعات کی سچی پیشینگوئی کردیتا تھا۔ (۵) اور وہ لوگوں کی جماعتوں کو اپنی
حضوری میں کسی امر کے لیے گفتگو کرنے کی تکلیف نہیں دیتا تھا بلکہ اُن کی طرف سے
بغیر اس کے کہ کسی کو برا کہے یا کوئی اُس کو بُرا کہے تمام قضیوں کو خود ہی فیصلہ
کرلیتا تھا۔

ملہ تشبیہ کے بعد المدیح اور المدیح کے بعد فی چھاپا ہے کتاب میں جو عبارت درج ہے اسکی ترتیب غلط معلوم ہوتی ہے لا منہ علیہ ملہ اس مصرعہ کی ایسی طرح روایت کی ہے جیسے جوہری نے اور جو اعلم نے نقل کیا ہے اور لسان العرب میں ملیح کی جگہ مقام پر جواد اور نقاب کی جگہ قاب کی روایت کی ہے اور ابو عبید کا قول یوں لکھا ہے۔ النقاب العلامۃ وقال غیرہ ہو الرجل العالم بالاشیاء المبحث عنہا الفطن الشدید الدخول فیہا جن لوگوں نے ملیح کے مقام پر جواد وغیرہ نقل کیا ہے انکی یہ منطق ہے کہ ملاحت تو خوبصورتی کا نام ہے اور یہ فضائل نفسانیہ میں داخل نہیں ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھے کہ ملیح کے معنی اس مقام پر عالم کے ہیں خوبصورتی مراد نہیں ہے ۱۲۔ مصنفہ

وليس ينبغي للناظران يظن خطسأ في وضع مليح موضع المدح بالفضائل النفسية لان مليحا في هذا الموضع ليس[١] هو من قولهم قريش ملح الناس اي يستشفى بهم والذي يشهد بصحة قوله ثقاب يحدث بالغائب لان هذا من جنس الرأي والحدس

وقول الشماخ في عمر بن الخطاب

فمن يسع او يركب جناحي نعامة[٢] ... ليدرك ما قدمت بالامس يسبق

وقول الحطيئة يرثي علقمة بن علاثة

فما كان بيني لو لقيتك سالما[٣] ... وبين الغنى الا ليال قلائل

ولو عشت لم املل حياتي فان تمت ... فما في حياة بعد موتك طائل

اللغة- قوله يسبق على صيغة المجهول اي يكون مسبوقا متاخرا واراد بقوله ليال قلائل زمانا قليلا ومدة يسيرة **المعنى-** اور لفظ مليح کے متعلق ناظرین کتاب کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ فضائل نفسیہ کے مقام پر اسکے استعمال کرنے میں خطا واقع ہوئی ہے اسلیے کہ لفظ مليح اس مقام پر حسن وخوبصورتی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ یہ اُنکے قول قریش ملح الناس سے ماخوذ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ قریش ایسے صاحبان علم وفہم ہیں کہ اُن کی عقل کے ذریعہ لوگوں کو مرض جہالت سے شفا ملتی ہے چنانچہ اُسکے قول ثقاب یحدث بالغائب میں ایسا قرینہ موجود ہے جو معنائے مذکور کے صحیح ہونے کی تائید کرتا ہے کیونکہ ثقابت فہم اصابتِ عقل اور صائب الرائے ہونے کے لوازم میں سے ہے اور اسی قبیل سے عمر ابن خطاب کے بارے میں شماخ کا یہ شعر ہے- اے ممدوح تیرے سابق کارناموں اور فضیلتوں کی تحصیل کیلئے کیسے ہی سرعت کے ساتھ کوئی شخص چلے یا شترمرغ کے پروں پر سوار ہوجائے جب بھی وہ شرف میں تجھ سے پیچھے رہ جائے- اور علقمہ ابن علاثہ کے مرثیہ میں حطیئہ کے بھی اسی طرح کے اشعار ہیں- (١) اگر میں تیری صحت وسلامتی کی حالت میں تجھ سے ملاقات کرتا تو میرے اور حصول تونگری کے درمیان میں کچھ ہی عرصہ رہ جاتا (یعنی بلا تاخیر حاجت روا ہوجاتی (٢) اور اگر تو زندہ رہتا تو مجھے اپنی زندگی (کبھی) دوبھر نہ ہوتی لیکن تیرے مرنے کے بعد جینے میں کوئی فائدہ نہیں

[١] ہو کے بعد لا بڑھانا چاہیے ورنہ عبارت کے معنی فاسد ہوجائینگے ١٢ منہ

[٢] عقد فرید میں حسان کی طرف اس مرثیہ کی نسبت دی ہے اور ان اشعار کو اس طرح وارد کیا ہے- عليك سلام من امير وباركت يد الله في ذاك الاديم الممزق- فمن يجر او يركب جناحي نعامة ليدرك ما قدمت بالامس يسبق- قضيت امورا ثم غادرت بعدها نوافج في اكمامها لم تفتق وما كنت اخشى ان تكون وفاته بكفي سبنتى ازرق العين مطرق ١٢ منہ

[٣] عقد فرید میں لکھا ہے کہ شعراء میں سے ایک شخص یزید بن حاتم کی طرف اُسکی مدح کرتا ہوا روانہ ہوا جب مصر پہونچا تو اُسکو مردہ پایا اس موقع پر اُسنے یہ شعر کہے ان کے قبل اشعار یہ ہیں لئن مصر فاتتني بما كنت ارتجي واخلفني منها الذي كنت امل فما كل ما يخشى الفتى بمصيبة ولا كل ما يرجو الفتى هو نائل وكان ابن... کتاب البیان والتبیین میں جاحظ نے ان اشعار کی نسبت ابو دہمان غلابی کی طرف دی ہے ١٢ منہ

ومنهم ايضا من يغرق فى وصف فضيلة واحدة على حسب ما تقدم وتكون جميع الاحوال فى المراثى جارية على حسب احوال المديح وفى ما تقدم فى باب المديح فى وصف ذلك ما اغنى عن اعادته فى هذا الموضع وليل كلامنا فى المراثى الكلام فى التشبيه

نعت التشبيه

يجب ان نذكر اولا معنى التشبيه ثم نشرع فى وصفه فنقول انه من الامور المعلومة ان الشئ لا يشبه بنفسه ولا بغيره من كل الجهات اذ كان الشيئان اذا تشابها من جميع الوجوه ولم يقع بينهما تغاير البتة اتحد افصار الاثنان واحدا

اللغة - دليل فى كلام المصنف من الولى وهو القرب والدنو (المعنى) اور مرثیہ میں بھی بعض شعراء صرف ایک ہی فضیلت کو لے کر توصیف میں اُسی طرح مبالغہ کرتے ہیں جیسے مدح وغیرہ کے متعلق ابھی بیان کیا جا چکا۔ اور مراثی کے تمام حالات اور سب طریقے وہی ہیں جو مدیح کے ہوتے ہیں اس لیے جو کچھ کہ باب المدیح میں اسکے متعلق بیان ہو چکا ہے وہ کافی وعدافی ہے اس جگہ اُسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب ہمیں مرثیہ کی بحث کے بعد ہی تشبیہ کے متعلق کلام کرنا چاہیے۔

(تشبیہ کے محاسن)

پہلے تشبیہ کے معنی اور مفہوم کا سمجھا دینا ضروری ہے پھر اُسکے بعد ہم اُس کے محاسن بیان کرنا شروع کرینگے پس اب ہم کہتے ہیں کہ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ کسی شے کی تشبیہ خود اُسکی ذات سے نہیں دیجا سکتی (جو ہر صورت اُس سے متحد ہو) اور نہ اُسکے غیر ہی سے ہر جہت و ہر امر میں تشبیہ دینا صحیح ہے اسلیے کہ دو چیزیں جب تمام جہات سے مشابہ فرض کی جائینگی اور کسی طرح اُن دونوں میں غیریت نہ تسلیم کی جائے گی تو متحد ہو کر وہ چیزیں ایک ہو جائیں گی (اور دو چیزوں کا ہر جہت سے ایک اور متحد ہو جانا باطل ہے)۔

تقبیہ میں یا تشبیہ ... (handwritten marginal notes)

نبقی ان یکون التشبیہ انما یقع بین شیئین بینھما اشتراک فی معان تعمھما ویوصفان بھا وافتراق فی اشیاء ینفرد کل واحد منھما بصفتھا واذا کان الامر کذلک فاحسن التشبیہ ھوما اوقع بین الشیئین اشتراکھما فی الصفات اکثر من انفرادھما فیھا حتی یدنی بھما الی حال الاتحاد ومما جاء من التشبیہات الحسان قول یزید بن عوف العلیمی یذکر صوت جرع رجل قری اللبن

غَبَّ[1] دخالا لاجرع متواتر کوقع السحاب بالطراف الممدد

فھذا المشبہ انما یشبہ صوت الجرع بصوت المطر علی الخباء الذی من ادم

اللغة ـ قولہ غَبَّ ای بات والدخال ان تدخل بعیرا قد شرب بین بعیرین لم یشربا والطراف ککتاب بیت من ادم **المعنی** لہذا ضروری ہوا کہ تشبیہ ایسی ہی دو چیزوں میں دیجائے کہ بعض امور میں وہ دونوں مشترک ہوں اور دونوں میں وہ صفتیں پائی جاتی ہوں اور بعض باتوں میں ایسا امتیاز ہو جسکی وجہ سے ہر ایک اُن دونوں (مشبہ و مشبہ بہ) میں سے اپنی صفت کے ساتھ دوسرے سے جدا ہو جاتا ہو جبکہ یہ معلوم ہوا تو سمجھ لینا چاہیے کہ دو چیزوں میں بہترین تشبیہ اُسیوقت ہو سکتی ہے جبکہ جہات اشتراک اُن میں جہات امتیاز سے اسقدر زیادہ ہوں کہ دونوں بظاہر ایک معلوم ہونے لگیں جنانچہ جو اشعار اچھی تشبیہوں پر شامل ہیں اُن میں سے یزید ابن عوف علیمی کا یہ شعر ہے جسمیں اپنے مہمان کے گھونٹ گھونٹ کرکے دودھ پینے کی آواز کا ذکر کرتا ہے ۔ پس وہ (بطور ناخواندہ حریص مہمان کے کچھ اسطرح گڑگڑ کرکے دیر تک دودھ) پیتا رہا اور گھونٹ پر گھونٹ اُسکے حلق سے یوں اُترتے جاتے تھے جیسے کھنچے ہوے چرمی خیمے پر ابر کی بوندیاں لگاتار پڑے جاتی ہوں پس شاعر مذکور نے گھونٹ گھونٹ پینے کی آواز کو چمڑے کے تنے ہوے خیمہ پر بوندیاں پڑنے کی آواز سے تشبیہ دی ہے ۔ **تنبیہ** یزید ابن عوف علیمی کے شعر میں لفظ دخال کے متعلق شارح نے لکھا ہے کہ دخال یا تو مصدر ہے داخل کے معنی میں یا اسم بعیر ہے ۔ کتب لغت نیز استعمالات عرب پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دخال کا استعمال ادخال بعیر کے معنی میں بکثرت ہوا ہے کما قال الشاعر (ع) علی علل تغرّبت الدخال وقال الآخر وتوفی الدفوفنشریت خال

[1] کتاب میں غبت نقل کیا گیا ہے اس بنا پر شب بسر کرنے کے معنی نہیں ہونگے میرے خیال میں یہ بکر ہو زدوہ نوش کا ۔ پس تعلم ترجمہ میرے اس عیب کی لفظ نیکان شرکوہ مناسب کیا معلوم ہوتی ہیں عیب ہے یا نہ کہ نقطہ کا اضافہ قلم سے ہو گیا ۱۲ مترجم

ومن جودته انه لما كانت الاصوات تختلف وكان اختلافها انما هو بحسب
الاجسام التى تحدث الاصوات باصطكاكها وليس يدفع ان اللبن وعصب
المرى اللذين حدث عن اصطكاكهما صوت الجرع قريب الشبه
من الاديم الموتن والماء اللذين حدث عن اصطكاكهما صوت المطر،
وعند سلوك هذه السبيل فى تعرف جودة التشبيه يستجاد قول
جهاء الاشجعى فى تشبيه صوت حلب عنز بصوت الكير اذا نفخ

كان اجيج[له] الكير ارزام شخبها ۔۔۔ اذا امتاحها فى محلب الحى مائح

اللغة ۔ الاجيج تلهب النار والكير بالكسر زق ينفخ فيه الحداد وارزم الرعد اشتد صوته اوصوت غير شديد والشخب ماخرج من الضرع من اللبن والامتياح والميح ان تدخل البئر فتملأ الدلو لقلة مائها والمراد ههنا الحلب المعنى اور اس تشبیہ کی خوبی کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آوازیں مختلف طرح کی ہوتی ہیں اور یہ اختلاف اجسام کے اعتبار سے ہوتا ہے جنکے باہمی تصادم سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں (اور تصادم کے جو اختلاف اصوات کا باعث ہوتا ہے مراتب ہیں) اور یہ بھی قابل انکار نہیں کہ دودھ اور گلے کے گھونٹوں کا تصادم جب اعصاب سے ہوگا تو اس کی آواز تنے ہوئے چمڑے پر پانی کے قطرات پڑنے کی آواز سے زیادہ مشابہ ہوگی۔ اور جبکہ اسطرح خوبی تشبیہ کی معرفت ہوگئی تو دھونکنی کی آواز سے جس وقت اس میں ہوا بھر کر آگ دہکائی جائے بھیڑ کے دودھ دوہنے کی آواز کی تشبیہ دینے میں جہاء اشجعی کا شعر نہایت عمدہ شمار کیا جائے گا چنانچہ وہ کہتا ہے ۔ جبکہ قبیلہ میں (دودھ دوہنے کی معین جگہ پر) اس کا دوہنے والا کسی برتن میں دودھ دوہے تو اُس (بھیڑ) کے شراٹوں کی آواز دھونکنی سے بھڑکائے ہوئے شعلہ کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ **تنبیہ** جہاء اشجعی کے مذکورۂ بالا شعر میں لفظ ارزام کو شارح نے رزمة کی جمع قرار دیا ہے کتب لغت میں یہ لفظ اس معنی کے ساتھ جمع کی صورت میں نظر قاصر سے نہیں گزری اسکے علاوہ رزمة جو آواز ناقہ کے معنی میں ہے وہ بتحریك الزاء ہے اسکی جمع رزمات وغیرہ آنی چاہیے میرے خیال میں اس مقام پر ارزام کا مصدر قرار دینا بہتر ہے اور اسطرح اسکا استعمال بھی شائع ہے کما قال لبید وعشية متجاوب ارزامها۔

وقال اوس بن حجر لیشبه ارتفاع اصواتھم فی الحرب تارۃ وھمودھا وانقطاعھا تارۃ بصوت التی تجاھد امرا لولادۃ

لھا صرخۃ ثم اسکاتۃ　　کما طرقت بنفاس بکر

ولم یرد المشبہ فی ھذا الموضع نفس الصوت وانما اراد حالہ فی ازمان مقاطع الصرخات واذا نظر فی ذلک وجد الذی وقف بین الصوتین واحدا وھو مجاھدۃ المشقۃ والاستعانۃ علی الالم بالتبدید فی الصرخۃ

اللغۃ - الھمود فی کلام المصنف طفوء النار وذھاب حرارتھا والمراد بہ السکون والتطرق التصویت والنفاس الولادۃ والبکر الفسیۃ من الابل

المعنی - اور اوس ابن حجر نے پہلوانوں کے شور وغل مچانے اور کبھی ساکت ہو جانے کی نوزائیدہ ناقہ کی آواز سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے جبکہ وہ ناقہ ولادت کے مشکلات جھیل رہا ہو۔ رزم گاہ سے آوازیں بلند ہوتی ہیں پھر خاموشی چھا جاتی ہے جیسے نوزائیدہ ناقہ وقت ولادت چیختا اور خاموش ہوتا ہے۔ اور شاعر نے تشبیہ دینے میں اس مقام پر صرف آواز کا لحاظ نہیں کیا ہے بلکہ ایک آواز کے موقوف ہو جانے کے بعد جو دوسری آواز نکلے ان دونوں آوازوں کے درمیان میں جو وقفہ ہو اس میں تشبیہ مقصود ہے اور اس وقفہ کی حالت دونوں طرح کی آوازوں (پہلوانوں کی آواز اور ناقہ کی آواز) میں ایک ہے یعنی مشقت کا برداشت کرنا اور پے در پے آوازوں کے ذریعہ سے تکلیف میں تخفیف چاہنا (یہی وہ حالت ہے جو دونوں میں اچھی طرح مشترک ہے۔)

ومن جيد التشبيه قول الشماخ يذكر لواذ الثعلب من العقاب

تلوذ ثعالب الشرفين منها ... كما لاذ الغريم من التبيع

وقد تختلف اللواذان بحسب اختلاف اللائذين فاما التبيع فهو ملح في طلب الغريم لفائدة يرومها منه والغريم بحسب ذلك مجتهد في الروغان في اللواذ خوفا من مكروه يلحقه وكذلك الثعلب والعقاب سواء لان العقاب ترجو شبعها والثعلب يخاف موته وقال الشماخ

كان على اوراكها من لعابه ... وخيفة خطمى بماء مرجرج

اللغة الروغان في كلام المصنف الميلان - وخف الخطمى ضربه حتى تلزج فالخيفة ما وخفته من الخطمي والمرجرج المضطرب **المعنى** - اور بہترین تشبیہات میں سے شماخ کا قول ہے جس میں وہ عقاب سے بھاگ کر لومڑی کے جائے پناہ ڈھونڈھنے کا ذکر کرتا ہے - وادی شرفین کی لومڑیاں عقاب سے فرار کرکے اس طرح جائے پناہ ڈھونڈھتی ہیں جیسے قرضدار پیچھے پڑنے والے قرضخواہ سے جان چھپاتا پھرے - اور ایسے دو شخص جو مفر ڈھونڈھنے والے ہوں اُن کے اقسام کی حیثیت سے فرار کی صورتیں بھی اکثر مختلف ہوتی رہتی ہیں پس یہاں کی صورت یہ ہے کہ قرضخواہ کو اپنے مقصد کی تحصیل کے لئے قرضدار کی جستجو میں جتنا اصرار ہے اتنا ہی قرضدار اپنے خلاف منشاء نقصان میں پڑ جانے کے خوف سے قرضخواہ سے بھاگ کر اپنی جان چھپانے کی کوشش کرتا ہے - بعینہ یہی حال لومڑی اور عقاب کا ہے اسلئے کہ عقاب اپنا پیٹ بھرنا چاہتا ہے اور لومڑی کو اپنی موت کا خوف ہوتا ہے - اور شماخ نے کہا - خر کا لعاب دہن مادہ کی سرین پر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے لعاب خطمی کے گاڑھے پانی کی لہر -

۱ کتاب مذکور میں ... تبیع کو ایک مقام کا ... وہ شعر ... سے ... اطلاقها ... لواذ الغريم من المطالب ۱۲ منہ

۲ بیتِ مذکور ... اس طرح نقل کیا گیا ہے - کان علی اکسائها من لغامه ... اس روایت کی بنا پر ... مطلب ... اور روایت ... مطلب بالکل صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے ۱۲ منہ

فتشبہ لعاب الفحل اذ اظھر علی اوراک الاتن عند کدمہ ایاہ بالخطمی وھو شبیہ بہ فی قوام الثخن وفی الرغوۃ وفی اللون ایضا وذلک ان الحمار انما یکثر کدمہ الاتن فی الربیع عند خضرۃ الرطب وشرہ فی ذلک الوقت وقد احسن الشماخ ایضا فی قولہ حین شبہ اضلاع الناقۃ حین براھا السیر بالقسی الموترۃ

فقربت[1] مبراۃ کان ضلوعھا　　من الماسخیات القسی الموتر

مبراۃ من البرۃ التی تجعل فی الانف من الناقۃ والماسخیات قسی تنسب الی قوم وقد احسن الشماخ فی ھذا التشبیہ من قبل اجتماع الاضلاع والقسی الموترۃ فی الشکل والتوتر والاعصاب فی الاوتار ولم یرد الا الشکل فقط وقد اتی علی ما فیہ

اللغۃ - الکدم فی کلام المصنف العض باد فی الفم والموترۃ من القسی الممدودۃ علیھا الاوتار **المعنی** پس جبکہ نر جوش مستی میں اپنے مادہ کو کاٹتے اور اُس کا لعاب دہن مادہ کی سرین پر گرے ایسی حالت میں شماخ نے اُس کے لعاب دہن کو خطمی کے گاڑھے لعاب سے تشبیہ دی ہے اور (درحقیقت) وہ خطمی کے لعاب سے گاڑھا ہونے اور جھین پیدا کرنے اور رنگ میں بھی زیادہ مشابہ ہوتا ہے - اور یہ اسلئے کہا کہ فصل بہار اور نباتات کی سرسبزی اور شادابی کے زمانہ میں حمار کی اُمنگ ترقی پر ہوتی ہے اسلئے اکثر وہ مادہ کی خواہش میں اُسکے سرین کاٹتا ہے اور ایسے وقت میں جوش نشاط اُسکا زیادہ ہوتا ہے - اسی طرح شماخ کا یہ شعر بھی نہایت خوب ہے جسمیں وہ اک تھکے ماندے ناقہ کی پسلیوں کی جو بوجہ مشقت سفر سوکھکر ڈھانچہ ہوگیا ہو چلہ چڑھی ہوئی کمانوں سے تشبیہ دی ہے - پس میں اپنے اُس ناقہ کو قریب لایا جسکی ناک میں تانبے کا چھلا پڑا ہوا تھا اور اُسکی پسلیاں (لاغری کی وجہ سے) ایسی ہوگئیں تھیں جیسے ماسخی ساخت کی چلہ چڑھی ہوئی کمانیں - لفظ مبراۃ بُرۃ سے ماخوذ ہے یعنی وہ چھلہ جو ناقہ کی ناک میں پڑا ہوتا ہے - اور ماسخیات سے وہ کمانیں مراد ہیں جو ایک خاص جماعت کیطرف منسوب ہیں - اور بیشک شماخ نے اس تشبیہ میں تمام خوبیوں کو جمع کر دیا ہے کیونکہ اُنکی پسلیوں کی تشبیہ چلہ چڑھی ہوئی کمانوں سے شکل و صورت میں اسطرح دی ہے کہ اسمیں اور مناسبتیں بھی پیدا ہوگئیں یعنی کمانوں کا چلّوں کیوجہ سے جھکا ہوا ہونا اور چلّوں کا ناقوں کی رگوں اور پٹھوں سے مناسبت رکھنا غرضکہ یہ سب مشابہتیں شاعر نے جمع کر دیں حالانکہ صرف کمانوں کی شکل ہی سے پسلیوں کی تشبیہ دینا اسکا مقصود تھا

[1] کتاب البیان والتبیین وغیرہ میں اس شعر کو اس طرح نقل کیا ہے فقربت مبراۃ تخال ضلوعھا من الماسخیات القسی الموترا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر منصوب القوافی ہے - ۱۲ منہ

ولابن احمر الباهلی یذکر قلب الفرس عند الحرکۃ السریعۃ - ؎

حتی ضحیۃ طاویا ذا سشرۃ   وفؤادہ زجل کعرف الھدھد

فتواتر نبض قلبہ لفرس اذا تحرک قریب التشبہ من تواتر حرکۃ عرف الھدھد وللمرار ؎

لھا قلاص نعام یرتقین بھا   کانھن سبی لا بسوا الھدم

فما احسن ما شبہ فواضل ریش النعام بانسدال الاطمار الرثۃ علی اللامش ولاسیما السبی فان فی مشیھم اعجمیۃ تشبہ مشی النعام و فی الوان ثیابھم قتمۃ من الدرن تشبہ قتمۃ ریش النعام - ففی الشیئین اشتراک فی معان کثیرۃ -

---

اللغۃ - الزجل الصائت والعرف بالضم شعر عنق الفرس والقلوص الفتیۃ من الابل والانثی من النعام ج قلائص وقلص وجج قلاص والسبی بضم السین وتشدید الیاء جمع سبی بفتح الاول وھو الاسیر - **المعنی** - اور ابن احمر باہلی نے تیز دوڑنے کے وقت گھوڑے کے حرکت کرتے ہوئے دل کی (اچھی) تشبیہ دی ہے - وہ گھوڑا میدانوں کو قطع کرتا ہوا نشاط کے عالم میں صبح تک دوڑتا رہا اور اس کا دل رفتار کے وقت) ایسا کھل رہا تا اور جلدی جلدی حرکت کرتا تھا جیسے ہدہد کی چوٹی - پس گھوڑے کے دل کا پے در پے متحرک ہونا ہدہد کی چوٹی کے برابر حرکت کیے جانے سے بہت مشابہت رکھتا ہے - اور مرار کا شعر بھی اچھی تشبیہ پر مشتمل ہے) - اس جنگل میں مادہ شتر مرغ حسبتا کرتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہنہ و بوسیدہ لباس پہنے ہوئے قیدی - پس شتر مرغ کے لٹکے ہوئے پروں کی تشبیہ پہننے والوں کے جسم پر بوسیدہ چادروں کے لٹکنے کے ساتھ کسقدر مستحسن ہے خصوصاً قیدیوں کے ذکر سے اس تشبیہ میں چار چاند لگ گئے کیونکہ صعوبات قید کی وجہ سے اُن کی غیر منظم رفتار شتر مرغ کی بے قاعدہ رفتار سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے - (اسی طرح) میل کی وجہ سے کثیف اور سیاہی مائل اون کے کپڑے شتر مرغ کے خاکی رنگ پروں سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں تو ان دونوں مشبہ اور مشبہ بہ میں تشبیہات کے جہات زیادہ ہیں (اور ایسی ہی تشبیہ عمدہ اور مستحسن ہوتی ہے) -

وقد يقع في التشبيه تصرف الى وجوه تستحسن (فمنها) ان تجمع تشبيهات
كثيرة في بيت واحد والفاظ يسيرة كما قال امرء القيس۔

لہ ایطلاظبی وساقا نعامۃ   وارخاء سرحان وتقریب تتفل

فاتى باربعة اشياء مشبهة باربعة اشياء وذلك ان مخرج قوله له ايطلا
ظبي انما هو على انه ايطلان كايطلي الظبي وكذا ساقان كساقي نعامة
وارخاء كارخاء السرحان وتقريب كتقريب التتفل۔

اللغۃ ۔ ایطلاظبی یرید خاصرتاہ الواحد ایطل والجمع الایاطل وخص الظبی لانہ
ضامر الایطل وخص النعامۃ لانہا طویلۃ الساقین صلبتہما والارخاء الجری الذی
فیہ سہولۃ ماخوذ من الرخاء وہی الریح السہلۃ والسرحان الذئب سمی بذالک لانسراحہ
ج سراحین والتقریب وضع الرجلین موضع الیدین فی العدو والتتفل ولد الثعلب ویقال ان
التتفل حسن التقریب **المعنی** ۔ اور کبھی تشبیہ میں مختلف طریقوں سے کچھ اور مستحسن تصرفات
کیے جاتے ہیں اُن میں ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک شعر اور تھوڑی سی لفظوں میں بہت سی
تشبیہیں جمع کر دی جائیں جیسا کہ امرء القیس نے گھوڑے کی توصیف میں کہا ہے ۔ اُس کی دونوں
کوکھیں (لاغری میں) ہرن کی سی ہیں اور دونوں پنڈلیاں (سختی و درازی میں) شتر مرغ
ایسی ہیں اور سرپٹ چال بھیڑیے کے مثل اور پویا لومڑی کے بچہ کی طرح ہے پس چار چیزوں
کی تشبیہ چار چیزوں سے دی ہے اس لیے کہ وہ کہنا چاہتا ہے ۔ لہ ایطلان کایطلی
الظبی وکذا ساقان کساقی نعامۃ وارخاء کارخاء السرحان وتقریب کتقریب
التتفل (ہر محل پر دو چیزیں مقصود ہیں جن میں کی ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ ہے پس یہاں
چار چیزوں کی تشبیہ چار چیزوں سے حرف تشبیہ کو گرا کر دی گئی ہے)

ومنها ان يشبه شئ باشياء فى بيت او لفظة بردة لك كما قال امرؤ القيس

وتعطو برخص غير شثن كانه ‏ اساريع ظبى او مساويك اسحل

ومنها ان يشبه شئ فى تصرف احواله باشياء تشبهه فى تلك الاحوال كما قال امرؤ القيس يصف الدروع فى حال طيها

ومثل ودة السك موضونة ‏ تضاءل فى الطى كالمبرد

اللغة - تعطو اى تتناول والرخص اللين الناعم يريد بنان رخص الشثن الغليظ الجافى وظبى موضع اسم رمل واساريع دواب تكون فيه بيض فشبه بها اصابعها فى لينها ونعومتها وبياضها والاسحل شجر يستاك به والسك المسمار والدرع الضيقة الحلق والموضونة الدرع المنسوجة او المقاربة النسج او المنسوجة حلقتين حلقتين والمبرد السوهان۔ **المعنى** اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شئے کی تشبیہ ایک شعر یا تھوڑے الفاظ میں کئی چیزوں سے دیجائے جیسا کہ امرؤ القیس نے کہا ہے۔ وہ محبوبہ نرم و نازک انگلیوں سے جنمیں سختی کا عیب نہیں ہر کسی چیز کو لیتی ہے اور وہ انگلیاں اپنی نزاکت اور سفیدی رنگ میں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے وادی ظبی کے سفید رنگ کیڑے جنکا سر سرخ ہوتا ہے، یا پیلو کے درخت کی شاخیں جن سے مسواک کی جاتی ہیں تیسرے یہ کہ کسی چیز کی تشبیہ اُسکے مختلف حالات مدنظر رکھتے ہوے ایسی چیزوں سے دیجائے جو اُس شے سے ان حالات میں مشابہت رکھتی ہوں جیسے امرؤ القیس کا شعر ہے جسمیں وہ تہ کی ہوئی زرہوں کا وصف بیان کرتے ہوے کہتا ہے اور میں نے ایسی زرہوں کو مہیا کیا جنکی باریک باریک کڑیاں آپسمیں مضبوطی کے ساتھ پیوست ہیں اور اُنکی بناوٹ اسقدر مہین و باریک ہے کہ سمٹ کر مٹھی میں آسکیں۔ اور تہ کرنے کے بعد اُسکے باریک دندانہ دار کنارے مثل سوہان کے نظر آتے ہیں۔

تنبیہ - امرؤ القیس کے آخر الذکر شعر میں جو لفظ مثل ودہ مذکور ہے وہ محل نصب میں ہے اسلیے کہ لفظ دنانیر جو اعددت کا مفعول واقع ہوا تھی ہے اسکا عطف ہے لہذا اسکو بھی نصب دینا چاہیے اسکے قبل کا شعر یہ ہے واعددت للحرب وثابة جواد المحثة والمبرد۔ شارح نے مثل ودہ کو محل جر میں قرار دیا ہے اور واو کو رب کے معنی میں لے کر رب درعۃ مثل ودۃ السامیر سے شعر کی تفسیر کی ہے اس تقدیر پر شعر کا مطلب جواب رب کے نہ ہونے اور قبل و بعد سے غیر مربوط ہونے کی وجہ سے فاسد ہو جائے گا۔ نیز لفظ سک کے معنی اگرچہ مسمار (کیل) کے بھی آتے ہیں مگر اس مقام پر درع (زرہ) کے معنی مراد لینا کچھ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اسکی تائید محشی صناعتین کی عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

ثم وصفها فی حال النشر فی هذه الابیات فقال

تفیض علی المرء اردانها ۔۔۔ کفیض الاتی علی الجد جد

وکما قال یزید بن الطثریة یشبه راسه فی حال کون الجمة علیه وبعد حلقها

فاصبح راسی کالصخیرة اشرفت ۔۔۔ علیها عقاب ثم طارت عقابها

واحسن ایضا فی تشبیه راسه بعد الحلق بالصخرة وذلك انه قریب منها فی الضخامة والملاسة واللون المائل الی خضرة وقد قال بعضهم فی مثل ذلك

جناکل املاء الاکف کانها ۔۔۔ رؤس رجال حلقت فی المواسم

وقال الحسین بن مطیر یشبه افعال رجل مات وکان جوادا

فتی عیش فی معروفه بعد موته ۔۔۔ کما کان بعد السیل مجراه مرتعا

اللغات: الجمة بالضم مجتمع شعر الراس ۔ والصخیرة تصغیر صخرة والاملاء جمع ملاء والاکف جمع الکف والموسم الحج مجتمعه المعنی ۔ پھر اس زرہ کی تشبیہ (بدن پر) پھیلجانے کی حالت میں دیتے ہوئے کہا ۔ پہننے والے کے جسم پر اُسکی آستینیں اس طرح بہ کر پھیل جاتی ہیں جیسے پتھریلی زمین پر مہین لہروں کے ساتھ بہتا ہوا کسی سیلاب کا پانی ۔ اور جیسے یزید ابن طثریہ نے اپنے سر کی تشبیہ بالوں کے موجود ہونے اور پھر اُن کے منڈ جانے کی (دونوں حالتوں) میں دیتے ہوئے کہا ہے ۔ پس میرا سر (منڈوا دینے کے بعد) پتھر کی اُس چٹان کے مثل ہو گیا جس پر عقاب بیٹھ کر پھر اُڑ گیا ہو ۔ اس شاعر نے بھی اپنے سر کی منڈوا دینے کے بعد پتھر کی چٹان سے اچھی تشبیہ دی ہے اور یہ اسلئے کہ سر بڑائی اور چکنائی اور مائل بسیاہی رنگ ہونے میں پتھر سے ملتا جلتا ہے ۔ اور بعض شعراء نے (بھی) اسی طرح کی تشبیہ دیتے ہوئے) کہا ہے ۔ وہ (اسلئے) بھر مٹھی کچھ ایسے پتھر ہیں گویا کہ وہ حاجیوں کے سر ہیں جو موسم حج میں منڈوا دیے گئے ہوں ۔ اور حسین ابن مطیر ایک شخص کے افعال کی جو مر گیا تھا اور وہ نہایت جواد و کریم تھا تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے ۔ وہ ایسا جوان تھا کہ اُسکے مرنے کے بعد اُسکے آغوش احسان میں لوگ اس طرح زندگی بسر کرتے جیسے کہ سیلاب کے گزر جانے کے بعد اُسکی زمین (جانوروں کے لئے) چراگاہ بن جاتی ہے ۔ تنبیہ شارح نے املاء کے معنی

ومن ابواب التصرف فی التشبیه ان یکون الشعراء قد لزموا طریقة واحدة من تشبیه شئ بشئ فیاتی الشاعر من تشبیهه بغیر الطریق التی اخذ فیها عامة الشعراء فمن امثال ذلك ان اکثر الشعراء یشبهون الخوذ بالبیض کما قال سلامة بن جندل۔

کان نعاما باض فوق رؤسهم　　بنهی القذاف او بنهی محقق

وقال

کان نعام الدو باض علیهم　　واعینهم تحت الحبیك الجواحر

اللغة:۔ النهی بالکسر والفتح الغدیر وشبهه ج نهی ونهاء وانهاء وغیر ذلك والقذاف ومحقق موضعان والدو الصحراء والحبیك جمع حبیکة وهی البیضة والجواحر جمع جاحرة وهی الغائرة من العیون۔ **المعنی**۔ اور تشبیہ میں تصرف کرنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ مثلاً شعراء نے کسی شئے کی کسی شے سے تشبیہ دینے میں ایک خاص طریقہ اختیار کر لیا ہو (جس پر وہ برابر گامزن ہوتے ہوں) لیکن دوسرا شاعر آئے اور وہ اسی شئے کی تشبیہ اک دوسرے طریقہ سے دینے لگے جو عام طریقہ کے خلاف ہے اس کی مثالیں یہ ہیں کہ اکثر شعراء (بہادروں کے) خود کی تشبیہ (شتر مرغ وغیرہ کے) انڈوں سے دیتے ہیں جیسا کہ سلامہ ابن جندل کہتا ہے۔ (جب ان بہادروں کے خودوں پر نظر کروگے تو ایسا معلوم ہوگا) جیسے حشیمۂ قذاف اور حشیمۂ محقق کے شتر مرغوں نے ان کے سروں پر انڈے دیے ہیں۔ اور اسی شاعر نے (دوسری جگہ) کہا۔ (ان بہادروں پر خود ایسے نظر آتے ہیں) جیسے معلوم ہوتا ہے کہ صحرا کے شتر مرغوں نے ان کے سروں پر انڈے دیے ہیں۔ اور ان خودوں کے نیچے ان کی آنکھیں حلقہ پڑی ہوئیں (نمایاں) ہیں۔

(حاشیہ) مرجعی اس میں دارد ہوا ہے و منہم عند الشروف بجائے کتاب سے سائرها متواتر ۱۲ منہ

(حاشیہ) کتاب الاغانی میں جواهر اور عقد فرید میں خواذر نقل کیا ہے اور لفظ اودیتوں میں اس مصرعہ کی سطح وارد کیا ہے واعینهم تحت الحدید الجواحم ۱۲ منہ

(حاشیہ) کتاب الاغانی میں ان اشعار کی ترتیب اس طرح سے ہے اور نیز سلامہ بن جندل کے قصیدہ کے ہیں اور ان اشعار کے بعد یہ شعر ہے ... [illegible]

واكثر الشعراء يلتزمون هذا التشبيه فقال ابو شجاع الازدی ؎

فلما رأى الا الخيل تعدو كانما ستورها فوق الرؤس الكواكب

وربما كان الشعراء ياخذون فی تشبيه شئ لشئ والشبه بين هذين الشيئين من جهة ما فياتی شاعر آخر فی تشبيهه من جهة اخرى فيكون ذلك تصرفا ايضا مثال ذلك ان جل الشعراء يشبهون الدرع بالغدير الذی تصفقه الرياح كما قال اوس بن حجر ؎

وا ملس صولی كنهی قرارة احس بقاع نفح ريح فاجفلا

اللغة - السنور كتنور لبوس من قد كالدرع وجملة السلاح وقوله صولی منسوب الی صول وهو بالفتح بلدة بصعيد مصر منها محمد بن جعفر الفقيه المالكی وبالضم رجل واليه ينسب ابوبكر الصولی واجفل كجفل ای جری واسرع **المعنی** اوراکثر شعراء تشبیہ مشہور کو چھوڑ کر اسطرح کی (نئی) تشبیہ کا التزام کرتے ہیں جیسا کہ ابو شجاع اسدی نے (انڈوں سے خودوں کی معروفت ومشہور تشبیہ سے عدول کرکے ستاروں سے تشبیہ دیتے ہوئے) کہا پس میں نے (میدان جنگ میں) سواروں کو دوڑتے دیکھے جنکے سروں پر اُن کے خود تاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ شعراء ایک شئی کی دوسری شے سے کسی ایک جہت میں شباہت کی وجہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں لیکن دوسرا شاعر آتا ہے پس وہ اُسی شئے کی دوسری جہت سے تشبیہ دینے لگتا ہے تو یہ بھی (یعنی جہات تشبیہ کا بدل دینا) ایک قسم کا تصرف ہے جس کی مثال یہ ہے کہ تمام شعراء زرہ کی تشبیہ اُس چشمہ سے دیتے ہیں جو ہواؤں کے تھپیڑوں سے موجزن ہو جیسے کہ اوس ابن حجر کہتا ہے۔ مقام صول کی بنی ہوئی (ریشم سی) نرم وچکنی زرہیں ایسی ہیں (جن کے بار یک اور مہین برابر سے بنے ہوئے ایک سے ایک ملے ہوئے چھلّے) مثل نہر قرارہ کے معلوم ہوتے ہیں جو کسی میدان میں ہوا کے تھپیڑوں سے بہ رہی ہو۔

تنبیہ ارباب لغت نے صول پر الف ولام داخل نہیں کیا ہے بلکہ سب نے اسکو معری عن اللام نقل کیا ہے اور قیاساً یا سماعاً ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے۔

وقال الآخر

وعلى سابغة الذيول كأنها ‌‌ سوق الجنوب جناب نهي مفرط

وكثير من الشعراء يجيئون في تشبيه الدرع هذا المجيء وإنما يذهبون الى الشكل وذلك ان الريح تفعل بالماء في ترتيبها اياه بعضاً على بعض ما يشبهه في حال التشكيل فقال سلامة بن جندل عادلا عن تشبيه الشكل الى تشبيه اللين وذلك ان اللين من دلائل جودة الدرع لصغر قتيرها وحلقها

فالقوا لنا أرسان كل نجيبة ‌‌ وسابغة كأنها متن خرنق

اللغة - السابغة الواسعة والمفرط الممتلى والخرنق كزبرج مصنعة الماء -

المعنى - اور دوسرے شاعر نے کہا - اور میرے جسم پر وسیع دامنوں والی زرہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے چھلکتے ہوئے تالاب پر باد جنوبی چل رہی ہو - اور اکثر شعراء نے زرہوں کی تشبیہ میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور مقصود صرف شکل کی مشابہت ہوتی ہے اور یہ اس لیے کہ ہوا جب پانی میں تموّج پیدا کرتی ہے تو وہ زرہ کی شکل سے (زیادہ) مشابہ ہو جاتا ہے اور چونکہ زرہوں کا کیلوں کی باریکی اور کڑیوں کے باہمی اتصال کی وجہ سے نرم اور لطیف ہونا اُن کی عمدگی کی دلیل ہے اسی بناء پر سلامہ ابن جندل نے شکل میں زرہ کی تشبیہ دینے سے عدول کیا اور صرف اُس کی نرمی کو مدنظر رکھ کر پانی سے تشبیہ دی (ہوا کے چلنے کا ذکر نہیں کیا جس سے شکل میں مشابہت پیدا ہو جاتی ہے) بلکہ صرف لطافت و نرمی کو ملحوظ رکھ کے کہتا ہے - پس وہ لوگ ہمارے لیے نجیب ناقوں کی مہاریں (یعنے خود ناقے) اور وسیع دامنوں والی زرہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے گویا کہ وہ زرہیں اپنی لطافت و نرمی میں مثل سطح آب کے تھیں

وقال یذکر بریقها وھو وجہ غیر الوجھین الاولین

مداخلۃ من نسج داؤد سکھا کمنکب ضاح من عمایۃ مشرق

ومن التشبیہ الجید للحکم الخضری یصف غلیان القدر بما فیہا من قطع اللحم

کان جذول الناب فیہا اذا غلت دعامیص تخشی صائد افتعوم

ولقیس بن زھیر

کان خذاریف[1] السواعد بیننا مغالی غواۃ یلعبون بھا لعبا

اللغۃ - الضاحی البارز للشمس وضواحیہ ما برز منہا لھا کالکتفین والمنکبین ومن الحوض نواحیہ والعمایۃ اضطراب شعاع الشمس والجزول جمع الجزل بالکسر وھو فی الاصل اصل الشجر وغیرہا بعد ذھاب الفرع والمراد ھھنا قطعات لحم الناقۃ والناب الناقۃ المسنۃ ودعامیص جمع دعموص بالضم دویبۃ اودودۃ سوداء تکون فی الغدران اذ نشت وتعوم ای تسبح الخذاریف جمع خذروف وھو شئی یدورہ الصبی بخیط فی یدیہ فیسمع لہ دوی والمراد ھھنا قطعات الایدی والمغالی سھام تعلی بھا **المعنی** پھر سابق کے دونوں جہات تشبیہ (شکل ونرمی) کے علاوہ زرہوں کی چمک کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ وہ داؤدی بناوٹ کی زرہیں جن کی کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے چمک دمک میں پانی سے بھرے ہوئے اُس حوض کے مثل ہیں جس پر آفتاب کی کرن پڑ رہی ہو۔ اور حکم خضری کا بھی وہ شعر جس میں گوشت سے بھری ہوئی دیگ کے جوش کھانے کا وہ ذکر کرتا ہے بہترین تشبیہ پر مشتمل ہے۔ ناقہ کے گوشت کی بوٹیاں جبکہ دیگ میں جوش کھاتی ہیں تو اُن کے تہ و بالا ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تالاب یا گڑھیا کے کیڑے جو کسی شکاری کے خوف سے تیر تیر کر پانی میں ڈوبتے اُبھرتے ہیں۔ اور قیس ابن زہیر کہتا ہے حالت جنگ میں ہمارے درمیان پہلوانوں کے ہاتھ اسطرح کٹ کٹ کے اُڑتے ہیں جیسے تہذیب کی سیدھی راہ سے ہٹ کر چلنے والے (بازاری لوگ) تیروں کو بے پروائی کے ساتھ پھینک پھینک کے (گیڑیوں کی طرح) اُن سے کھیلتے ہیں **تنبیہ** جذول کو ارباب لغت نے جذل بالکسر کی جمع لکھا ہے اور یہی استعمال میں شائع بھی ہے قاموس وغیرہ میں اس لفظ کا اس معنے میں بالفتح مذکور نہیں ہے تاج اللغات میں لکھا ہے کہ بالفتح بھی ہو سکتا استعمال ہوا ہے

[1] بفتح معنی عنترہ کے اس طرح ہے فی المجلد ثانیہ ۵ ثنا منہ الخطا مثل ضرب + ترعا منہ السواعد کالقلیۃ ۱۲ منہ

والمرقبان احد بنی عرافۃ بن سعد بن زید

وقد سقوھن سجالا فاستقوا   من اجن کانھن الزنبق

ثم لنتبع القول فی التشبیہ القول فی الوصف

نعت الوصف

اقول الوصف انما ھو ذکر الشئی کما فیہ من الاحوال والھیئات ولما کان اکثر وصف الشعراء انما یقع علی الاشیاء المرکبۃ من ضروب المعانی کان احسنھم من اتی فی شعرہ باکثر المعانی التی الموصوف مرکب منھا ثم باظھرھا فیہ واولاھا حتی یحکیہ بشعرہ ویمثلہ للحس بنعتہ

اللغۃ ۔ الاجن الماء المتغیر اللون والزنبق کجعفر دھن الیاسمین او وردہ **المعنی** اور قبیلہ عرافہ ابن سعد ابن زید میں سے رقبان نامی ایک شخص کا یہ شعر ہے (جو اس باب میں نہایت خوب ہے) انھوں نے اپنے ناقوں کو کثیف پانی کے ڈول بھر کے پلائے پھر خود بھی پیا گویا کہ اس موقع پر وہ ناقے (سرعت وتیزی رفتار کیوجہ سے) ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پارہ (جو ہر وقت مضطرب رہتا ہے اسیطرح انکو بھی قرار نہ تھا) پھر ہم بحث تشبیہ کے بعد بحث وصف (محاکات) بیان کرنا چاہتے ہیں۔

وصف کی خوبیاں

شعر میں کسی چیز کی حالت یا ہیئت کو ویسے ہی ظاہر کرنا جیسے اس میں وہ موجود ہے اس کو وصف کہتے ہیں اور چونکہ شعرا مختلف معانی (حالات) سے مرکب چیزوں کی اکثر حکایت کیا کرتے ہیں لہذا اس باب میں بہترین شاعر وہ ہوگا جو اپنے شعر میں موصوف کے اکثر حالات کا ذکر کرے (یہ نہ ہو تو) ان حالات مذکورہ میں جو احوال زیادہ نمایاں اور سب سے زیادہ ممتاز ہوں ان کو بیان کرے یہاں تک کہ سامع کی آنکھوں کے سامنے اس چیز کی تصویر آجائے **تنبیہ** ۔ لفظ زنبق جو کتاب میں مذکور ہے اس ۲

فمن ذلك قول الشماخ يصف ارضا تسير النبالة فيها۔

تقعقع فی الاباط منها وفاضها　　خلت غیر اثار الاراجیل ترتمی

فقد اتی فی ھذا البیت بذکر الرجالة وبین افعالھا بقولہ ترتمی ومن الحال فی مقدار سیرھا بوصفہ تقعقع الوفاض اذ کان فی ذلک دلیل علی الھرولة او نحوھا من ضروب السیر ودل ایضا علی الموضع الذی حملت فیہ ھذہ الرجالة الوفاض وھی اوعیة السھام حیث قال فی الآباط فاستوعب اکثر ھیئات النبالة واتی من صفاتھا بادلاھا واظھرھا علیھا وحکاھا حتی کان سامع قولہ یراھا۔

اللغة:۔ تقعقع من القعقعة وھی حکایة صوت السلاح والوفاض جمع وفضة وھی الجعبة من ادم والضمیر المجرور عائد الی النبالة وترتمی حال من ضمیر خلت وھو ایضا راجع الیھا والاراجیل جمع راجل والھرولة فی کلام المصنف سیر بین العدو والمشی۔ **المعنی** جیسے شماخ کا یہ شعر ہے جسمیں وہ تیر اندازوں کے زمین پر چلنے کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ۔ (تیر پھینکتے ہوئے تیزی کے ساتھ وہ اسطرح جارہے تھے کہ اُن کے بغلوں کے نیچے (لٹکے ہوئے) ترکشوں کے تیر کھٹکھٹا تے جاتے تھے (غرضکہ وہ اس تیزی سے) گزر گئے کہ پیادوں کے نقش قدم کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ تو اس شعر میں اُسنے پیادوں کا ذکر کیا اور ترتمی کی لفظ کہکر اُن کے افعال بھی ظاہر کردیے اور تقعقع الوفاض کی لفظ سے اُنکی سرعت رفتار کی بھی حالت بیان کردی کیونکہ ان الفاظ سے اُنکے جست کرتے ہوئے جانے اور طرح طرح کی رفتار کا اظہار ہوتا ہے اور فی الاباط کی لفظ سے اُس محل کا بھی اظہار کردیا جہاں اُنھوں نے ترکش لٹکائے تھے ۔ پس تیر اندازوں کی بہت سی ہیئتوں اور بہترین صفتوں اور نمایاں حالتوں کو اسطرح جمع کردیا کہ سننے والے کی آنکھوں کے سامنے اُنکی تصویر کھینچ جائے۔

تنبیہ شماخ کے شعر میں اراجیل راجل کی جمع ہے جسکے معنی پیادہ کے ہیں رجل کی جسکے معنی پاؤں کے ہیں اراجل جمع آتی ہے۔

ومن ذالك قول ابی ذؤیب الهذلی یصف حال السیل عند انقلاع اسباب وسکون المطر

لکل مسیل من تهامة بعد ما   تقطع اقران السحاب عجیج

ومنه قول رجل من هذیل یصف حال القوم فی الحرب عند الجلاد

کغماغم[1] الثیران بینهم   ضرب تغمض دونه الحدق

ومثله قول معاویة بن خلیل النصری من نصر بن قعین یذکر نباهة حیه وانه اشهر من جذم حی آخر

فنحن الثریا وعیوقها   ونحن السماکان والمرزم

وانتم کواکب مجهولة   تری فی السماء ولا تعلم

اللغة ۔ العجیج الصیحة ورفع الصوت والغماغم جمع غمغمة وهی اصوات الثیران عند الذعر والابطال عند القتال والحدق بالتحریك جمع حدقة وهی سواد العین والسماکان نجمان نیران یسمی احدهما بالرامح والاخر بالاعزل لاختصاصهما بشکلهما والعیوق نجم احمر صغیر مضیٔ فی طرف المجرة الایمن یتلو الثریا لا یتقدمها والمرزمان نجمان مع الشعریین الواحد مرزم کمنبر

المعنی ۔ اسی طرح ابو ذؤیب کا شعر ہے جو مینھ کھلجانے اور بارش رک جانے کے بعد زمین پر پانی کے بہنے کی حالت دکھاتا ہے ۔ جبکہ بادل ہر طرف سے پانی برسا کے کھل گیا تو پست زمینوں کے ہر ندی نالوں میں پانی کے زور شور سے بہنے کی آوازیں بلند تھیں ۔ اور بنی ہذیل میں کا ایک شخص جنگ کے وقت پہلوانوں کی حالت کا ذکر کرتا ہے میدان جنگ میں لڑنے والوں کی صدائیں اُن کی کثرت اور شدت جنگ کے باعث ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے بہت سے بیلوں کی آوازیں جو سُنائی دیں اور سمجھ میں نہ آئیں اور انکے درمیان تلواروں کی چوٹیں ایسی شدید تھیں کہ جن کے پڑتے ہی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں اور اپنے قبیلہ کی وجاہت کے اظہار او قبیلۂ جذم سے اپنے زیادہ معروف و مشہور ہونے کی تعریف میں معاویہ ابن خلیل نصری جو نصر ابن قعین سے ہے کہتا ہے ۔ (۱) ہم تو ستارۂ ثریا اور عیوق اور سماک رامح اور اعزل، اور ستارۂ مرزم کے مثل ہیں ۔ (۲) اور تم ایسے نامعلوم ستارے ہو جو آسمان پر دکھائی تو دیتے ہیں مگر وہ معروف و مشہور نہیں ہیں ۔

[1] اس کے قبل کے شعر کتاب البیان والتبیین میں اس طرح نقل کیے ہیں ۔ وکانت ابنجیہ الیکہ اذ + شد ولا مناطق نوقیها العلق تحت السیوف علی عوا تقهم و علی الکف ودونهم + کغماغم الثیران الخ ۔ ۱۲ منه

ولیزید بن الصمۃ یصف اثار خیل و ابل طردھا فنجا بھا

الا رب غزو مار کبنا جوادہ — وما قد عقرنا من صفی ومن قرم

واصبحن قد جاوزن اسفل ذی حسا — واثارھا فوق المصیخ کالرقم

ولعبد الرحمن بن عبداللہ القس یصف اصغاء السامعین الی لغناء الحسن المطرب وھو فی سلامۃ

اذا ماتج مزھرھا الیھا — وعاجت نحوہ اذن کرام

فاصغوا نحوھا الاسماع حتی — کانھم وما نا موا نیام

اللغۃ ۔ العقر الجرح والصفی الناقۃ الغزیرۃ المصیخ بتشدید الیاء الارض التی تصوخ فیھا الارجل ای تسوخ والمزھر کمنبر العود الذی یضرب بہ الۃ الطرب المعنی اور الیاہی یزید ابن صمۃ کا شعر ہے جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نشان قدم کی توصیف کرتا ہے جن پر سوار ہو کر بھاگنے سے اُسے نجات ملی تھی ۔(۱) آگاہ ہو کہ بعض لڑائیاں ایسی ہوئیں جن میں نہ ہم گھوڑے پر چڑھ کے لڑے اور نہ اُس موقع پر سواریوں کے بارے ہیں اونٹوں کو زخمی کرنے کی ضرورت پڑی (بلکہ وہ گھوڑے لڑائی کے شدائد سے بچ کر کود نکل گئے) (۲) اور مقام ذی حسا کے نشیب سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور گیلی زمین پر اُنکے نشان قدم ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کوئی چیز چھپی ہوئی ہو۔ اور عبد الرحمن ابن عبد القس سلامہ مغنیہ کے طرب انگیز گانے کو سامعین کے کان لگا کے سُنے جانے کے بارے میں کہتا ہے ۔(۱) جس وقت اُسکے آگے اُسکے ستار کی (مُہرلی) آواز بلند ہوئی اور معزز لوگوں کے کان اُدھر مُڑے ۔(۲) پس وہ لوگ اُسکے گانے کی طرف اتنی دیر تک کان لگائے (خاموشی و مدہوشی کے عالم میں) اُسے سُنتے رہے جیسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سو گئے حالانکہ بیدار تھے۔

تنبیہ ۔ یزید ابن صمہ کے شعر میں لفظ مصیخ کی تفسیر شارح نے نبت یابس (سوکھی گھانس) کے ساتھ کی ہے لغت کی متداول کتابوں میں یہ معنی نظر قاصر سے نہیں گزرے بلکہ ارض وحلہ (گیلی زمین جسمیں پاؤں دھنسنے لگیں) کے معنی مذکور ہیں اور اس مقام پر یہی معنی تشبیہ کی مناسبت کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتے ہیں

ولمرار بن المنقذ من بلعدویة یصف الفرس الکریم

ذو مراح فاذا وقرته ... ذل لول حسن الخلق یسر

ولیزید بن مالک الغامدی یصف فعل سنابک الخیل فی الارض

یثرن بسهل الارض ما یدسنه ... عجاجا و بالحزان نار الحباحب

ولعدی بن الرقاع العاملی یصف فعل سنابک حمارین اذا عدوا

یتعاوران من الغبار ملاءة ... غبراء محکمة هما نسجاها

تطوی اذا علوا مکانا ناشزا ... واذا السنابک سهلت نشراها

اللغة المراح النشاط والاختیال والتوقیر تسکین الدابة والحباحب بالضم ذباب یطیر باللیل له شعاع کالسراج ومنه نار الحباحب هی ما اقتدح من شرار النار فی الهواء من تصادم الحجارة والتعاور التداول والملاءة بالضم الربطة ای الرداء ج ملاء والناشز المکان المرتفع والسنبک کقنفذ طرف الحافر ج سنابک **المعنی** اور قبیلہ بلعدویہ کا ایک شخص مرار ابن منقذ ایک اصیل گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے - خوش قطع اور اچھے ہاتھ پاؤں والا گھوڑا (یوں تو وہ) کلیلیں مارتا ہے لیکن جب تو چمکارنے اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے کے ذریعہ سے اُسکو رام کرنا چاہے تو وہ مطیع و نرم خو ہو جاتا ہے اور یزید ابن مالک غامدی زمین پر گھوڑوں کی پڑتی ہوئی ٹاپوں سے جو اثر پیدا ہوتا ہے اُسکی حالت ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے - نرم زمین پر جب اُنکے سم دھنستے ہیں تو وہ خاک اُڑاتے ہیں اور پتھریلی زمین پر اُنکی ٹاپیں پڑنے سے جگنوؤں کی طرح شرارے نکلتے ہیں اور عدی ابن رقاع عاملی دوڑتے ہوئے دو گدھوں کے سُموں کی کارگزاری ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے - (۱) وہ دونوں دوڑنے کی حالت میں اپنے سموں سے بلند کیے ہوئے غبار کی ایسی سنگین اور خاکی رنگ کی چادر یکے بعد دیگرے اوڑھتے جاتے ہیں جو اُنھیں کے ہاتھ پاؤں کی بنی ہوئی ہے (۲) جبکہ (نرم زمین کو چھوڑ کر کسی اونچے مقام پر وہ بلند ہوتے ہیں تو (غبار کے بیٹھ جانے کی وجہ سے) وہ چادر تہ کی جاتی ہے اور جب نرم زمین پر اُن کے قدم آتے ہیں تو دوبارہ غبار اُڑنے کی وجہ سے اُسکی تہ شدہ چادر کو وہ دونوں کھول کر پھیلا دیتے ہیں -

ملہ مرار کا یہ قصیدہ ۹۵ شعر پر مشتمل ہے [illegible] ... عدی ابن رقاع کے یہ اشعار [illegible]

ولذی الرمة

تری الخود یکرہ من اریاح اذ جرت ۔۔۔ ومیٌّ بھا لولا التحرج تفرح

اذا ضربتها الریح فی المرط اشرفت ۔۔۔ روادفھا وانضم منھا الموشح

ولنتبع القول فی الوصف بالقول فی النسیب

نعت النسیب[1]

اقول ان کثیرا من الناس یحتاج الی ان یعلم اولا ما النسیب ونحن نحدہ

فنقول ان النسیب ذکر خلق النساء واخلاقھن وتصرف احوال الھوی

بہ معھن وقد یذھب علی قوم ایضا موضع الفرق بین النسیب والغزل

اللغة ۔ الخود الحسنة الخلق الشابة او الناعمة ج خودات وخود ومیّ مرخم میّة

حبیبة ذی الرمة والمرط کساء من صوف او خز ج مروط المعنی ۔ اور ذو الرمہ کہتا ہے[1]

تو نازک اندام عورتوں کو دیکھے گا کہ وہ (بوجہ شرم وحیا) ہواؤں کے چلنے کو ناپسند کرتی ہیں (لیکن)

میّہ (بوجہ شوق خود نمائی) اگر کسی وجہ سے ملول خاطر نہ ہو تو ایسے وقت میں خوش ہوتی ہے (۲) (کیونکہ)

جب ہوا اُسکی چادر میں بھر جاتی ہے تو اُسکے جسم سے کپڑے چسپیدہ ہو جاتے ہیں اور اُسکے پیچھے

سُرین نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ اب ہم کو وصف میں کلام کرنے کے بعد نسیب کے متعلق کلام کرنا چاہیے۔

غزل گوئی کے محاسن

میں کہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو پہلے اس بات کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے کہ نسیب کیا چیز

ہے اسلیے ہم اُسکی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نسیب عورتوں کی صورت وسیرت کے ذکر کرنے اور

اُن کے ساتھ محبت وعشق کرنے میں جو حالات میں انقلاب وتغیر ہوتا ہے اُنکے بیان کرنے کو

کہتے ہیں اور نیز اکثر لوگوں پر نسیب وغزل کا فرق مخفی رہتا ہے (اور اُن کو نہیں معلوم ہوتا کہ ان

دونوں میں فرق بھی ہے یا نہیں اور ہے تو کیا۔) تنبیہ میّہ ذو الرمہ شاعر کی محبوبہ کا نام ہے

لہذا اسپر اور نیز اسکے امثال پر الف ولام داخل نہ ہونا چاہیے اس قسم کے اعلام کا علی باللام ہونا

نظر قاصر سے نہیں گزرا نیز تحرج ایسا مصدر ہے جسکی تانیث کی کوئی وجہ نہیں لہذا اسکے لیے

مذکر ہی کا صیغہ استعمال ہونا چاہیے اور بجائے لم تکن کے لم یکن ہونا چاہیے۔

---

[1] نسیب کی بحث اصطلاح کے اس اعتبار سے کہ نسبت قرآن مجید کی طرف دینا صحیح نہیں ہے اسلیے کہ کلام اللہ اشعار کی کسوٹی پر کسنے سے ارفع ہے۔ البتہ قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں بطور حکایت وواقعہ دردوں کے اظہار شوق وجذبات کا ذکر پایا جاتا ہے جو نسیب کے نظائر سمجھا جاسکتا ہے۔ سورہ یوسف خصوصاً ان آیات میں وراودتہ التی ھو فی بیتھا عن نفسہ وغلقت الابواب وقالت ھیت لک الی آخر القصة پھر اسی قصہ میں اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے وقال نسوة فی المدینة امرأت العزیز تراود فتٰھا عن نفسہ قد شغفھا حبا انا لنرٰھا فی ضلٰل مبین الی آخر الآیات اسی سورہ یوسف میں جناب یوسف کے فراق میں جناب یعقوب کی حالت ہو گئی تھی اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے وتولی عنھم وقال یاسفٰی علی یوسف وابیضت عینٰہ من الحزن فھو کظیم قالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من الھٰلکین۔ اسی سورہ میں ارشاد فرمایا ہے اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا واتونی باھلکم اجمعین ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ اس کے علاوہ اور دوسرے اور مقاموں کا ذکر ہے غرباً اترابا وغیرہ ۱۲ منہ

والفرق بينهما ان الغزل هو المعنى الذى اذا اعتقده الانسان فى الصبوة الى النساء نسب بهن من اجله فكان النسيب ذكر الغزل والغزل المعنى نفسه والغزل انما هو التصابى و الاستهتار بمودات النساء ويقال فى الانسان انه غزل اذا كان متشكلا بالصورة التى تليق بالنساء وتجانس موافقاتهن لعاجته بالوجه الذى يجذ بهن الى ان يملن اليه والذى يميلهن اليه هو الشمائل الحلوة والمعاطف الظريفة والحركات اللطيفة والكلام المستعذب والمزاح المستغرب ويقال لمن يتعاطى هذا المذهب من الرجال والنساء متشاجر وانما هو متفاعل من الشجى اى متشبه بمن قد شجاه الحب واذ قد بان ان الذى قلناه على ماقلنا فيجب ان يكون النسيب الذى يتم به الغرض هو ما كثرت فيه الادلة على التهالك فى الصبابة

اللغة - الاستهتار الولع المعنى :- اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ غزل اُس معنی (خیال) کو کہتے ہیں جس کا جب انسان عورتوں کی طرف مائل ہونے اور اُن سے محبت کرنے میں اعتقاد کر لیتا ہے (اور وہ خیال اُسکے ذہن میں راسخ ہوجاتا ہے) تو وہ اُس معنی اور خیال کے ذریعہ سے اُن عورتوں کا (مجبوراً) ذکر کرنے لگتا ہے پس مضمون غزلی کے ذکر و حکایت کرنے کو نسیب کہتے ہیں اور خود اُس معنائے ذہنی کو (جو سبب ذکر و حکایت ہوتا ہے) غزل کہتے ہیں (پس گویا غزل محکی عنہ کا مرتبہ ہے اور نسیب حکایت کا) اور غزل نام ہے عورتوں سے عشق کرنے اور اُنکی محبت میں حریص ہونے کا اور انسان کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ غزل ہے جبکہ اُسکی صورت عورتوں کے لائق اور اُنکی پسند کے موافق ہو اور اُن باتوں سے مناسب ہو جو اُن کے پسند آنے کی غرض سے دلفریبی کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہیں۔ اور جو باتیں اُنکو اپنی طرف مائل کر لیتی ہیں وہ شیریں خصلتیں اور پُرظرافت صحبتیں اور لطیف حرکتیں (پُرلطف چھیڑ چھاڑ) اور میٹھی میٹھی باتیں اور انوکھی دل لگیاں ہیں۔ اور اس وضع کے مردوں اور عورتوں کو متشاجر کہا جاتا ہے اور متشاجر متفاعل کے وزن پر شجی سے مشتق ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص اُن لوگوں سے مشابہ ہے جنکو محبت کی چوٹ لگ چکی ہے اور جب معلوم ہوا کہ ہمارا یہ قول صحیح اور مطابق واقع ہے تو لازم ہوا کہ وہی نسیب عمدہ اور صائب کہی جائے جسمیں فنا فی العشق کے ادلہ زیادہ ہوں۔

وتظاهرت فيه الشواهد على افراط الوجد واللوعة وما كان فيه من التصابي والرقة اكثر مما يكون من الخشن والجلادة ومن الخشوع والذلة اكثر مما يكون فيه من الاباء والعزوان يكون جامع الامر فيه ماضادا لحافظ العزيمة ووافق الانحلال والرخاوة فاذا كان النسيب كذلك فهو المصاب به الغرض وقد يدخل في النسيب التشوق والتذكر لمعاهد الاحبة بالرياح الهابة والبروق اللامعة والحمائم الهاتفة والخيالات الطائفة واثار الديار العافية واشخاص الاطلال الداثرة وجميع ذلك اذا ذكر احتيج ان تكون فيه ادلة على عظيم الحسرة ومن مضى الاسف والمنازعة

اللغتر۔ المعاهد المنازل والداثرة البائدة **المعنی** ۔ اور فرط رنج وغم اور سوزش قلب وجگر کے شواہد بکثرت موجود ہوں اور وہی نسیب قابل مدح سمجھی جائے جس میں محبت اور رقت قلب کا پہلو بہ نسبت خشونت اور دلیری کے اور خشوع وانکسار وذلت کا حصہ باعتبار عزت حمیت کے زیادہ غالب ہو اور یہ لازم ہے کہ تغزل میں جو مضمون بھی ہو اسمیں عاجزی وذلت پسندی اور نرم خوئی کی پوری رعایت ہو اور وہ حمیت وحفظ آبرو اور پختگی ارادہ سے کوئی واسطہ نہ رکھتا ہو (یعنے غزل میں عاشق کو اس کا اظہار کرنا چاہیے کہ محبت نے اُس کو ذلیل ورسوا کر دیا ہے نہ اُسمیں اب کوئی طاقت باقی رہی نہ قوت ایسا مجبور محبت ہے کہ کسی مطلب میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا نسیب میں عزت ودلیری وغیرہ کا اظہار کرنا بالکل نامناسب وناموزوں ہے) پس جب غزل حدود مذکورہ کے اندر ہوگی تو وہ درست کہے جانے کے قابل ہوگی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اظہار شوق کرنے اور چلنے والی ہواؤں اور چمکنے والی بجلیوں اور نغمہ زن پرندوں اور جگر لگانیوالے خیالوں اور ویران مکانات کے نشانوں اور مٹے ہوئے کھنڈر کے آثار کے ذریعہ سے منازل احباب کی یادگار تازہ کرنے کو بھی وہ لوگ داخل نسیب قرار دیتے ہیں اور جب ان باتوں کا شعر میں ذکر ہو تو اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو اسطرح ذکر کیا جائے جس سے انتہائی حسرت ویاس اور گزرنے والے صدمات اور دلی جذبات کا پتہ چلتا ہو۔

ولست اذكر متى سمعت فى التشوق بآثار الديار اوجز ولا اجمع ولا ادل على لاعج الشوق ومكمد الوجد من قول محمد بن عبيد الازدى

فلم تدع الارواح والماء والبلى　　من الدار الا ما يشوق ويشغف

ولعمرى ان عمرو بن احمر الباهلى قد اوجز وابان عن التشوق وعظم تحسره بقوله

معارف تلوى بالفؤاد وان تقل　　لها بينى لى حاجة لم تكلم

واما قوله لم تكلم فهو تجاهل الهائم وتدله الواله فانه قد يحتاج الى ان يكون فى شعر الوامق دليل على انه للتخنن.

اللغة ـ الارواح جمع ريح والتدله فى كلام المصنف ذهاب العقل من عشق ونحوه ودله كفرح تحير ودهش وجن عشقا او غما ـ المعنى ـ اور مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی میں نے نشانِ منازلِ محبوب سے اظہارِ شوق کے متعلق کوئی ایسا کلام سنا ہو جو محمد ابن عبید ازدی کے کلام سے زیادہ مختصر اور جامع اور آتشِ شوق اور سوزشِ قلب کا زیادہ ظاہر کرنے والا ہو (کہتا ہے) ہواؤں اور بارانی اور کہنگی نے منزلِ محبوب میں اب کوئی چیز باقی نہیں رکھی سوا اس چیز کے جو میرے دل کو اپنا مشتاق اور فریفتہ بنائے ہوئی ہے (یعنی ان تینوں چیزوں نے اگرچہ منزلِ محبوب کے نشان مٹا دیے ہیں مگر اسپر بھی نہ جانے اس منزل میں کیا چیز باقی رہ گئی ہے جو دل کو اپنی طرف کھینچے لیتی ہے اور کسی طرح دل اسکے چھوڑنے کو نہیں گوارا کرتا) اور میری جان کی قسم عمرو ابن احمر باہلی نے بھی نہایت اختصار کے ساتھ اپنے شوق اور انتہائے حسرت کا اس شعر میں اظہار کیا ہے ـ بصورت آشنا نشانیاں میرے دل کو اپنی طرف کھینچے لیتی ہیں (لیکن) اگر تم ان سے کہو کہ مجھ سے کوئی اپنی حاجت بیان کرو (اور جو کچھ کہنا ہے کہو) تو وہ کچھ نہیں بولتیں (یعنی باوجود بے زبانی کے ان میں ایسی کشش ہے کہ دل کھینچے لیتی ہیں) لیکن اس شعر میں شاعر کا لم تکلم کہنا تو یہ عاشقِ سرگشتہ کے تجاہلِ عارفانہ اور مجنونِ محبت کی بےخودی وازخود رفتگی کے عنوان پر ہے اور واقعہ یہ ہے کہ عاشق کے شعر میں ان باتوں کا پایا جانا ضروری ہے جن سے رقتِ قلبی اور شوقِ دلی وغیرہ کا اظہار ہوتا ہو ورنہ وہ شعر حدِ نسیب سے خارج کہلائے گا)

لے کئی بہت یقین میں اس شعر کو اسطرح نقل کیا ہے فلم تدع الارواح والقطر والبلى من الدار الا ما يشوق ويشغف ۱۲

و ممن شاقته المنازل صخر الحضری وقد مر علی ربع فقال

بلیت کما یبلی الرداء ولا اری | جناباً ولا اکناف وزرة تخلق
الوّی حیازیمی بهن صبابة | کما تتلوّی[1] الحیة المتشرق

و ممن شاقه البرق فاحسن ما مر به من الشوق حبیش بن مطر العامری حیث یقول ویذکر خفقان قلبه۔

اجدک لا یبدو لک البرق مرة | من الدهر الا ماء عینیک یذرف
وقلبک من فرط اشتیاق کانه | بذی الامع او طائر یتطرف

اللغات - جناب غدیر کانت تشرب منه کاس حبیبة الشاعر ووزرة لعلها اسم موضع وروی فی الاغانی ذروة سکان ذروة والحیزوم ما اکتنف الحلقوم من جانب الصدر جمعه حیازیم والمتشرق البارز للشمس وتطرف الطائر ای اضطرب المعنی اور اُن لوگوں میں سے جنکو (بے ہوئے) شوق کو دیر منازل محبوب نے اُبھار دیا ایک صخر حضری ہے جس کا گزر منزل محبوب پر ہوا تو اُس نے کہا۔ (۱) میں بوسیدہ چادر کی طرح کہنہ ہو گیا یا اے منزل محبوب تو کہنہ ہو گئی لیکن میں چشمۂ جناب اور وزرہ کے اطراف و جوانب کو کہنہ و بوسیدہ نہیں پاتا اور یہ اُسی طرح جیسے پہلے تھے اب بھی باقی ہیں (۲) شدت محبت سے میں اپنے دل و جگر کو اُس محل پر اس طرح سمیٹے اور مسوسے ہوئے ہوں جس طرح (سردی کھایا ہوا) دھوپ میں آنے والا سانپ پیچیدہ اور سکڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُن لوگوں میں سے جنکے شوق کو بجلی کی چمک نے اور زیادہ کر دیا پس اُنھوں نے اُسکا بہترین عنوان سے اظہار کیا ہے حبیش ابن مطر عامری ہے جہاں کہ وہ اپنے دل کے دھڑکنے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ (۱) کیا تو اپنی ساری کوشش اسی مشغلہ میں صرف کر دے گا کہ جب تیرے سامنے بجلی تڑپے تو تیری آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے (۲) اور وفور شوق سے تیرے دل کا یہ عالم ہو کہ جیسے رہ رہ کے بجلی کی چمک ظاہر ہو رہی ہے یا کوئی پرندہ پھڑک رہا ہو۔ تنبیہ صخر حضری کے پہلے شعر میں جو لفظ جناب مذکور ہے اسکی تفسیر شارح نے فناء الدار (صحن خانہ) سے کی ہے حالانکہ اسکا منکر ہونا خود اس لفظ کے صورت منکو میں ہونے سے واضح و آشکارا ہے اگر صحن خانہ کے معنے مراد ہوتے تو اسکو معرّف باللام یا بالاضافة ہونا چاہیے تھا جیسا کہ بعض تصریح میں جناب الحی اور جناب المشول کے استعمالات و نظائر مذکور ہوے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جناب ایک چشمہ کا نام ہے جس کا پانی شاعر کی محبوبہ استعمال کرتی تھی اور اُسکا نام کاس تھا بکر بن حبیب کی بیٹی تھی اسکی کنیت اُم داؤد تھی جب شاعر کا گزر اُس چشمہ پر سے ہوا تو وہاں دیر تک توقف کیا اور گزرے ہوئے دنوں کو یاد کر کے گریہ کیا اور یہ شعر کہے۔

[1] کتاب العمدہ میں تتلوی کے مقام پر تتلوی منقول ہوا ہے یہ شعر الیقال کی بھی نشان ہو سکتا ہے اسلیے کہ الحیۃ تک شاعر کا

مطلب یہ ہے کہ میرا ہوا ہے تھا المتشرق کی ترکیب بعض رقعہ افصیہ واقع ہوا ہے جن سے یہ بات ترکیب وصاحب کے لیے بتر ہے

ولرجل من عبس

اذا الله اسقى منتين ببلدة　　من الارض سقيا رحمة تسقاهما

نزلنا بهذى منزلا ثم منزلا　　بهذى فطاب المنزلان كلاهما

فبت اشيم البرق مرتفقا له　　يداعن يد حتى وفى منكباهما

وقال الشماخ

رأيت سنا برق فقلت لصاحبى　　بعيد بعلو ما رايت سحيق

فبات مهمالى يذكرنى الهوى　　كانى لبرق بالحجاز صديق

وبات فؤادى مستخفا كانه　　خوافى عقاب بالجناح خفوق

فاما النسيب نفسه فقد تقدمت اوصافنا له

اللغة - السحيق من الامكنة البعيد والخوافى ريشات اذا ضم الطائر جناحيه خفيت اوهى الاربع اللواتى بعد المناكب اوهى سبع ريشات بعد السبع المقدمات الواحد خافية والقوادم ضدها - المعنى اور بنی عبس میں سے ایک شخص کے یہ اشعار ہیں (۱) جب خدا کسی شہر کی زمین کے دو کھنڈروں کو اپنے باران رحمت سے سیراب کرے تو ان دونوں (کھنڈروں) کو بھی محروم نہ رکھے۔ (۲) کبھی ہم نے اس کھنڈر میں منزل کی اور کبھی اس میں پس دونوں منزلیں پسندیدہ ہو گئیں۔ (۳) پھر میں کہنی ٹیک کے بجلی کو دیکھنے کے لیے لیٹا جب ایک کہنی تھک گئی تو دوسری کہنی کا سہارا لیا یہاں تک کہ دونوں کے شانوں کی طاقت ختم ہو گئی اور شماخ کہتا ہے (۱) میں نے بجلی کی چمک کو دیکھا تو اپنے ساتھی سے کہا (دیکھو تو) کتنی دور بلندی پر یہ بجلی چمک رہی ہے (۲) پس (اتنی دوری کے باوجود بھی) وہ برق رات بھر میرے غم کو مادہ کرتی اور محبت کے کارنامے یاد دلاتی رہی گویا میں حجاز میں چمکنے والی برق کا خالص دوست تھا (۳) اور رات بھر میرا دل خفقان کی حالت میں اس طرح (تیزی سے) حرکت کرتا رہا جیسے عقاب اپنے بازوؤں کے پچھلے پروں کو (اڑنے کے وقت جلدی جلدی) حرکت دیتا ہے۔ (یہ اُن اشعار کا ذکر تھا جنہیں غزل کے ساتھ دیگر مضامین بھی شامل تھے) لیکن صرف غزل تو اسکے اوصاف کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

ومما اختم به القول ان المحسن من الشعراء فيه هو الذی یصف من احوال مایجده مایعلم به کل ذی وجد حاضر او دائر انه یجد او قد وجد مثله حتی یکون للشاعر فضیلة الشعر۔

فمن ذلك قول ابی صخر الهذلی یصف ما اری ان کل متعلق بمودة یجد مثله قوله

اما والذی ابکی واضحك والذی	امات واحیا والذی امره الامر
لقد کنت اٰتیها وفی النفس هجرها	بتاتا لاخری الدهر ماطلع الفجر
فما هو الا ان اراها فجاءة	فابهت لا عرف لدی ولا نکر
وانسی الذی قد کنت فیه هجرتها	کما قد تنسی لب شاربها الخمر

اللغة البتّ القطع ومنه البتة المعنی الذی اثر فی کلام المصنف الذاهب الطالث والبتات القطع ومنه البتة المعنی

اور اپنے خاتمۂ کلام میں کہتا ہوں کہ غزل میں خوش گوئی سے کام لینے والا وہ شاعر ہے جو اپنے جذبات کا اسطرح ذکر کرے کہ ہر صاحب محبت خواہ وہ جدید ہو یا قدیم اس شعر سے معلوم کرلے کہ شاعر یا تو خود درد رسیدۂ الفت ہے یا دیگر اہل محبت کا حال بیان کرتا ہے تاکہ شاعر کے لیے فضیلت شعر کی ثابت رہے (کیونکہ جب اُس نے ایسا شعر کہدیا جو جذبات الفت کی حکایت کرتا ہے تو وہ غزل گو کہلائے گا اگرچہ وہ خود اُن جذبات سے متصف ہو یا نہ ہو) پس اسی طریقہ پر کلام ابو صخر ہذلی کا جیسا کہ میں نے کہا کہ ہر صاحب محبت اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے (اسی بنا پر شاعر مذکور بھی اپنے جذبات کو ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے) (۱) آگاہ ہو قسم ہے اُس ذات کی کہ رُلانا اور ہنسانا مارنا اور جلانا جسکے قبضۂ قدرت میں ہے اور جس کا حکم (درحقیقت) حکم ہے (۲) محبوبہ کے مظالم کیوجہ سے پہلے میری حالت یہ تھی کہ) میں اُسکے پاس یہ خیال کرکے آتا تھا کہ (آئندہ) اس سے کبھی اور کسی دن نہ ملوں گا جبتک صبح طالع ہوتی رہی (یعنے کبھی نہیں) (۳) لیکن اب یہ صورت حال ہے کہ میں اُسے یکایک دیکھ کر ایسا مبہوت اور از خود رفتہ ہوجاتا ہوں کہ مجھے اچھے بُرے کی بالکل تمیز نہیں رہتی۔ (۴) اور جس بات پر میں نے ناراض ہوکر اُس سے علیحدگی چاہی تھی اُسے میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح شراب اپنے پینے والے کی عقل گُنگ کرکے اسیر سہو و نسیان غالب کردیتی ہے۔

وفی هذه القصیدة ایضا موضع اٰخر دال علی افراط المحبة مبین عن سجیة فی اهل الهوی عامة وهو قوله

ویمنعنی من بعد انکا ظلمها — اذا ظلمت یوما وان کان لی عذر

مخافة انی قد عرفت لان بدا — لی الهجر منها ما علی هجرها صبر

وانی لا ادری اذا النفس اشرفت — علی هجرها ما یفعلن بی الهجر

وکما قال الشاعر

یود بان یمسی سقیما لعلها — اذا سمعت عنه بشکوی تراسله

ویهتز للمعروف فی طلب العلی — لتحمد یوما عند لیلی شمائله

اللغة۔ انکر الشئ جهله او کرهه خلاف عرفه و مخافة مرفوع علی انه فاعل یمنعنی

المعنی۔ اور اسی قصیدہ میں ایک اور مقام بھی ہے جو افراط محبت اور اہل عشق کی ایک عام خصلت و عادت کا اظہار کرتا ہے چنانچہ اُسنے کہا ہے (۱) اگرچہ وہ (محبوبہ) مجھپر ظلم کرتی ہے اور اگرچہ میں اُسکی مفارقت میں معذور بھی ہوں لیکن باوجود اسکے کہ میں اُسکے ان مظالم سے نا آشنا اور بیزار ہوں پھر بھی (اُسکی ترک محبت سے) اگر کوئی بات مانع ہے (۲) تو وہ صرف اس امر کا خوف ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر اُسکے روز فراق کی میں نے صورت دیکھی تو پھر مجھکو اُسکی مفارقت پر (کسی طرح) صبر نہ ہوگا۔ (۳) (بلکہ) میں بالکل نہیں سمجھتا کہ جب اُسکے فراق سے میرا سامنا ہوگا تو یہ (زبردست مصیبت والی مہلک) جدائی میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی اور جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے (۱) (اس اُمید میں کہ وہ (محبوبہ) اُسکی بیماری کی خبر سنکر شاید اُسکے دریافت حال کے لیے کوئی نامہ و پیام کرے اُسکی تمنا ہے کہ میں بیمار ہو جاؤں (۲) نام آوری کے کام بجالانے سے اسلیئے وہ خوش ہوتا ہے کہ شاید کسی دن اُسکی کارگزاریاں لیلی کی مقبول بارگاہ ہوجائیں۔

لہ عقد فرید میں شیخ ابو الحسن ابن مصعب کا حوالہ دےکر الواشعار کی نسبت کثیر عزہ کی طرف دی ہے اور دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ کو بجائے ویہتز للمعروف کے وتبتہج بالمعروف فی طلب العلی لکھا ہے ۱۲ منہ

فهو من احسن القول فی الغزل وذلک ان هذا الشاعر قد ابان فی البیت الاول عن اعظم وجد وجدہ محب حیث جعل السقم الیسیر ما یجد من الشوق فانه اختارہ لیکون سبیلا الی ان یشفی بالمراسلۃ فهو الیسیر ما یتعلق به الوامق وادنی فوائد العاشق وابان فی البیت الثانی عن اعظام منه شدید لهذہ المرأۃ حیث لم یرض لنفسه کونها علی سجیتها الاولی حتی احتاج الی ان یتکلف سجایا مکتسبة یتزین بها عندها وهذہ غایۃ المحبة ووصف الشاعر لذلک هو الذی یستجاد لا لاعتقادہ اذ کان الشعر انما هو قول واذا اجاد فیه القائل لم یطالب بالاعتقاد لانه قد یجوز ان یکون منتقلا لاضعاف ما فی نفس هذا الشاعر من الوجد بحیث لم یذکرہ وانما اعتقدہ فقط

اللغۃ ۔ الوامق المحب من ومق یمق مقۃ والمقۃ المحبۃ المعنی یہ غزلیات میں بہترین شعر ہے اسلیے کہ اک عاشق کو جسقدر شوق ظاہر کرنا چاہیے اُس سے کہیں بالا تر شوق کا اظہار شاعر نے پہلے شعر میں کیا ہے وفور شوق کی وجہ سے اُسکے نزدیک بیمار ہوجانا زیادہ آسان ہے (بہ نسبت اُس صحت کے جس میں محبوب اُسکا پرسان حال نہو یعنی وہ اسلیے بیمار ہونا چاہتا ہے کہ احوال پرسی سے شفا پانے کا اک ذریعہ پیدا ہوجائے کیونکہ محب کے لیے یہ امر نہایت آسان ہے اور معمولی سے معمولی فائدہ عاشق کا اسی میں ہے اور دوسرے شعر میں اُسنے ظاہر کیا ہے کہ اُسکی نگاہ میں اُس عورت کی بڑی وقعت ہے اسلیے کہ اُس نے پسند نہیں کیا کہ اپنی فطری حالت سابقہ پہ باقی رہے یہانتک کہ کچھ اور صفات حمیدہ سے بہ تکلف آراستہ ہونے کی اُسے ضرورت پڑی تاکہ اُنکے ذریعہ سے محبوبہ کی نگاہوں میں باوقعت ہوجائے اور یہ محبت کی انتہا ہے ۔ اور شاعر کا ایسے مضامین کو (اچھی طرح سے) بیان کردینا ہی خوبی شعر کے لیے کافی ہے تمام اس سے کہ اُن کا اعتقاد اُسے ہو یا نہیں اسلیے کہ شعر تو صرف اک قول اور بیان ہے پس اگر وہ خوبی کے ساتھ ادا کردیا گیا (تو وہ قابل تعریف ہے) پھر یہ لازم نہیں کہ اُسکے اعتقاد رکھنے کا بھی شاعر سے مطالبہ کیا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جتنا شغف کا اس شعر میں اُسنے ظاہر کیا ہے دل میں اُسکے اُس سے بارہا زائد موجود ہو اور اُسکا شعر میں اُس نے ذکر نہ کیا ہو بلکہ اُسے دل ہی میں رکھا ہو۔

ولم یدخلوا فی باب من یوصف بالشعر والقول والنسیب قول طریح الثقفی

بان الخلیط و فرق الشمل ۔۔۔ وعلی التفرق ما بدا الوصل

ابکاک منهم ما فرحت به ۔۔۔ ولکل مولد فرحة ثکل

ومن هذه الابیات

ممسودة خلقت فعلیتها ۔۔۔ خوط و معقد مرطها عبل

تضع البریم فیستدیر علی ۔۔۔ فعم الف کانه رمل

لیبجی اذا ماقلت احفضه ۔۔۔ ویثور منکشطا اذا یعلو

اللغة:- الممسودة المرءة المفتولة الاعضاء وعلیة المرءة اعلاها والخوط الغصن الناعم لسنة او کل قضیب ج خیطان والمراد بمعقد مرطها روادفها والبریم کامیر خیطان مختلفان احمر وابیض تشده المرءة علی وسطها وعضدها الفعم الممتلی ویثور من الثور وهو الهیجان والمتکشط المنکشف من الکشط وهو رفعک شیئا عن شئی قد غشاه ۔

المعنی اور طریح ثقفی کے ان اشعار کے قائل (یعنے خود طریح ثقفی) کو صاحبان شعر و سخن اور نیز ارباب غزل کی فہرست میں نہیں شمار کیا جاتا وہ کہتا ہے ۔(۱) احباب رخصت ہو گئے اور مجمع پراگندہ ہو گیا اور جدائی کے نشان بلند ہوے اور وصال کی صورت نظر نہ آئی ۔(۲) ان میں سے جن صورتوں نے (کل) تجھے خوش کیا تھا وہی آج رُلا رہی ہیں اور (زمانہ کا یہی دستور ہے کہ) جو اسوقت عشرتکدہ ہے وہاں دوسرے وقت مجلس ماتم برپا ہوتی ہے (ع جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں) اور انھیں اشعار میں سے یہ شعر بھی ہیں جنمیں وہ کہتا ہے (۱) وہ (محبوبہ) خلقت میں گٹھیلے بدن کی ہے اور اُسکے جسم کے اوپر کا حصہ (لوچ میں) مثل نرم اور ہری شاخ کے ہے اور اُسکی شلوار بند کی جگہ سے اُسکے سُرین فربہ اور بلند ہیں ۔(۲) جب وہ سیاہ سفید ریشمی شلوار بند کو اپنی کمر پر باندھتی ہے تو وہ گول ہو کر اُسکے کسے کسائے ایسے فربہ سُرین پر بندھ جاتا ہے جو تودۂ ریگ کے مثل (نرم اور گداز) ہے ۔(۳) (اُس وقت اُسکے سُرین کی یہ حالت ہوتی ہے کہ) اگر تو یہ کہے کہ سُرین نے (کسی وجہ سے) شلوار بند کو نیچے سرکا دیا تو وہ سُرین اُس وقت پوشیدہ ہو جاتا ہے (اور جسم اس کا حجم نمایاں نہیں ہوتا) اور جب شلوار بند بلند ہو کر سُرین کے اوپر آجاتا ہے تو سُرین (کا حجم) اک دم ظاہر ہو جاتا ہے ۔

وقيامها حسم وضحكتها　　عند العجيب تبسم رتل

وعلا بها عظم فالحقها　　بنسائها ولداتها بسل

ولابي صخر الهذلي في التصابي والخلاعة

اراد الشيب مني ختل نفسي　　لانسى ذكر بات الحجال

اذا اختصم الصبي والشيب عندي　　فافلجت الشباب فلا ابالي

فقد اتينا من ذكر نعوت الاغراض التي غنتها الشعراء من المعاني وهي المديح والهجاء وغيرها مما عددناه وشرحنا احوالها على ما فيه كفاية لمن له فهم وعنده نظر وفحص وهذه المعاني التي ذكرناها من اغراض الشعراء فانما هي اجزاء من جملة وما تكلمنا به فيها مع ما بيناه من الحال فيه مثالا لغيره واعتبارا في ما لم نذكره۔

اللغة: الحسم القطع ولعل المراد منه القاطع والحسوم الدؤب في العمل والرتل حسن تناسق الشئ وبياض الاسنان واللدات بكسر اللام جمع لدة بفتحها وهي الترب والبسل اخذ الشئ قليلا قليلا والختل الخديعة وقوله افلجت الشباب اي جعلته فائزا مظفرا وكلمة غنتها في كلام المصنف بمعنى قصد تها **المعنى** (۴) اور قیام اسکا اسکے لئے مشقت و زحمت ہو (یعنی گرانی سرین کی وجہ سے اسے اٹھنا دشوار ہی) اور عجیب چیز دیکھنے کیوقت اسکی ہنسی خوشنما مسکراہٹ ظاہر کرتی ہو جبکہ اسکے موتی ایسے برابر جڑے ہوے چمکدار دانت نمایاں ہوتے ہیں۔ (۵) جبکہ اسکا قد بالیدہ ہو آیا تو اسنے رفتہ رفتہ اسے اسکی سہیلیوں اور ہمجولیوں کے ہمسن کر دیا۔ اور ابو صخر ہذلی عشق بازی اور آزاد منشی میں کہتا ہے۔ (۱) میرے بڑھاپے نے مجھے فریب دینا چاہا تاکہ میں پردہ نشین حسینوں کی یاد کو بھلا دوں۔ (۲) جبکہ جوانی اور میری پیری میں نزاع ہوتی ہے تو میں جوانی ہی کو ظفریاب کر دیتا اور کوئی پروا نہیں کرتا (یعنی تشبیب و غزل گوئی عالم پیری میں بھی کرتا ہوں۔ (یہ سب اشعار جذبات سے خالی ہونے کی وجہ سے حد تشبیب سے خارج ہیں) شعر میں جتنے متعارف اغراض شعراء کے ہوتے ہیں اُن سب کے محاسن ہم نے بیان کر دیے یعنی مدح اور ہجو اور اسکے علاوہ وہ چیزیں جنکے متعلق ہم شرح و بسط کے ساتھ ارباب نظر اور اصحاب تحقیق کے لیے سابق میں کافی بیان دے چکے ہیں اگرچہ تمام اغراض شعراء کا ذکر نہیں کیا گیا اور اکثر ہی کے ذکر پر اکتفا کی گئی لیکن اسکے متعلق جو کچھ ہم نے کلام کیا اور اسکے ساتھ اسی کلام میں جو مختلف احوال ہم نے بیان کیے وہ غیر مذکورہ صورتوں کی مثال کے لیے کافی ہے اسی پر اُن کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

تنبیہ سطریح ثقفی کے شعر وقیامها حسم لفظ کی تفسیر شارح نے باب الفاظ کی ہے کا دسیف تا ثہ تقی الدینۃ

فاما ما يعم جميع المعاني الشعرية فانا نبتدي بذكره وتعديده

فمن ذلك صحة التقسيم

وهي ان يبتدئ الشاعر فيضع اقساما فيستوفيها ولا يغادر قسما منها

مثال ذلك قول نصيب يريد ان ياتي باقسام جواب المجيب عن الاستخبار

فقال فريق القوم لا وفريقهم نعم وفريق قال ويحك لا ادري

فليس في اقسام الاجابة عن مطلوب اذا سئل عنه غير هذه الاقسام ومثال

ذلك ايضا قول الشماخ يصف صلابة سنابك الحمار وشدة وطئه على الارض

متى وقعت ارساغه مطمئنة على حجر يرفض او يبتدر حرج

اللغة - الارساغ جمع رسغ بالضم وبضمتين الموضع المستدق بين الحافر وموصل الوظيف من اليد والرجل والارفضاض التحطم والتكسر ويتدحرج اي يتتابع في حدود وهو مكسور لوقوعه في جواب متى - والساكن اذا حرك حرك بالكسر - **المعنى** - لیکن شعر کے وہ صفات جو اسکے تمام اغراض میں مشترک ہیں اور کسی کے ساتھ خاص نہیں ہیں پس اب ہم انکی فہرست بیان کرتے ہیں - تو ایک انمیں صحت تقسیم ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ شاعر ایک مضمون کے متعلق جتنے اقسام ہیں - ان سب کو بیان کردے - اور ان میں سے ایک قسم کو بھی نہ چھوڑے جیسے کہ نصیب کا یہ شعر ہے جس میں وہ استفسار کرنے والے کے جواب کی سب قسمیں بیان کرتے ہوے کہتا ہے - جواب میں بعض لوگوں نے کہا نہیں اور بعض نے کہا ہاں اور بعض نے کہا کہ مجھے انکی کچھ خبر نہیں - پس اگر کوئی بات دریافت کی جائے - تو اس کا جواب ان ہی تینوں قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ دیا جاتا ہے - اسی طرح شماخ کا شعر ہے - جو گدھے کے سموں کی سختی اور زمین پر ان کی دھمک پڑنے کو بیان کرتا ہے - جب اسکے سُم سخت زمین میں کسی پتھر پر پڑتے ہیں - تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے (اگر نرم تھا) یا لڑھکتا ہوا نکل جاتا ہے (اگر زیادہ سخت تھا)

سلہ صحت تقسیم کی اور کئی مجیب مثالیں ہیں اس کی بہترین مثال خداوند عالم کا یہ کلام الذی یریکم البرق خوفا وطمعا ظاہر ہے کہ برق کا دیکھنے والا دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا یا تو وہ ڈرے گا یا امید وار ہوگا ... اور ... واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی علی بطنہ ومنھم من یمشی علی رجلین ومنھم من یمشی علی اربع ... تقسیم ... پیش کیا جا سکتا ... اللہ ولی الذین آمنوا ... الی النور والذین ... تشبیہ ...

فلیس فی امر الوطء الشدید الا ان یجد الذی یطأ علیہ رخوا فیرض اوصلبا فیدفع ومثال ذلک ایضا قول الاسعر بن حمدان الجعفی یصف فرسا علی ھیئتہ من جمیع جہاتہ

اما اذا استقبلتہ فکانہ ۔ باز یکفکف ان یطیر وقد رائ
اما اذا استدبرتہ فتسوقہ ۔ ساق قموص الوقع عاریۃ النسا
اما اذا استعرضتہ متمطرا ۔ فتقول ھذا مثل سرحان الغضا

فلم یدع ھذا الشاعر قسما من اقسام النصبۃ التی یری الفرس علیہا الا اتی بہ وقد یجوز ان یظن ظان فی قولنا ان ھذا الشاعر قد اتی بجمیع الاقسام وکل جسم فلہ ست جہات فاذ اذکرت حال اربع منہا بقیت جہتان لم تذکرا

اللغات۔ قولہ یرض ای یکسر یدق ویکفکف ای یکف والمراد انقباضہ والقموص من قمص الفرس وھو ان یرفع یدیہ ویطرحہما معا ویعجن برجلیہ والنسا عرق من الورک الی الکعب **المعنی**

پس کسی چیز پر چوٹ لگانے سے نتیجہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ شئے نرم ہے تو ٹوٹ کر منتشر ہو جائے گی اور اگر سخت ہے تو اُچٹ کر نکل جائے گی اور اسعر ابن حمدان جعفی کے شعر بھی اسی طرح کے ہیں جنمیں وہ گھوڑے کی توصیف اُسکی ہر ایک ہیئت کو مدنظر رکھکر کرتا ہے۔ (۱) جب تو اُسے سامنے سے دیکھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ باز ہے جو شکار کو دیکھکر اُسپر جھپٹنے کے لئے پر تول رہا ہو۔ (۲) اور جب تو اُسکے پیچھے آ لے تو دیکھے گا کہ اُسکی وہ پنڈلیاں جنکی رانوں میں لاغری کی وجہ سے رگیں نمایاں ہیں زمین پر تیزی اور سختی کے ساتھ پڑتی ہوئی اسکو دوڑائے لیے جا رہی ہیں (۳) اور اگر اُسکے پہلو کے جانب کھڑے ہو کر تو اُسے دوڑتا ہوا دیکھے تو کہے کہ یہ (گھوڑا کیا ہے بلکہ) غضا کی جھاڑی کا بھیڑیا دوڑتا جا رہا ہے۔ پس گھوڑے کی نمائش کے موقع پر اُسکے دیکھنے کے جتنے طریقے ہو سکتے ہیں شاعر نے وہ سب ذکر کر دیے۔ اور ہم نے جو یہ کہا کہ شاعر نے تمام اقسام بیان کر دیے اسکے متعلق ہو سکتا ہے کوئی گمان کرے کہ ہر حالت میں جبکہ ہر جسم کیلئے چھ جہتیں ہوتی ہیں اور شاعر نے اُنمیں سے فقط چار جہتوں کا ذکر کیا تو دو جہتیں پھر بھی باقی رہ گئیں جنکا ذکر نہیں ہوا۔

ملہ ان اشعار کے مشابہ عنترۃ عبسی کے یہ شعر ہیں ؎
اما اذا استقبلتہ فکانہ
جذع سما فوق النخیل
مشذب ۔ واذا اعرضت
لہ استوت اقتادہ وکانہ
مستقبل ومستصوب ۔
۱۲ منہ

وحل هذا الشك ان وقع من احد هو ان هذا الشاعر انما وصف فرسا لاجسما مطلقا وللفرس احوال تمتنع بها من ان تنتصب على كل نصبة ومع ذلك فان هذا الشاعر انما وصف الجهات التي يراها الانسان من الفرس اذا كان على بسيط الارض وكان الرجل قائما او قاعدا اذ كانت هذه الحال التي يرى الناس عليها الخيل في اكثر الامر فاما مثل ان يكون الانسان في علية فيرى من الفرس اعلاه فقط فما بعد ما يقع ذلك ولم يقصده الشاعر ولا له وجه في ان يريه اذ كان ليس في ما يعرف ويعهد من النظر الى الخيل الا ما ذكره وهو ان تستقبل او تستدبر او تستعرض من احد الجانبين ومثال هذا الباب ايضا قول زبيد الطائي۔

یا اسم صبرا علی ما کان من حدث　　ان الحوادث ملقی ومنتظر

فلیس فی الحوادث الا ان تکون قد لقیت او ینظر لقیها۔

اللغة ۔ قوله اسم لعله اسم رجل　**المعنی** یہ شبہ اگر کسی کو ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاعر نے صرف گھوڑے کی تعریف کی ہے نہ مطلق جسم کی اور (گھوڑے کی نمائش کا قیاس اور اجسام پر نہیں کیا جا سکتا) اور اسکا ہر جہت اور ہر ہیئت سے نظارہ کرنا خلاف عادت اور غیر متعارف ہے اسکے علاوہ یہ بات ہے کہ شاعر نے گھوڑے کی توصیف میں انھیں جہتوں کا ذکر کیا ہے جنکا نظارہ دیکھنے والا اس حالت میں کرتا ہے جبکہ گھوڑا روئے زمین پر ہو اور ناظر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اسے دیکھے اسلیے کہ علی الاغلب گھوڑوں کا یوں ہی معائنہ کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچے مقام پر جا کر گھوڑے کے صرف اوپر کے حصے کو دیکھے تو ایسے مواقع نہایت بعید الوقوع ہیں اور نہ شاعر کی یہ غرض ہے اور نہ کسی وجہ سے یہ اسکا مقصود ہو سکتا ہے کیونکہ متعارف طریقے گھوڑوں کے دیکھنے کے وہی ہیں جو شعر میں مذکور ہوے یعنی یا اسے سامنے سے دیکھا جائے یا پیچھے سے یا اسکے کسی پہلو سے اور اس کی یعنی صحت تقسیم کی مثال میں ایک شعر ابو زبید طائی کا بھی ہے (اے اسم جو مصیبت نازل ہوئی اس پر صبر کر اور یقین جان کہ ہر شخص یا تو حوادثات سے دوچار ہو چکا یا ہونے والا ہے پس مصائب کی دو ہی حالتیں ہیں یا تو لوگ ان میں مبتلا ہیں یا عنقریب ہونے والے ہیں۔

ومن انواع المعانی واجناسها ایضا صحۃ المقابلۃ

وھو ان یضع الشاعر معانی یرید التوفیق بین بعضھا و بعض و المخالفۃ فیاتی فی الموافق بما یوافق و فی المخالف بما یخالف علی الصحۃ او شرط شروطا و یعدد احوالا فی احد المعنیین فیجب ان یاتی فی ما یوافقہ بمثل الذی شرطہ وعددہ و فی ما یخالف بضد ذلک کما قال بعضھم

تقاصرن واحلولین لی ثم انہ　　اتت بعد ایام طوال امرت

فقابل القصر والحلاوۃ بالطول والمرارۃ ۔

اللغۃ۔ قولہ احلولین وحلین من الحلو بمعنیً واحد **المعنی**۔ اور مطالب شعری کے طریقۂ ادا کی قسموں میں سے ایک قسم صحت مقابلہ بھی ہے یعنی شاعر کچھ مضامین کا اس طرح ذکر کرنا چاہتا ہو کہ ان میں سے بعض کے ساتھ کسی موافق بات کا ذکر کرے اور بعض کے ساتھ مخالف کا پس موافقت والے مضمون کے ساتھ موافق بات کا ذکر کرے اور جس میں مخالفت مدنظر ہے اسکے ساتھ اسکے مخالف بات معرض بیان میں لائے اور یہ کل تصرفات اسکے اصول کے مطابق ہوں یا ان دونوں قسموں میں سے کسی میں کچھ شرطیں لگا دے یا بعض حالات کے ساتھ مقید کردے پس ایسی شکل میں لازم ہے کہ جو صورت موافقت کی ہے اس میں اسی کے موافق شرط لگائے اور جو صورت مخالفت کی ہے اس میں اس شرط کی ضد کا اظہار کرے جیسے کہ بعض شعراء نے کہا ہے (وصال کے دن خوشی کی وجہ سے مجھے چھوٹے اور شیریں معلوم ہوتے تھے پھر اس کے بعد (فراق کے پہاڑ) ایسے دن نمودار ہوئے جو ہمارے لیے نہایت دراز اور تلخ ہیں پس شاعر نے کوتاہی کا طول سے اور شیرینی کا تلخی سے مقابلہ کیا۔

ومثله قول الآخر

واذا حديث ساءنى لم اكتئب واذا حديث سرّنى لم اشر

فقد جعل بازاء سرنى ساءنى وبازاء لا اكتئاب لا اشر وهذه المعانى تماثل فى التقابل

ولعقيل بن حجاج

تشق فى حيث لم تبعد مصعدة ولم تصوب الى ادنى مهاويها

فجعل بازاء قوله تبعد مصعدة ادنى مهاويها ولو جعل بازاء الابعاد فى الصعود الهوى من غير ان يقول ادنى المهاوى لكانت المقابلة ناقصة لكن لما قال تبعد قال ادنى ولو قال لم تبعد لقنع منه بان يقول تهوى فقط من غير ان يأتى بالدنو

اللغة التصويب المجئ من علٍ خلاف التصعيد۔ **المعنى** اور ایسا ہی ایک دوسرے شخص کا شعر ہے جب کوئی بات میرے ناگوار خاطر ہوتی ہے تو میں اظہار غم نہیں کرتا اور جب کسی بات سے مجھے خوشی ہوتی ہے تو میں اتراتا نہیں (یعنی بڑا حلیم اور مستقل مزاج ہوں) پس سرّنی کے مقابلہ میں ساءنی لایا اور اکتئاب کے مقابلہ میں اشر (یہ شعر موافقت ومخالفت دونوں اعتبار سے مقابلہ معانی کی مثال ہوسکتا ہے۔ ساءنی ولم اکتئب اور سرّنی ولم اشر میں تو باعتبار موافقت تقابل مانا جائے اور ساءنی وسرّنی اسی طرح لم اکتئب اور لم اشر میں باعتبار مخالفت مقابلہ تسلیم کیا جائے) اور عقیل ابن حجاج کہتا ہے۔ وہ چکور کے جھنڈ باندھکر اڑتے ہوئے چلے) اور ایک محل پر (اپنے آشیانوں کے قریب آکر) اسطرح پراگندہ ہوگئے کہ نہ تو زیادہ دور تک بلند ہوکر پرواز کرتے تھے اور نہ اپنے جھکنے کے قریب ترمقامات میں پستی ہی کی طرف مائل تھے (یعنی بالکل زمین سے نہیں مل گئے تھے) پس تبعد مصعدۃ کے مقابلہ میں ادنی مہاویہا کا جملہ کہا اور اگر ابعاد فی الصعود کے مقابلہ میں صرف ھُوِیّ کا ذکر کرتا اور ادنی المہاوی نہ کہتا تو مقابلہ ناقص رہتا (مگر اُسنے ایسا نہیں کیا) بلکہ جب تبعد کی لفظ کہی تو اُسکے مقابلہ میں ادنی بھی کہا (پس دنو کا اظہار صرف تکمیل مقابلہ کے لیے ہے اور کوئی فائدہ اس لفظ سے مقصود نہیں) کیونکہ اگر شاعر لم تبعد کہتا اور بغیر ذکر دنو الفاظ شعر کو بجنسہ باقی رکھتا تو صرف ذکر ھوی مقابلہ کے لیے کافی تھا (اسلیے کہ اسکے پہلے صعود کا ذکر ہوچکا ہے البتہ یہ مقابلہ ناقص ہوتا کیونکہ لم تبعد کا کہنا بے فائدہ ہوجاتا لہذا دنو کا ذکر ضروری ہوا تاکہ دونوں لفظوں میں پورا مقابلہ ہوجائے) **تنبیہ** عقیل ابن حجاج کے شعر کی تفسیر میں شارح نے لعل کہکر تشق کی ضمیر کا مرجع نوق اور مہاویہا کی ضمیر کا مرجع ارض وغیرہ کو قرار دیا ہے اور اسی بنا پر غالباً کلمہ فی کو جو شعر میں مذکور ہے غلطی پر محمول کرکے اسکی جگہ بی بنایا ہے حالانکہ آغانی وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تشق اور نیز اس شعر کی تمام ضمیریں قطا کی طرف راجع ہوتی ہیں چونکہ مرجع کی تعیین میں ماخذ ومرجع کی طرف رجوع نہ کرنے کے باعث اشتباہ پیدا ہوگیا اسلیے شعر کا مطلب فاسد ہوگیا خود شعر میں جسطرح وہ کتاب میں نقل کیا گیا ہے کوئی غلطی نہیں ہے البتہ فی حیث کی جگہ آغانی میں من حیث اور تشق کے مقام پر تشتق نقل کیا گیا ہے اور دونوں میں معنی کوئی فرق نہیں ہے۔

سطہ اسکے بعد کا شعر یہ ہے حتی اذا استانسا للوقت واحتضرت توجبا الوحی منہا عند غاشیہا اور اسکے بل کے اشعار اغانی میں اسطرح نقل کیے گئے ہیں اما انقطاۃ فانی سوف انعتہا * نعتا یوافق نعتی بعض ما فیہا صفراء مطروقۃ فی ریشہا خطب * صف قوادمہا سود خوافیہا منقارہا ککو القسیب قلمہا

بہ بحہا حاذق الکفاین یبریہا تمشی کمشی فتاۃ الحی مسرعۃ * حذار قرم الی ستر یواریہا تمشا ش ضغار مطرقۃ کان یاری تقتیہا * تلا کان انہیا عن اللہ عوص بالموماۃ تسقی زغیبین تغرۃ النحر تحکہا * فی ترابیہا بلون من اعلی ترابیہا مینیۃ من فوق مہا لم یعلہا خطلۃ ادجبۃ حیث الخبیر منہ تشتق فی حیث کی بنشق

سطہ لم تبعد بعد کی عبارت کا مطلب صورت میں بھی صحیح ہے اگر اسے مصعدۃ اور لا تبعدھا کا مطلب لیا جائے تو مطلب ہے کہ بلکہ واضح ہوجاتا ہے ۱۲ منہ

وللطرماح بن حکیم

اسرناهم وانعمنا علیهم　　واسقینا دمائهم الترابا

فما صبروا لبأس عند حرب　　ولا ادوا لحسن ید ثوابا

فجعل بازاء ان اسرناهم جزاء همالتراب وقاتلوهم ان یصبروا وبازاء ان انعموا علیهم ان یثیبوا

وللآخر

جزی الله عنا ذات بعل تصدقت　　علی عزب حتی یکون له اهل

فانا سنجزیها کما فعلت بنا　　اذا ما تزوجنا ولیس لها بعل

اللغة - العزب محرکة من لا اهل له والاجزاء فی سنجزیها الاعطاء وروی سنجز بها من الجزاء ولبعد هذین البیتین ؎

افیضوا علی عزابکم بنسائکم　　فما فی کتاب الله ان یحرم الفضل

المعنی - اور طرماح ابن حکیم کہتا ہے (۱) ہم نے اُن کو اسیر کرکے اُن پر احسان کیا (پھر اُنسے مقاتلہ کرکے اُن کے خون سے زمین کو سیراب کیا (۲) لیکن (اُنھوں نے دونوں صورتوں میں شرافت اور جوانمردی سے کام نہ لیا) نہ تو جنگ کے موقع پر وہ ثابت قدم رہے اور نہ اس احسان کے عوض میں کوئی شکریہ ادا کیا - پس شاعر نے قتال کے مقابلہ میں اظہار صبر اور احسان کے مقابلہ میں ادائے شکر کا ذکر کیا (یہ اشعار باعتبار موافقت صرف اپنے مضمون کے لحاظ سے بغیر کسی شرط یا حالت کی قید کے صحت مقابلہ کی مثال میں پیش کیے گئے ہیں) اور اسی طرح) ایک دوسرا شخص کہتا ہے - (۱) ایسی شوہردار عورت کو ہماری طرف سے خدا جزائے خیر دے جو کسی بن بیاہے پر احسان کرکے بی بی بنے (۲) کیونکہ اگر وہ ایسا کرے تو جیسا اُس نے کیا ہم بھی اُس کی بے شوہری کی حالت میں اُسے اپنی زوجیت میں لاکر فوراً اُس پر احسان کردیں گے (یا) اُس کے احسان کا بدلہ دیدیں گے -

فقد اجاد هذا الشاعر حيث وضع مقابل ان تكون المرأة ذات بعل وقابل حاجته وهو عزب بحاجتها وهي عزبة من غير ان يغادر شرطا ولا ان يزيد شيئا

ومن انواع المعانى صحة التفسير

وهو ان يضع الشاعر معانى يريد ان يذكر احوالها فى شعره الذى يصنعه فاذا ذكرها اتى بها من غير ان يخالف معنى ما اتى به منها ولا يزيد او ينقص مثل قول الفرزدق رحمه الله

لقد جئت قوما لو لجأت اليهم طريد دم او حاملا ثقل مغرم

فلما كان هذا البيت محتاجا الى تفسير قال

لالفيت فيهم معطيا او مطاعنا وراءك شزرا بالوشيج المقوم

اللغة - شزرہ ای طعنہ - والوشیج تقدم تفسیرہ - المعنی پس البتہ شاعر نے یہ شعر اچھی طرح ادا کیا کیونکہ شوہر دار ہونے کے مقابل میں بے زوجہ ہونے کا ذکر کیا اور بے زوجہ ہونے کی حالت میں اپنی حاجت کا مقابلہ اُسکے بے شوہر ہونے کی حالت سے کر دیا نہ کسی ضروری شرط کو چھوڑا اور نہ غیر ضروری شے کا اضافہ کیا۔

اور مطالب شعری کے طریقۂ ادا کی قسموں میں سے ایک صحت تفسیر ہے

یعنی شاعر کے مدنظر کچھ مطالب ہوں اور وہ چاہتا ہو کہ اُن کی مختلف حالتوں کا اپنے شعر میں ذکر کرے پس اُنھیں مطالب کے بالکل مطابق اُن حالتوں کا ذکر کردے اور کچھ زیادتی و کمی نہ کرے جیسے فرزدق رحمہ اللہ کے اشعار ہیں (۱) اے مخاطب تو ایسے لوگوں کے پاس آیا کہ اگر کسی کو قتل کر کے یا کسی کا قرضدار یا زیر بار ہو کر تو اُن کی پناہ میں آئے - پس چونکہ یہ شعر مجمل اور محتاج تفسیر تھا اسلیے اس کے بعد اسکی تفسیر کرتے ہوئے کہا - (۲) تو البتہ اُن میں بخشش کرنے والوں کو پائے گا یا ایسے لوگوں کو جو لڑائی میں تیری پشت پناہ ہو کر سخت نیزہ بازی کرنے والے ہوں گے۔

---

۵۵ قرآن مجید میں صحت تفسیر کی بہترین مثال یہ کلام معجز نظام ہے - ومن رحمته جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه ولتبتغوا من فضله - اس آیہ مبارکہ میں پہلے لیل و نہار کا ذکر کیا گیا اُسکے بعد لیل کی مناسبت سے سکون اور نہار کی مناسبت سے ابتغاء فضل کا ذکر کر کے اسکی پوری تفسیر کر دی گئی صحت تفسیر کی اور بھی متعدد مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں - صحت تفسیر کی مثالیں اسکے اکثر نظائر تقسیم میں بھی نظر آتے ہیں جیسے آیہ یوم یأت لا تکلم نفس الا باذنه فمنهم شقی و سعید فاما الذین شقوا ففی النار لهم فیها زفیر - الآیۃ - سے ہیں دونوں کی تقسیم و تفسیر ... بیان نظر آتی ہیں

ففسر قوله[له] حاملا ثقل مغرم بقوله ان يلقي فيهم من يطاعن دونه ويحميه ومثله قول الحسين بن مطير الاسدي

وله بلا حزن ولا بمسرة ضحك يراوح[۲] بينه وبكاء

ففسر بلا حزن ببكاء ولا بمسرة بضحك

وقال صالح بن جناح اللخمي

لئن كنت محتاجا الى الحلم انني الى الجهل في بعض الاحايين احوج

اللغة المراد حتى بين العملين ان يعمل هذا مرة وهذا مرة **المعنی** - پس شاعر نے الفیت فیهم معطیا کہکر حاملا ثقل مغرم کی تفسیر کردی اور فقرۂ مطاعنا وراءك جسکے معنی یہ ہوئے کہ وہ اُن لوگوں سے ملاقات کرے گا جو اُسکی حمایت میں نیزہ بازی کرنے والے ہونگے کہکر کلمۂ طریدا دم کی تفسیر کردی - اور ایسا ہی حسین ابن مطیر اسدی کا شعر ہے - اُس ابر کے واسطے بغیر حزن و مسرت کے ہنسنا اور رونا ہی جو یکے بعد دیگرے اُس سے ظاہر ہوتے ہیں (بجلی چمکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہنس رہا ہے اور پانی برسنے سے اُسکے گریہ کا اظہار ہوتا ہے) تو اس شاعر نے بلا حزن کی تفسیر بکاء سے اور ولا بمسرة کی تفسیر ضحک سے کردی - اور صالح ابن جناح لخمی نے کہا (ا) اگر میں کسی وقت حلم و بردباری کا محتاج ہوتا ہوں تو بعض اوقات مجھے جہالت سے زیادہ کام لینے کی ضرورت پڑتی ہے (جب فریق مقابل جہالت[لت] آمادہ ہو ایسے وقت میں مجھے بھی جہالت ہی کا برتاؤ کرنا پڑتا ہے سچ ہے وبعض الحلم عند الجهل للذلة اذعان) **تنبیہ** - فرزدق کے اشعار کی تفسیر میں مصنف کی عبارت بظاہر ادائے مقصود سے قاصر معلوم ہوتی ہے شاید ناسخ کے تصرف سے یہ اختلال پیدا ہو گیا ہو شارح نے جس عبارت سے اسے درست کیا ہے اُسے مصنف کی عبارت سے زیادہ تعلق نہیں رہتا اور اول و آخر سب کو بدلنا پڑتا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے الفیت فیهم معطیا اور طریدا دم کا جملہ رہ گیا ہے اس صورت میں صرف درمیانی عبارت میں کچھ تغیر یا نقصان تسلیم کرنا پڑے گا اسکی تائید فی الجملہ صناعتین کی عبارت سے بھی ہوتی ہے -

لہ یہ عبارت اس طرح درست ہو سکتی ہے ناقص و نادرست ہے کچھ عبارت کم ہے جس سے یہ عبارت ... ویحمیه ہو اور صحیح عبارت ففسر قوله حاملا ثقل مغرم بقوله ... نقل مغرم ... وقوله طریدا دم من العطیات وقوله ان یلقی فیهم من یطاعن دونه ویحمیه ...

لہ عقد فریدہ میں ... یہ شعر نقل کیا ... حسین ابن مطیر اسدی ... اسکی توصیف میں ... اور پانی برس رہا تھا اس پر جو اس سے زیادہ ... کو ابن مطیر نے ... بلا اعانہ ... منظر کو دیکھ کر اس بارش کی شان کا مشاہدہ کرکے یہ شعر کہا اور اسکے قبل کے اشعار یہ ہیں - کثرت غلبت فامنت الاطباء ثم قال وکان ... دلها ... عجاجة ...

وفسر ذلك بان قال

ولی فرس للحلم بالحلم ملجم ... ولی فرس للجهل بالجهل مسرج

فلم یزد المعنی ولا نقص منه ثم فسر البیت الثانی ایضا فقال

فمن رام تقویمی فانی مقوم ... ومن رام تعویجی فانی معوج

وقال سهل بن مروان

فوا حسرتی حتی متی القلب موجع ... بفقد حبیب او تعذر افضال

وفسر ذلک فقال

فراق خلیل مثله یورث الاسی ... وخلة حر لا یقوم بها مالی

ومن انواع نعوت المعانی التتمیم

وهو ان یذکر الشاعر المعنی فلا یدع من الاحوال التی تتم بها صحته وتکمل معها جودته شیئا الا اتی به۔

اللغۃ۔ الافضال العطاء والخلۃ بالفتح الحاجۃ والفقر المعنی اور شاعر نے یہ کہکر اس شعر کی تفسیر کردی (۲) اور میرے پاس دو گھوڑے ہیں ایک اسپ حلم ہے جو لجام بردباری سے آراستہ ہے اور ایک فرس جہالت ہے جسکی پشت پر جہالت کی زین کس دی گئی ہے پس اس شاعر نے مضمون میں کوئی زیادتی و کمی نہیں کی پھر اس دوسرے شعر کی بھی یہ شعر کہکر تفسیر کردی (۳) پس جو شخص مجھ سے راستگی اور سیدھے طور سے ملے اسکے لیے میں ایک سیدھا سادھا آدمی ہوں اور جو مجھ سے کجروی اور ٹیڑھے پن کا برتاؤ کرے تو اسکے لیے میں نہایت سخت اور ٹیڑھا ہوں (یعنی نرم کے لیے نرم اور سخت کے لیے سخت ہوں۔ اور سہل ابن مروان کہتا ہے (۱) پس ہائے افسوس کبتک فراق محبوب اور نا یابی بخشش سے دل دردرسیدہ و رنجیدہ رہیگا اور اس شعر کی تفسیر کرتے ہوے کہا (۲) دوستوں کی جدائی اور شریف آدمی کی بے مائگی جسکو میں اپنے مال کے ذریعہ سے دور نہ کرسکوں یہ دونوں چیزیں سخت رنج و ملال کا باعث ہوتی ہیں۔ مطالب شعر کی خوبیوں کے اقسام میں سے ایک قسم تتمیم ہے یعنی شاعر ایک مضمون بیان کرے اسکے ساتھ ان باتوں کو بھی نہ چھوڑے جن سے اس مضمون کی صحت اور اسکی خوبی مکمل ہوتی ہے

۱ ان دونوں شعروں کے قبل کا شعر یہ ہے ولکننا الی لعین سخیۃ بہ ... اور اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے

مثل قول نافع بن خليفة الغنوى

رجال اذا لم يقبل الحق منهم — ولعيطوه عاذوا بالسيوف القواطع

فما تمت جودة المعنى الا بقوله يعطوه والا كان المعنى منقوص الصحة

ومثل قول عمير بن الايهم التغلبى

بهاٰ نلنا القرائب من سوانا — واحرزنا القرائب ان تنالا

والذى اكمل جودة هذا البيت قوله + واحرزنا القرائب ان تنالا مع انهم نالوا القرائب من سواهم

ومثله قول طرفة

فسقى ديارك غير مفسدها — صوب الربيع وديمة تهمى

فقوله غير مفسدها اتمام لجودة ما قاله لانه لو لم يقل غير مفسدها لعيب كما عيب ذو الرمة فى قوله۔

الا اسلمى يا دار مى على البلى — ولا زال منهلا بجرعائك القطر

اللغۃ: الديمة بالكسر مطر يدوم فى سكون بلا رعد وبرق ج ديم وهما الماء وهمى سال وانصب

المعنى - جیسا کہ نافع ابن خلیفہ غنوی کا یہ شعر ہے - وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اُن کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہ ہو اور اُنکی حق تلفی کیجائے اور وہ کسی کے حقوق ضبط نہ کرتے ہوں بلکہ دیدیتے ہوں تو ایسے محل پر وہ اپنی کاٹتی ہوئی تلواروں ہی سے پناہ گیر ہوتے ہیں (اور بزور شمشیر اپنا حق وصول کر لیتے ہیں -) تو اس شعر میں مضمون کی خوبی تمام نہوئی لیکن یعطوہ کہنے سے ورنہ مضمون ناقص تھا - اور جیسے عمیر ابن ایہم تغلبی کا شعر ہے مذکورہ سابق فضیلتوں ہی کے ذریعہ سے دوسرے لوگوں کی قرابتوں پر ہم قابض ہوگئے اور اپنے وابستگان کو دوسروں کے قبضہ میں آنے سے محفوظ رکھا - یہاں اس شعر کی خوبی جس چیز سے پوری ہوئی وہ اس بات کا بیان کرنا ہے کہ ہم نے اپنے قرابت داروں کو تو دوسروں کے قابو میں آنے سے محفوظ رکھا اور اُنکی قرابتوں پر ہمنے قبضہ کر لیا - ایسا ہی طرفہ کا شعر ہے - تیری منزلوں کو انہدام و بربادی سے بچاتا ہوا اک ہمیشہ بارا بر بہار برکر سیراب کرتا رہے - تو غیر مفسدها کی لفظ سے مضمون کے حسن کی ایسی تکمیل ہوگئی جسکی ضرورت تھی کیونکہ اگر یہ لفظ نہ کہتا تو ذو الرمہ کے شعر کی طرح اُسکے شعر میں عیب پیدا ہوجاتا - چنانچہ وہ کہتا ہے - اے میہ کی منزل جو کہنہ و بوسیدہ ہوگئی تو صحیح و سالم رہ اور ہمیشہ تیرے ریگستان میں شدت کی بارش ہوتی رہے -

له اسکے قبل کا شعر حاشیہ عینی میں اسطرح نقل کیا گیا ہے۔ ع وننکرم جارنا ما دام فینا ونتبعه الكرامة حيث مالا - ۱۲ منہ۔

فان الذی عابه فی هذا القول انما هو بان نسب قوله هذا الی ان فیه انسادا للدار التی دعا لها وهو ان تعرف بکثرة المطر۔

ومثل قول مضرس بن ربعی

والسائنون اذا کانت ممانعة　　　　والصائدون بحسنا هما اذا قدروا

ومثل قول عبید الراعی

لاخیر فی طول الاقامة للفتی　　　　الا اذا ما لم یجد متحولا

مثل قول کعب بن سعد الغنوی

حلیم اذا ما الحلم زین اهله　　　　مع الحلم فی عین العدو مهیب

ومثل قول الاسود بن یعفر

الامن لامنی الا صدیق　　　　فلاقی صاحبا کابی زیاد

ومثل قول حسان بن ثابت

لم تفتها شمس النهار بشئ　　　　غیر ان الشباب لیس یدوم

اللغة۔ کانت فی قوله اذا کانت تامة وفی لم تفتها من فاته ای سبقه المعنی پس جس نے اُسکے اس شعر پر اعتراض کیا ہے اُسکا اعتراض اس بنا پر ہے کہ اُس نے اس قول سے برائی کا پہلو یہ نکالا ہے کہ جس منزل کے واسطے دعا کر رہا ہے اس قول سے اُسکے برباد ہوجانے کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے یعنی یہ کہ شدت بارش سے وہ مٹ جائے۔ اور جیسے مضرس ابن ربعی کہتا ہے۔ وہ جنگجو ہیں جبکہ اُنپر کوئی بیجا دباؤ ڈالا ہے اور بحالت قدرت واختیار میں وہ اپنے محسن اخلاق سے کام لینے والے ہیں (اس شعر میں اذا کانت ممانعة اور اذا قدروا کے جملوں میں تتمیم ہے) اور ایسا ہی عبید راعی کا شعر ہے۔ کسی کے پاس عرصۂ دراز تک قیام کرنے میں انسان کیلئے کوئی بھلائی نہیں ہے مگر جب مجبوری ہو اور کہیں اور جاکر ٹھہرنے کی جگہ نہ ملے (اسکا دوسرا مصرع تتمیم کیلئے کہا گیا ہے) اور جیسے کعب ابن سعد غنوی کا شعر ہے۔ وہ حلیم ہے جب حلم سے آراستہ ہونے کا موقع ہو لیکن اسکے ساتھ دشمنوں کی نگاہوں میں ہیبتناک اور رعب دار بھی ہے (اس شعر میں اذا ما الحلم میں تتمیم ہے) اور اسود ابن یعفر کہتا ہے۔ میرے دوست کے سوا جو کوئی بھی میری ملامت کریگا تو میں اُسکا اچھا رفیق نہونگا بلکہ وہ میری ملامت کرکے ایسا ہوجائیگا گویا اُسنے ابوزیاد ایسے بدترین رفیق سے ملاقات کی (اس شعر میں الا صدیق کی لفظ بغرض تتمیم لایا ہے) اور حسان ابن ثابت نے کہا۔ (حُسن کے مقابلہ میں) آفتاب اُس سے کسی بات میں نہ بڑھ سکا لیکن صرف اسقدر کہ جوانی ہمیشہ نہیں رہتی (اور آفتاب باقی رہتا ہے۔ اس شعر کے دوسرے مصرع میں تتمیم ہے)۔

ومثل قول اعشی باہلۃ

لایصعب الامر الا ریث یرکبہ — وکل امر سوی الفحشاء یأتمر

ومثل قول النمر بن تولب

لقد اصبح البیض الغوانی کانما — یرین اذا ما کنت فیہن اجربا

وکنت اذا لاقیتہن ببلدۃ — یقلن علی النکراء اہلا و مرحبا

فقولہ علی النکراء انما تم جودۃ المعنی والا فلو کانت بینہم معرفۃ لم ینکران یقلن لہ اہلا و مرحبا

وقول الاخر

وہل علمت بیتنا الا ولہ — شرابۃ من غیرہ واکلہ

اللغۃ المراد بالاجرب الجمل الذی عراہ داء الجرب یشبہ بہ فی التجنب والتنکب **المعنی** اور جیسے اعشائے باہلی کا شعر ہے۔ اسکو کسی کام میں دشواری نہیں معلوم ہوتی مگر اتنی ہی دیر جبتک وہ اُسے عمل میں لائے (اسکے پہلے کسی امر کی صعوبت اُسکی نظر میں نہیں ہوتی) اور وہ بُری باتوں کے سوا سب کام کرتا ہے (اس شعر میں سوی الفحشاء کا جملہ تتمیم کیلئے کہا گیا ہے) اور نمر ابن تولب کہتا ہے۔ (۱) نازنان حسین کی اب میرے بارے میں یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب میں انکی محفل میں ہوتا ہوں تو مجھے خارشتی اونٹ خیال کرکے (مجھ سے احتراز کرتی ہیں (۲) حالانکہ اسکے قبل جوانی کے زمانہ میں ایسا تھا) کہ جب کہیں میں ان سے ملاقات کرتا تھا تو مجھ سے ناشناسا ہونے کے باوجود وہ میری آؤبھگت کرتی تھیں تو علی النکراء کی لفظ نے مضمون شعر میں جان ڈالدی ورنہ اگر ائمیں آپس میں سابق کا تعارف ہوتا تو اہلا و مرحبا کہنا معمولی اور متعارف بات ہوتی۔ اور ایک دوسرا شخص کہتا ہے۔ میرے گھر کے متعلق اسکے سوا تم اور کچھ نہیں جان سکتے کہ ماکول و مشروب وغیرہ جتنی چیزیں اُسکی میرے قبضہ میں ہیں وہ سب دوسروں کا مال ہے۔ (اس شعر میں من غیرہ کی لفظ تتمیم کے لیے ہے کیونکہ اگر اسکا ذکر نہ کرتا تو ان چیزوں کا شاعر کے گھر میں ہونا معمول و دستور کے مطابق بات ہوتی۔ تنبیہ نمر ابن تولب کے پہلے شعر میں احرب کے معنی شارح نے مسلوب (لٹے ہوئے شخص) کے لکھے ہیں ارباب لغت نے حرب یحرب کے ذیل بیان میں صرف فہو حریب و محروب لکھا ہے احرب کی لفظ اس معنی میں کسی لغت میں نظر قاصر سے نہیں گزری میرے خیال میں یہ لفظ غلط معلوم ہوتی ہے اغلب یہ ہے کہ اصل میں لفظ اجرب ہو اور کتابت میں ایک نقطہ رہ گیا ہو ایسے مواقع پر اعراب اپنے اشعار میں جمل اجرب سے زیادہ تشبیہ دیتے ہیں جسکے بعض شواہد حاشیہ پر مذکور ہیں کتاب الصناعتین میں بھی اجرب بالجیم نقل کیا ہے۔

ومن انواع نعوت المعانی المبالغة

وهی ان یذکر الشاعر حالا من الاحوال فی شعر لو وقف علیها لاجزاه ذلک فی الغرض الذی قصده فلا یقف حتی یزید فی معنی ما ذکره من تلک الحال ما یکون ابلغ فی ما قصد وذلک مثل قول عمیر بن الایهم التغلبی۔

ونکرم جارنا مادام فینا ... ونتبعه الکرامة حیث سارا

فاکرامهم للجار ما کان فیهم من الاخلاق الجمیلة واتباعهم الکرامة حیث کان من المبالغة فی الجمیل

ومثل ذلک للحکم الخضری

واقبح من قرد وابخل بالقری ... من الکلب امسی وهو غرثان اعجف

فقد کان یجزیه فی الذم ان یکون حسن المعنی ابخل من الکلب ومن المبالغة فی هجائه قوله وهو غرثان اعجف

اللغة: الاعجف الذی ذهب سمنه وهزل عجاف شاذ لان افعل وفعلاء لا یجمع علی فعال ولکنهم بنوه علی سمان لانهم قد یبنون الشئی علی ضده کقولهم عدوة بالهاء وفعول بمعنی الفاعل لا یدخله الهاء المتنبی

اور مضامین شعری کے محاسن کی قسموں میں سے ایک قسم مبالغہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شاعر کسی حالت کا شعر میں اس طرح ذکر کرے کہ اگر اس پر قناعت کرے تو اسکے مقصود کے لیے کافی ہو مگر وہ اسپر اکتفا نہ کرے بلکہ اسکے صفات میں کچھ ایسا اضافہ کردے جس سے اس کا مقصود حالت ادنی سے بلند مرتبہ تک پہونچ جائے جس طرح عمیر ابن الایہم تغلبی نے کہا ہے جبتک ہمارا ہمسایہ ہمارے پاس رہتا ہے ہم اس کا اکرام کرتے ہیں بلکہ اسکے رخصت ہونے کے بعد جہاں جہاں وہ جاتا ہے ہم اپنے اعزاز واکرام کو اسکے ساتھ کر دیتے ہیں۔ تو جبتک ہمسایہ ان کے پڑوس میں رہے اس کا اکرام کرنا ہی اخلاق حسنہ میں داخل ہے لیکن اسکے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اس کے اکرام کا لحاظ رکھنا تو اس سے حسن خلق میں مبالغہ کا اظہار مقصود ہے۔ اور اسی کے مثل حکم خضری کا شعر ہے۔ وہ بندر سے زیادہ بدصورت اور مہانداری کے موقع پر کتے سے بھی زیادہ بخیل ہے لیکن ایسا کتا جو بھوکا ہو اور فاقوں سے لاغر ہو گیا ہو۔ پس البتہ ہجو کے لیے کتے سے بھی زیادہ بخیل قرار دینا ہی کافی تھا مگر اسپر اکتفا نہ کی بلکہ بھوک اور لاغری کی قید لگا کر ہجو میں شدید مبالغہ ظاہر کیا۔

الشاعر کیف نسب الیه البیتان المختلفتان قافیة فی قصیدة واحدة فالصورة فالظاهر وایده اضافة تعین تضمنهما مطابقة الدلالتین منه

موقع پر غلو کے ممدوح کے ساتھ جہنم کی صفت بیان فرماتا ہے۔ یوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزید دوسرے موقع پر کہ اذا رأتهم من مکان بعید

ومن هذا الجنس لدريد بن الصمة

متى ما تدع قومك ادع قومي … فيأتي من بني جشم فئام

فوارس بهمة حشد اذا ما … بدا حضر الحيية والخدام

والمبالغة الشديدة في هذا الشعر هي في قوله الحيية۔

ومنه للحكم الخضري ايضا

فكن يا جارهم في خير دار … فلا ظلم عليك ولا جفاء

فقوله فلا ظلم عليك ولا جفاء توكيد ومبالغة

ومنه قول رواش بن تميم احد الغطاريف الازدي

وانا لنعطي النصف منا وانا … لناخذه من كل ابلخ ظالم

فهذه مبالغات مضاعفة مكررة۔

اللغة الفئام الجماعة من الناس قال الجوهري لا واحد له من لفظه والبهمة بالضم الشجاع وحكى في اللسان عن التهذيب هم جماعة الفرسان والحشد جمع حاشد وهو الذي لا يدع عند نفسه شيئا من الجهد والنصرة والمال والحضر ارتفاع الفرس في عدوه والخدام ككتاب جمع خدمة وهي الخلخال والساق والابلخ المتكبر المعتدي اور اسی عنوان پر درید ابن صمہ کا شعر ہے۔ (۱) جب تم اپنی قوم کو بلاؤگے تو میں اپنے طرفدار لوگوں کو پکاروں گا پھر اُسوقت بنی جشم کی جمعیت (میری حمایت کیلئے) آجائیگی (۲) جنکے شہسوار ایسے ہیں کہ جب ایسی سخت جنگ واقع ہو کہ خوف سے پردہ نشین و شرگیں عورتیں خیموں سے نکلکر دامن سمیٹتی ہوئی اپنے پاؤں کی چھاگلیں ظاہر کیے ہوئے بیتابانہ بھاگتی دکھائی دیں تو ایسے موقع پر بھی وہ خائف و بے حواس نہیں ہوتے اور نہایت اطمینان و دلیری کے ساتھ میدان میں اپنی جان و مال اور ہر چیز کو اپنی آبرو پہ قربان کر دیتے ہیں پس شاعر نے شرگیں عورتوں کا ذکر کرکے اس شعر میں اور زیادہ مبالغہ پیدا کر دیا۔ اور ایسا ہی حکم خضری کا ایک اور شعر ہے۔ ممدوحین کے پڑوسی تو اونکے پاس مقیم ہوکے بہترین گھر میں رہ وہاں تجھے کسی ظلم و زیادتی کا اندیشہ نہیں ہو تو اُسکا فلا ظلم علیك ولا جفاء کہنا تاکید اور مبالغہ کے لیے ہے اور اسی باب سے رواش ابن تمیم ازدی کا جو اشراف قوم کی ایک فرد شمار کیا جاتا ہے یہ شعر ہے۔ یقین جانو کہ اپنی طرف سے ہم دوسروں کے واسطے خود بھی انصاف کرتے ہیں اور بے شک یہ بات بھی قابل انکار نہیں کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا ظالم و متکبر ہو اُس سے اپنے لیے بھی انصاف کرا کے رہتے ہیں۔ اس شعر میں مختلف تاکیدی الفاظ لانے سے متعدد مبالغے جمع ہو گئے ہیں۔

[illegible handwritten marginal notes]

ومنه قول مضرس

يهم تمترى المحرب العوان وفيهم   تقى ذى القروض حاوها ومريها

فقوله ومريها مبالغة

وكذلك قول اوس بن غلفاء الهجيمي

هم تركوك اسلح من حبارى   رأت صقرا واشرد من نعام

ففى قوله رأت صقرا مبالغة

ومن نعوت المعانى التكافؤ

وهو ان يصف الشاعر شيئا ويذمه او يتكلم فيه اى معنى كان فياتى بمعنيين متكافئين والذى اريد بقولى متكافئين فى هذا الموضع اى متقاومين اما من جهة المصادرة او السلب والايجاب او غيرهما من اقسام التقابل -

---

اللغة - الامتراء فى الاصل استخراج ما فى ضرع الناقة والعوان من الحرب اشدها واسلح الطائر اى خرج الرجيع - اور اسی قبیل سے مضرس کا شعر ہے - انھیں کے سبب سے جنگ شدید قائم ہوتی ہے اور انھیں کی عدالت میں انتقامی مطالبات خوشی کے ساتھ یا ناراضی سے ادا کیے جاتے ہیں - پس و مُرِیہا کی لفظ میں مبالغہ ہے - اور ایسا ہی اوس ابن غلفاء ہجیمی کا شعر ہے - انھوں نے تجھکو فرار کی اس حالت میں چھوڑا کہ ڈر کے مارے تو طائر حباریٰ سے بھی زیادہ بیٹ کرنے والا تھا جبکہ اُسنے شکرے کو دیکھ پایا ہو اور بھاگنے میں شتر مرغ سے بھی زیادہ تیز رأت صقرا کی لفظ میں مبالغہ ہے - اور مضامین شعری کے اوصاف میں سے ایک تکافؤ ہے - اور اس سے مراد یہ ہے کہ شاعر کسی چیز کی مدح کرے یا مذمت یا اور کوئی مضمون ادا کرنا چاہتا ہو پس دو مقابل باتوں کا ذکر کرے اور متکافئین سے اس مقام پر میری مراد یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور یہ تقابل بحیثیت مصادرہ (تضائف) ہو یا بحیثیت سلب و ایجاب یا اقسام تقابل سے اور کوئی قسم ہو (مثل تقابل عدم و ملکہ اور تقابل تضاد کے) -

مثل قول ابی الشعب العبسی

جلو الشمائل وھو مر باسل　　یحمی الذمار صبیحة الارھان

فقوله مر وحلو تکافؤ

ومثل قول ام الضحاك المحاربیة

وکیف یساوی خالدا او ینالہ　　خمیص من التقوی بطین من الخمر

فقوله خمیص وبطین تکافؤ

ومثل قول طرفة

بطئ الی الجلی سریع الی الخنا　　ذلول باجماع الرجال الملهد

فقوله سریع وبطئ تکافؤ

ومثل قول زھیر

حلماء فی النادی اذا ماجئتھم　　جھلاء یوم عجاجة ولقاء

فقوله حلماء وجھلاء تکافؤ

اللغة - الخمیص خالی البطن والبطین خلافه وقدمر تفسیر البیتین لطرفة وزھیر **المعنی** جیسے ابوشعب عبسی کا یہ شعر ہے - وہ شیریں خصائل ہے لیکن شجاعت کی راہ سے کڑوا ہے اور لڑائی کے دن اپنے ما فی الذمہ فرائض کا حامی ہے - تو لفظ حُلو ومُرّ میں تکافق ہے - اور اسیطرح اُم الضحاک محاربیہ کا شعر ہے - خالد کے برابر یا اُسکا ہم رتبہ وہ کیونکر ہوسکتا ہے جو تقوی سے خالی اور شراب سے شکم پر ہو - اس شعر میں خمیص وبطین میں تکافؤ ہے اور طرفہ کا شعر بھی اسی کے مثل ہے - تو مجھے اُس شخص کے مثل نہ قرار دے جو بڑے بڑے امور سے (مثل جنگ وغیرہ کے) سُستی ظاہر کرنے والا ہو اور بیہودہ باتوں کی طرف بہت تیزی کے ساتھ اقدام کرنے والا ہو اور وہ ایسا ذلیل وبے وقعت ہو جو مجمعوں میں لوگوں کے گھونسوں اور طمانچوں سے نکال باہر کردیا جاتا ہو ایسے ذلیل آدمی اور مجھ عزت دار کی برابری کیسی - اس شعر میں سریع وبطئ کے درمیان تکافؤ ہے - اور زھیر کہتا ہے سنجیدہ لوگوں کی محفلوں میں یہ لوگ علم وحلم سے آراستہ نظر آتے ہیں اور روز جنگ جب لڑائیوں کی کشمکش سے میدان جنگ غبار آلود ہورہا ہو اسوقت بسبب زیادتی شجاعت کے ناعاقبت اندیش جہلا کیطرح مصروف کارزار ہوجاتے ہیں -

ومثل قول حمید بن ثور[1]

فلم ارَ[2] معزونا له مثل صوتها ۔۔۔ ولا عربیا شاقه صوت اعجما

فقوله عربی واعجم تکافئ

ومثل قول الآخر

بطاء عن الفحشاء لا یحضرونها ۔۔۔ سراع الی داعی الصباح المثوب

ومثل قول عباس بن مرداس

مطهما خلقه شما سنابکه ۔۔۔ صعلا علی ان فی الجنبین اجفارا

فجعل صعلا مکافئا لاجفار

ومثل قول الفرزدق

فتی السن کهل العلم قد عرفت له ۔۔۔ قبائل ما بین الدنی والبادی

فقوله[3] فتی مکافاة القول کهل۔

اللغة ۔ المراد بالاعجم ہہنا الحمامة والتثویب تثنیة الدعاء واصله ان الرجل اذا جاء مستصرخا لوح بثوبه لیری والمطهم التام من کل شیٔ والبارع الجمال والصعل الدقیق الراس والعنق والجفرة من الفرس وسطه وهی جفر بفتح الفاء ای واسعها والکهل من وخطه الشیب ورأیت له بجالة لتری کهول وکهلون وکهال وکهلان وکہّل کرکع **المعنی** اور اسی طرح حمید ابن ثور کہتا ہے میں نے کسی ایسے محزون واندوہگین کو نہیں پایا جسکی آواز اس کبوتری کی آواز کے مثل دردناک اور دل دکھانے والی ہو .... اور نہ کسی ایسے صاحب گویائی کو دیکھا جسکو ایک بے زبان (کبوتری) کی آواز نے اپنا مشتاق بنا لیا ہو یعنی باوجودیکہ میں اسکا کلام نہیں سمجھتا مگر پھر بھی اسکی آواز کی طرف طبیعت کھنچ جاتی ہے اور اسکے نالوں سے دل بھر آتا ہے اسمیں عربی و اعجم کی لفظوں میں تکافؤ ہے اور ایک دوسرا شخص کہتا ہے۔ بری باتوں کی طرف اقدام کرنے میں وہ لوگ سست ہیں اور ایسی باتوں سے وہ کنارہ کش رہتے ہیں اور وہ غارت زدوں اور مظلوموں کی فریادرسی میں جلدی کرنے والے ہیں۔ اور ایسا ہی عباس ابن مرداس کا شعر ہے۔ وہ گھوڑا تام الخلقة ہے کسی قسم کا نقصان اسکے اعضا میں نہیں سُم اسکے اونچے ہیں اور سر و گردن چھوٹے اور اسکے ساتھ دونوں پہلو طویل و عریض ہیں۔ پس شاعر نے صعل کو اجفار کا مقابل قرار دیا۔ اور اسی کے مثل فرزدق کا یہ شعر ہے۔ ممدوح سن میں جوان اور دانائی میں پیر ہے اور تمام دُنی اور بادی کے سب قبیلے اسکو جانتے پہچانتے ہیں۔ تو اس شعر میں لفظ فتی اور کہل میں تکافؤ ہے۔ **تنبیہ** ۔ حمید ابن ثور کے شعر میں لفظ اعجم کی تفسیر شارح نے فرس کے ساتھ کی ہے اور اصواتها کی ضمیر کا مرجع خیل قرار دیا ہے حالانکہ اس کے ماقبل اشعار پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعجم سے مراد حمامہ (کبوتری) ہے اور صوتها کا مرجع بھی مطوقة (طوقدار کبوتری) ہے گھوڑے کا کہیں بھی ذکر نہیں اور نہ اسکا ذکر یہاں کوئی مناسبت رکھتا ہے۔

[1] ثور بثلثہ ہے جیسا کہ بعض نسخوں میں نور ہونا یا جیسا ہے بعض نقل عقد فرید وغیرہ میں ۱۲ منہ

[2] یہ عقد فرید میں اس طرح ہے مصرعہ فلم ار مثلی شاقہ صوت مثلها اور واحد کیا ہے ... اس سے پہلے یہ شعر ہے اول الذی ... مطوقۃ کلما ... تسجع و خضیبا ... الصیف ... اذا ناح الربیع فاعتیادا ... تغنت علی غصن عشاء ... فلم یدع لنا ... متلومًا ... اور اسی شعر سے ... کتاب میں ... اشعار ... وما هاج هذا الشوق الا حمامة دعت ساق حر ترحة وترنما ... اذا ملکت ... من ... تثلیث ... الی آخر البیت ... اذا ... تغنت الی آخر ... حرکتها ... نعمت ... عجبت لها انی یکون غناؤها فصیحا ولم تفغر بمنطقها فما الی آخر البیت ۱۲ منہ

[3] اس عبارت کو اس طرح ہونا چاہئے ففی قوله فتی مکافاة لقوله کہل ۱۲ منہ

وقال الفرزدق ایضاً

لعمری لئن قل الحصی فی رجالکم　　بنی نهشل ما لؤمکم بقلیل

فهذا ضرب من المکافاة من جهة السلب + واستجادا لناس قول دعبل حین روی انه قال

لا تعجبی یا سلم من رجل　　ضحک المشیب برأسه فبکی

لان ضحک وبکی مکافاة وقد اتی المحدثون من التکافؤ باشیاء کثیرة وذلک انه بطباع اهل التحصیل والرویة فی الشعر والتطلب لتجنیسه اولی منه بطباع القائلین علی الهاجس بحسب ما یسنح من الخاطر مثل الاعراب ومن جری مجراهم علی ان اولئک بطباعهم قد اتوا بکثیر منه وقد قدمنا بعضه

اللغة - الحصی العقل وسلم فی قولہ یا سلم منادی مرخم سلمی - **المعنی** اور فرزدق کا ایک شعر یہ بھی ہے - بنی نهشل اگر تم لوگوں میں عقل کم ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اسلیے کہ تمھاری دنائت وخست میں کوئی کمی نہیں ہے - یہ قسم مکافات کی بحیثیت ایجاب وسلب کے ہے اور (اس باب میں) لوگوں نے دعبل کے شعر کو پسند کیا ہے جبکہ بیان کیا گیا کہ اُس نے کہا - اے سلمی اُس شخص پر تعجب کر جسکے سر پر بڑھاپا ہنسا پس وہ رو دیا - کیونکہ ضحک بکاء میں مکافات ہے - اور متاخرین نے صنعت تکافؤ کا بہت زیادہ استعمال کیا ہے کیونکہ صنعت تکافؤ اُن اقسام صنائع میں سے ہے جسیں کامیابی حاصل کرنے کے لیے غور وفکر سے مدد لینا زیادہ مناسب ہے لہذا صاحبان تحصیل اور ارباب نظر سخنور جن کو شعر میں مجانسات ومناسبات کی زیادہ تلاش رہتی ہے اُنکے طبائع سے تکافؤ زیادہ مناسبت رکھتا ہے بہ نسبت اُن عربوں کی طبیعتوں کے جنکے کلام میں تکافؤ کا استعمال آورد نہیں بلکہ آمد کے عنوان سے ہوا ہے مثل قدماء عرب ودیگر شعراء کے جو اُنکی راہ پر چلے ہیں اگرچہ اس باب میں بعض متاخرین کا کلام بھی اُسی روانی پر ہے جس کو آمد کہا جاتا ہے جسکی مثال میں بعض اشعار ہم پہلے (بحث ترصیع وغیرہ میں) بیان کر چکے ہیں -

ف - امالی رشید میں یہاں ابن طبیح نقل سیے ہیں - ابن الشباب وانتہ سلکا پھر ابن یطلب طل بل ہلکا - لا تعجبی یا سلم الخ - یعنی لا یا التشیب منغصة + وکا سوقة تتقی وکاملکا - محمد بن حبیب کہتا ہے کہ ایک روز میں اصمعی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ہمارے ساتھ ایک شخص نے دعبل کا یہ شعر پڑھا - تمام حاضرین نے بہت پسند کیا خصوصاً اس شعر لا تعجبی الخ کو نہایت تعجب اور تحیر کی نظر سے دیکھا - اصمعی نے کہا کہ یہ شعر ابن مطیر کے اس شعر سے اخوذ ہے - فی کل یوم بالقحوان جدید تضحک الارض من بکاء السماء - اور اسی مضمون کو مسلم ابن ولید نے بھی اپنے اس شعر میں نظم کیا ہے - مستعبر ایبکی علی دمنة + ورأسه یضحک فیه المشیب - اور ابن معتز کا بھی یہ کلام ایسا ہے - اذا ما بکت به ضحک الزهر ۱۲ منه

وما للمحدثين فی ذلك مثل قول بشار

اذا ايقظتك حروب العدى — فنبه لها عمرا ثم نم

فنبه ونم تكافؤ وله اثر فی تجويد الشعر قوی فانه لو قال مثل فجرد لها عمرا لم يكن
لهذه اللفظة ما لنبه من الموضع مع نم

ومن نعوت المعانی الالتفات[1]

وهو ان يكون الشاعر آخذا فی معنی فكانه يعترضه اما شك فيه او ظن
بان رادا يرد عليه قوله او سائلا يسأله عن سببه فيعود راجعا الی ما قدمه
فاما ان يذكر سببه او يحل الشك فيه مثال ذلك قول المعطل فی بنی رهم من هذيل

تبين صلاة الحرب منا ومنهم — اذا ما التقينا والمسالم بادن

فقوله والمسالم بادن رجوع عن المعنی الذی قدمه حين بين ان علامة
صلاة الحرب ان المسالم يكون بادنا والمحارب ضامرا

اللغت - الصُلاة جمع صال وهو المقاسی حر النار والبادن الجسيم السمين **المعنی** اور اس
تکافؤ کے متعلق متاخرین میں بشار کا یہ شعر ہے جب دشمنوں سے جنگ کی فکر میں نیند تمہاری اُڑ جائے تو اسکے
لیے عمر کو جگا دو پھر (اطمینان سے) آرام کرو پس نبہ اور نم کی لفظوں میں تکافؤ ہے اور اس نے شعر کی
خوبی کو دو چند کر دیا کیونکہ اگر مثلاً اسکی جگہ پر فجرد لها عمرا (تیار کر اُسکے لیے عمر کو) کہتا تو جو بات نبہ لها
نم نم کے کہنے میں ہے وہ اس لفظ میں حاصل نہیں ہوتی - اور مضامین شعری کے محاسن کی قسموں میں سے
ایک **التفات** ہے - یعنی شاعر کوئی مضمون اس طرح ادا کرے کہ گویا اُسکو یہ گمان ہوتا ہو کہ
کوئی اُسکے قول کو رد کر دے گا یا کوئی پوچھنے والا اُسکی توجیہ کا طالب ہوگا لہذا شاعر اپنے
سابق قول کی طرف رجوع کرکے یا اُس کی وجہ بیان کر دے یا کسی طرح اُس کے شبہ کو دور کر دے
اس کی مثال میں معطل کا شعر ہے جب اس نے بنی رہم کے بارے میں جو کہ قبیلہ ہذیل سے
ہیں کہا ہے - ہمارے اور اُن کے یہاں کے بہادروں کی شجاعت کا حال جو آتش
جنگ میں در آتے ہیں اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب دونوں کے لشکروں کا مقابلہ ہو جائے
(کیونکہ ظاہر ہے کہ) صلح پسند شخص ہی فربہ اور تن و مند و چاق ہوتا ہے - تو شاعر نے
والمسالم بادن کی لفظ سے معنائے سابق سے قطع نظر کرکے رفع شبہ کے واسطے ایک
دوسری بات بیان کردی اور وہ یہ کہ محارب و غیر محارب کا امتیاز ظاہر کیا کہ اہل جنگ لاغر اور
صلح پسند فربہ ہوتے ہیں دیکھنے کوئی انھیں لاغری کی وجہ سے بزدل نہ سمجھے -

[1] اور اس قسم کے التفات قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں - ۱۲ منہ

وقول الرماح ابن میادة

فلا صرمه یبدو وفی الیاس راحة　　ولا وصله یبدو لنا فنکارمه

فکأنه یقول وفی الیاس راحة التفت الی المعنی تقدیر ان معارضا یقول له ما تصنع بصرمه فقال لان فی الیاس راحة

ومن هذا الجنس قول عبد الله بن معاویة بن عبد الله بن جعفر

واجمل اذا ما کنت لابد مانعا　　وقد یمنع الشئ الفتی وهو مجمل

ومنه قول امرئ القیس

یا هل اتاک وقد یحدث ذو الود القدیم متمة الدخل

اللغة۔ الشامة الخاصة واهل المسمة ای الخاصة والاقارب والدخل القوم الذین ینسبون الی من لیس منهم۔ والفاعل لقوله هل اتاک مذکور فی البیت التالی لهذا وهو قوله انی لعمری۔ **المعنی** اور رماح ابن میادہ کا شعر ہے۔ نہ تو خاص اسکی جدائی ظاہر ہوتی ہے اور مایوسی میں بھی ایک قسم کی راحت ہے اور نہ وصال ہی کا سامان ہی نظر آتا ہے کہ ہم اُسکی قدر و عزت کریں۔ پس گویا شاعر وفی الیاس راحة کہکر ایک دوسرے مطلب کیطرف ملتفت ہوا کیونکہ تقدیر یہ ہوگی کہ کوئی تعرض کرنیوالا کہتا ہے کہ اُسکی حالت جدائی میں تو کیا کریگا اور کیوں فراق کا خواہاں ہے تو اُسنے جواب میں کہا اسلیے کہ مایوسی میں بھی راحت ملتی ہے۔ اور اسیطرح عبد اللہ ابن معاویہ ابن عبد اللہ بن جعفر کا شعر ہے جب تم سائل کو منع کرنے پر مجبور ہی ہو جاؤ تو خوبصورتی کے ساتھ اُسے واپس کردو اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شرفاء (نرمی اور عذر جمیل کے ساتھ سائل کو) لوٹا دیتے ہیں۔ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں التفات ہے۔ اور اسی باب سے امرء القیس کا یہ شعر ہے کہ اے مخاطب کیا تجھے میرا حال معلوم ہے کہ میں نے کبھی اپنے فضل و شرف کے نمایاں کرنے کیلئے دوسروں کی طرف اپنی نسبت گوارہ نہیں کی اور نہ اپنے خاص دوستوں کے بدلے میں کسی اور شخص کو قبول کرنا پسند کیا) حالانکہ دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے پرانے رفیقوں کی دوستی کے باوجود کسی نئی الفت و محبت کے محتاج نہیں ہیں لیکن اپنی شخصیت بڑھانے کیلیے وہ غیروں سے بھی نئے تعلقات پیدا کرکے اُن کو اپنے مخصوص احباب میں داخل کرلیتے ہیں۔

فكانه لما قال اتاك وكان المعنى مسرا عيني[1] مظهر توهم ان المخاطب يقول له كيف يبلغني فقال له وقد يحدث ذو الود القديم متمة الدخل[2]

وقول طرفة

وتكف عنك مخيلة الرجل العريض موضحة عن العظم
بحسام سيفك او لسانك والكلم الاصيل كارغب الكلم

فكانه لما بلغ بعد حسامك الى لسانك قدر ان معترضا يعترضه فيقول كيف يكون مجرى السيف واللسان واحدا فقال والكلم الاصيل كاشد الجراح واكثرها اتساعا

ومنه قول جدير بن ربعان

معازيل في الهيجاء ليسوا بزادة مجازيع عند اليأس[3] والحر يصبر

ففي قوله والحر يصبر التفات الى اول كلامه

اللغة – المخيلة الكبر وهي منصوبة على المفعولية والعريض كسكيت المتعرض للناس بالشر و قوله موضحة صفة لجراحة محذوفة وهي مرفوعة على الفاعلية – **المعنى** – پس لفظ اتاك کہنے کے بعد مطلب ظاہر نہیں ہوتا تھا تو خیال ہوا کہ شاید مخاطب اُس سے دریافت کرے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس خبر کے مجھ تک پہونچنے کی ضرورت ہی کیا ہے تو جواب میں کہدیا کہ ضرورت اسواسطے ہے کہ بعض لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنے اظہار شرف کیلئے غیروں کو بھی اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ (لہذا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایسا نہیں کرتا)۔ اور طرفہ کا شعر ہے۔ تیری تلوار کا لگایا زخم جس سے استخوان ظاہر ہو جائے اور زبان کا گھاؤ (اور حقیقت یہ ہے کہ) زخم زبان کی گہرائی سب جراحتوں سے زیادہ ہوتی ہے (غرضکہ) اسطرح کا کاری زخم لگانا تیری حمایت میں تیرے ستانے والے اور ازیت دینے والے کے دماغ سے کبر و نخوت کو دور کرکے رہتا ہے۔ پس جب شاعر زخم شمشیر کے بعد زخم زبان کے ذکر تک پہونچا تو پھر شبہ ہوا کہ شاید کوئی اعتراض کرے کہ زخم زبان زخم شمشیر کے مثل کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے کہدیا کہ اُس کا زخم تلوار کے زخم سے بھی زیادہ گہرا اور کاری ہوتا ہے۔ اور اسی باب سے جدیر ابن ربعان کا یہ شعر ہے۔ وہ لوگ نہتے اور بے سلاح ہونے کے باوجود جنگ میں خائف و ہراساں نہیں ہوتے اور نہ اُسکے شدائد سے گھبراتے ہیں اور نجیب و شریف آدمی ہی تو سختیوں میں صبر کرتا ہے۔ تو والحر یصبر کا جملہ کہہ کر شاعر اپنے سابق کلام کو ثابت و متحقق کرنے کی طرف ملتفت ہوا۔

[1] لفظ عینی اس جگہ غیر صحیح ہے یعنی مناسب نہیں بلکہ عینا ہونا چاہیے لیکن شارح نے بھی عینی بالعین المہملة نقل کیا ہے حالانکہ اسکا اہمال مخفی نہیں ہے ۱۲ منہ

[2] متمة الدخل میں ایسا ہی ہے مگر متمة ہونا چاہیے تاکہ قافیہ کے مطابق ہو شارح نے بھی متمة ہی نقل کیا ہے ۱۲ منہ

[3] الیأس کے مقام پر باس کا ہونا زیادہ بہتر اور مناسب ہے یعنی باس ہی منقول ہوا ہے شارح نے کتاب کے مطابق یأس نقل کیا ہے لیکن الخوف عند الحرب سے اس کی تفسیر کی ہے جس سے باس ہی کی تائید ہوتی ہے ۱۲ منہ

وقد يضع الناس في باب اوصاف المعاني الاستغراب والطرفة ان يكون المعنى مما لم يسبق اليه وليس عندي ان هذا داخل في الاوصاف لان المعنى المستجاد اذا كان في ذاته جيدا فاما ان يقال له جيد اذا قاله شاعر من غير ان يكون تقدمه من قال مثله فهذا غير مستقيم بل يقال لما جرى هذا المجرى طريف وغريب اذا كان فردا قليلا فاذا كثر لم يسم بذلك وغريب وطريف هما شئ آخر غير حسن او جيد لانه قد يجوز ان يكون حسن جيد غير طريف ولا غريب وطريف غريب غير حسن ولا جيد فاما حسن جيد غير غريب ولا طريف فمثل تشبيههم الدروع بحباب الماء الذي تسوقه الرياح فانه ليس جودة هذا التشبيه تعاور الشعراء اياه قديما وحديثا واما طريف وغريب لم يسبق اليه وهو قبيح بارد فمل‌ء الدنيا مثل اشعار قوم من المحدثين سبقوا الى البرد فيها۔

اللغۃ۔ المراد بالاستغراب والطرفۃ کون معنی الشعر غریبا وطریفا ای نادرا وجدیدا۔

المعنی اور اکثر لوگ اوصاف معانی شعری کے باب میں شعر کی غرابت اور جدت تخیل اور ایسے نادر مضمون کو بھی داخل کرتے ہیں جسکی طرف کسی کی فکر نے سبقت نہ کی ہو۔ اور میرے خیال میں یہ اوصاف شعر میں داخل نہیں ہے اسلیے کہ اچھا مضمون جبکہ فی نفسہ عمدہ ہو تو اسکو اس بنا پر اچھا کہنا کہ شاعر کے پہلے کسی نے ویسا مضمون نہ کہا ہو درست نہیں ہے بلکہ ایسے شعر کو نیا کہا جائیگا بشرطیکہ نادر اور قلیل الوقوع ہو اور اگر اُسے کثرت سے لوگوں نے کہا ہے تو وہ نیا بھی نہ کہلائے گا۔ غرضکہ غرابت و ندرت اور عمدگی و خوبی میں تلازم نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شعر عمدہ ہو اور نیا نہ ہو یا نیا ہو اور عمدہ نہ ہو۔ لیکن وہ مضمون جو اچھا ہو اور نادر نہو تو جیسے زرہوں کی تشبیہ پانی کی مہین مہین لہروں سے جو ہوا کے چلنے سے پیدا ہوتی ہیں پس اس تشبیہ میں خوبی شعراء کے اختیار کرلینے سے نہیں پیدا ہوئی، خواہ وہ شعراء قدیم ہوں یا جدید (بلکہ فی نفسہ یہ تشبیہ اچھی ہے) اور ایسا مضمون جو نیا اور برا ہو تو اسکی مثالوں کی کوئی حد نہیں اور اس سے تو دنیا بھری ہوئی ہے جیسے جدت پسند متاخرین کے اشعار جنھوں نے جدت کے پیچھے اپنے اشعار کو ناس کردیا ہے۔

والذی عندی فی ھذا الباب ان الوصف فیه لاحق بالشاعر المبتدی بالمعنی الذی لم یسبق الیه لا الی الشعر اذ کانت المعانی مما لا یجعل القبیح منها حسنا لسبق السابق الی استخراجها کما لا یجعل الحسن قبیحا للغفلة عن الابتداء و احسب انه اختلط علی کثیر من الناس وصف الشعر بوصف الشاعر فلم یکادوا یفرقون بینهما واذا تاملوا ھذا الامر نعتًا[له] علموا ان الشاعر موصوف بالسبق الی المعانی واستخراج ما لم یتقدمه احد الی استخراجه لا الشعر ولنتبع بذکر المعانی وھو القسم الرابع من اقسام الشعر المفردات ذکر الاربعة المرکبات التی قدمنا القول فیها فی اول الکتاب ولنبدأ باولها وھو

نعت ائتلاف اللفظ مع المعنی

المعنی۔ اور اس باب میں جو میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ جدت کا پیدا کرنا شاعر کے ندرتِ خیال کی صفت ہے شعر کی صفت نہیں ہے اسلیے کہ بُرا مضمون اسلیے اچھا نہیں ہو سکتا کہ پہلے اُسکی طرف کسی نے سبقت کی ہو (یعنے پہلے کسی کے کہہ چکنے کی وجہ سے اُسمیں خوبی پیدا ہو جائے ایسا نہیں ہے) جس طرح کہ اچھا مضمون اسلیے بُرا نہیں ہو سکتا کہ پہلے کسی کی فکر اُس تک نہیں پہونچ سکی (یعنے اس عمدہ مضمون کو صرف اس بنا پر بُرا کہا جائے کہ اسکو پہلے کسی شاعر نے نہیں نظم کیا ایسا بھی نہیں ہے بلکہ مضمون شعری یا فی نفسہ اچھا ہوگا یا بُرا اُسکی عمدگی و خرابی میں نئے اور پرانے ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے) اور میرا خیال یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو خلط مبحث میں پڑکے وصف شعر اور وصف شاعر میں تمیز نہیں حاصل ہو سکی اور وہ ان دونوں باتوں میں فرق نہ کر سکے اور اگر وہ غور و فکر سے کام لیتے تو جان لیتے کہ شاعر کو جدت کی وجہ سے جدت پسند گو کہہ سکتے ہیں مگر اسکی وجہ سے شعر میں تازگی اور خوبی کا پیدا ہو جانا لازم نہیں ہے جس سے وہ (جدت) شعر کی صفت کہی جا سکے اب ہم مطالب شعری کے ذکر کرنے کے بعد جو شعر کے اقسام مفردہ کی چوتھی قسم تھی چاروں مرکب قسموں کا ذکر کرنا چاہیے جنکی طرف ہم ابتدا کتاب میں اشارہ کر چکے ہیں پس ہم مرکبات کی پہلی قسم یعنی نعت ائتلاف اللفظ مع المعنی کے ذکر سے اسکی ابتدا کرتے ہیں

[له] لفظ نعتاً اس مقام پر بے معنی معلوم ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ اصل میں لفظ

نعتاً یا اس معنی کے مناسب کوئی اور لفظ ہو اور کتابت میں تحریف واقع ہو گئی ہو ۱۲ منہ

من انواع ائتلاف اللفظ مع المعنى المساواة

وهو ان يكون اللفظ مساويا للمعنى حتى لا يزيد عليه ولا ينقص عنه و هذه هي البلاغة التي وصف بها بعض الكتاب رجلا فقال كانت الفاظه قوالب لمعانيه اي هي مساوية لها لا يفضل احدهما على الآخر

وذلك مثل قول امرئ القيس

فان تكتموا الداء لا نخفه ۔۔۔ وان تبعثوا الحرب لا نقعد

فان تقتلونا نقتلكم ۔۔۔ وان تقصدوا الدم لا نقصد

ومثل قول زهير

ومهما يكن عند امرئ من خليقة ۔۔۔ وان خالها تخفى على الناس تعلم

اللغة - الخليقة العادة ج خلائق وقولہ تعلم مجزوم لوقوعه في جواب مهما ثم انضم به الجزم لان الساكن اذا حرك حرك بالكسر **المعنى** - لفظ کے مطابق معنی ہونے کے اقسام میں سے ایک قسم مساوات ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ الفاظ معانی کے بالکل مساوی ہوں جنمیں اُس مقصود سے کمی ہو نہ زیادتی یہی وہ بلاغت ہے جسکے ساتھ ایک شخص کی توصیف بعض ارباب انشا نے اس طرح کی ہے کہ اُسکے الفاظ مقصود کے قالب ہیں یعنی وہ بالکل مطابق مقصود ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں بلکہ دونوں مساوی ہیں اسکی مثال میں امرأ القیس کے یہ شعر ہیں - (۱) اگر تم اپنے مرض کینہ کو چھپاؤ گے تو ہم بھی اُسے ظاہر نہ کرینگے اور اگر تم جنگ برپا کرو گے تو ہم (چپکے) نہیں بیٹھے رہیں گے - (۲) پس اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم بھی تمھیں نہ چھوڑینگے اور اگر تم ہماری خونریزی کا قصد کرو گے تو ہم بھی ایسا ہی قصد کرینگے - اور جیسے زہیر نے کہا ہے - انسان کی جو بھی خصلت ہوتی ہے (اچھی ہو یا بری) وہ چھپی نہیں رہتی اگرچہ وہ خیال کرے کہ لوگوں سے وہ پوشیدہ ہے (مگر خصلت ظاہر ہو کے رہتی ہے) -

ومثل قوله

اذا انت لم ترحل عن الجهل والخنا ۔۔۔ اصبت حليما او اصابك جاهل

ومثل قوله

سعى بعدهم قوم لكى يدركوهم ۔۔۔ فلم يدركوا ما ادركوه ولم يألوا

ومثل قول طرفة

لعمرك ان الموت ما اخطأ الفتى ۔۔۔ لكالطول المرخى وثنياه باليد

ستبدى لك الايام ما كنت جاهلا ۔۔۔ ويأتيك بالاخبار من لم تزود

ومثل قول خالد بن زهير ابن اخى ابى ذؤيب الهذلى

فلا تجزعن من سنة انت سرتها ۔۔۔ فاول راض سنة من يسيرها

اللغة - العمر بالضم والفتح الحيوة ولا يستعمل فى القسم الا فتح العين والطول الحبل الذى يطول للدابة فترعى فيه والارخاء الارسال والثنى الطرف اثناء **المعنى** اور جیسے اسکا یہ شعر ہے جب تم جہالت اور نالائق باتوں سے پرہیز نہ کروگے تو یا کسی حلیم و بردبار شخص کو اپنی ملاقات سے تکلیف پہونچاؤگے یا نہیں تو کسی جاہل سے تمھارا پالا پڑے گا (جو تمھیں اچھی طرح سکھلا دے گا) اور یہ شعر بھی اسکا ایسا ہی ہے - اُن کے بعد کے آنے والوں نے اُن کے مراتب تک پہونچنے کی کوشش کی لیکن وہ اُنکے مدارج رفیعہ تک نہ پہونچ سکے اور (سچ تو یہ ہے کہ) اُنکی اسمیں کوئی تقصیر نہیں (کیونکہ اُنکی طاقت سے یہ امر باہر ہے) اور ایسا ہی طرفہ کا شعر بھی ہے - (۱) تیری جان کی قسم جبتک انسان کی موت اُسکے پاس آنے سے غافل رہتی ہے اُسکی مثال ڈھیلی کی ہوئی رسی کے ایسی ہے جسکے دونوں سرے کسی جانور کو چرنے کی مہلت دینے والے (سوار کے) ہاتھ میں ہوں کہ جب چاہے اُسکی لگام کھینچ لے) (۲) عنقریب زمانہ اُن چیزوں کے رُخ سے نقاب ہٹا دے گا جن سے تو غافل و بے خبر ہے اور عنقریب وہ شخص خود تیرے پاس خبریں لے کر آئے گا جس کو تو نے زادراہ دے کر (دریافت حالات کے لیے) نہیں بھیجا اسی طرح ابوذؤیب ہذلی کے بھتیجے خالد ابن زہیر کا شعر ہے - اس راستہ پر چلنے سے فریاد و ناراضی نہ ظاہر کر جس پر تو خود گامزن ہو چکا ہے کیونکہ جو شخص کسی راہ پر چلتا ہے سب سے پہلے (اُسکی سہولت یا صعوبت پر) وہ خود راضی ہونے والا ہے -

ومثل قول ليلى الاخيلية

فلا يبعدنك الله يا توب انما ۔۔۔ لقاء المنايا دارعا مثل حاسر

ومن انواع ائتلاف اللفظ والمعنى الاشارة

وهو ان يكون اللفظ القليل مشتملا على معان كثيرة بايماء اليها او لمحة تدل عليها كما قال بعضهم وقد وصف البلاغة فقال هى لمحة دالة

ومثل ذلك قول امرئ القيس

فان تهلك شنوءة او تبدل ۔۔۔ فسيرى ان فى غسان خالا

لعزهم عززت وان يذلوا ۔۔۔ فذلهم انالك ما انا لا

فبنية هذا الشعر على ان الفاظه مع قصرها قد اشير بها الى معان طوال

اللغة ۔ توب مرخم توبة والحاسر من لا درع له ۔ وشنوءة قبيلة قال ابن السكيت ازد شنوءة بالهمز على فعولة ممدودة ولا يقال شنوة **المعنى** اور جیسے لیلاۓ اخیلیہ کا شعر ہے ۔ اے توبہ خدا تجکا اپنی رحمت سے دور نہ کرے سچ ہے موت جس طرح زرہ پوش بہادر کو آتی ہے ویسے ہی اُسکے غیر کو ۔ (ان تمام اشعار میں الفاظ و معانی میں مساوات ہے نہ لفظیں شاعر کے مقصود سے زائد ہیں تاکہ اطناب میں داخل ہوجائے اور نہ کم ہیں تاکہ ایجاز میں شمار کیا جائے) اور مطلب شاعر کے موافق الفاظ ہونے کی قسموں میں سے **ایک قسم اشارہ ہے** یعنی یہ کہ مختصر الفاظ کا معانی کثیرہ پر بطور اشارہ دیا اسطرح شامل ہونا جس سے مقصود (اچھی طرح) واضح ہوجائے جیسا کہ بعض لوگوں نے بلاغت کی توصیف میں کہا ہے ھی لمحۃ دالۃ یعنی بلاغت ایک معنی خیز اشارہ ہے اور اسکی مثال میں امرء القیس کے یہ شعر ہیں ۔ (۱) پس اگر قبیلہ شنوءۃ ہلاک ہوجائے یا وہ سابق کے نسبت) بدل جائے تو اے تاقے میرے چلا چل قبیلۂ غسان میں ہمارے لیے مادری قرابت دار ہیں ۔ (۲) انکی عزت سے تیری عزت ہے اور اگر وہ ذلیل ہوے تو انکی ذلت تیرے لیے بے انتہا ذلت کا سبب ہے ۔ تو اس شعر کی ترکیب اسطرح واقع ہوئی ہے کہ اس کے الفاظ باوجود مختصر ہونے کے کثیر مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

فمن ذلك قوله تبالك او تبدل ومنه قوله ان فی غسان خالا ومنه ما تحته معان کثیرة وشرح هو قوله انا لك ما انا لا

ومثل قول طرفة

موضوعها زول ومرفوعها ۔ مر عاب لجب وسط الریح

فقوله زول مشار به الی معان کثیرة وهو شبیه بما یقول الناس فی اجمال نعت الشیٔ واختصاره عجب

وقال آخر

ھاج ذا القلب من تذکر جمل ۔ ما یہیج المتیم المحزونا

فقد اشار ھذا الشاعر بقوله ما یہیج المتیم المحزونا الی معان کثیرة

ومثل قول امرئ القیس

علی ھیکل یعطیك قبل سواله ۔ افانین جری غیر کز ولا وانی

اللغة ۔ الموضوع من الناقة سرعة سیرها والمرفوع خلافه والزول محرکۃ العجب واللجب کتف ذو جلبة ای صیاح والمتیم الذی تیمه الحب ای عبّده وذلله والھیکل الفرس الطویل الضخم وعلی ھھنا متعلقة بقوله ھبطت ۔ متقدم ذکره والافانین الضروب الکز المنقبض والوانی الفاتر۔ المعنی اُن میں سے ایک تبالك وتبدل کی لفظ ہے اور ایک ان فی غسان خالا کا جملہ ہے اور اسکے بعد جو لفظیں ہیں اُن سے بہت سے معانی و مطالب ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اُسکا قول انا لك ما انا لا ہے۔ کتبالك وتبدل میں مختلف جہات ہلاکت وتغیر کی طرف اشارے ہیں اسی طرح خالا کی تنکیر مختلف جہات تعظیم وتکثیر کی طرف مشعر ہے اور لفظ انا لك ما انا لا کا اجمال بھی متعدد تشبیلات کا مظہر ہے۔ اور جیسے طرفہ کا شعر ہے۔ اُس ناقہ کی تیز رفتار تعجب خیز ہے اور اُسکی سُست رفتار ایسی ہے جیسے گرجنے والا ابر ہوا کے درمیان سے گزرے۔ پس زول کی لفظ سے طرح طرح کے متعدد حالات کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے کہ کسی شئی کی مختصر اور مجمل تعریف میں لوگ کلمۂ عجیب کا استعمال کرتے ہیں اور ایک دوسرا شخص کہتا ہے ۔ محبوبہ جملہ کی یاد کی وجہ سے میرے اس دل کی بے چینی کے وہی اسباب ہیں جو اک غمگین اسیر محبت کی بیتابی کے لیے ہونا چاہیے۔ تو اس شاعر نے ما یہیج المتیم المحزونا کے جملہ سے معانی کثیرہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور جیسے امراء القیس کا یہ شعر ہے ۔ ایسے طویل اور قد آور گھوڑے پر (سوار ہو کر میں اُس چراگاہ میں وارد ہوا) جو بغیر طلب کے پہلے طرح طرح کی رفتار پیش کرتا ہے اور وہ نہ اڑیل ہے اور نہ سست ۔

ا۔ ردیف مصرعہ اولیٰ ۔ یعنی اس میں مذکور ہے کہ پہ معنی اس کا معلوم ہوتا ہے ۔ موزوں سا معلوم ہوتا ہے کہ نقل اس مصرعہ کو اسطرح سے نقل کرنا چاہیے ۔ کہ صعوب لجب وسط ریح ۱۲ منہ

۲۔ صناعتین میں یہ شعر اس طرح نقل کیا ہے اور سابع نقل کیا ہے اور اس کے قبل کا شعر یہ ہے۔ وغیث کالوان الفنا قد ھبطته ۔ تعاور فیه کل اوطف حنان ۔ اور لبید کا شعر ہے کہتی الشعاء الاعفراضر جید ۔ لہ عقاب تدل تمن شعارہ تمھلان ۱۲ منہ

فقد جمع بقولہ افانین جری علی ما لو عد لکان کثیراً وضم الی ذلک ایضاً جمیع اوصاف الجودۃ فی ھذا الفرس وھو قولہ قبل سوالہ ای یذھب فی ھذہ الافانین طوعاً من غیر حث وفی قولہ غیر کز ولا وان ینفی عنہ ان یکون معاً لکزازۃ من قبل الجماح والمنازعۃ والونی من قبل الاسترخاء والفترۃ

ومثلہ قولہ ایضاً یصف ذئباً

فظل کمثل الخشف یرفع راسہ — وسائرہ مثل التراب المدقق

وجاء خفیا یسفن الارض بطنہ — تری الترب منہ لازقا کل ملزق

فی ھذا الشعر اجمال للمعانی کثیرہ واوکد ما فیہ من ذلک قولہ لازقا کل ملزق

اللغۃ ۔ الخشف مثلثۃ ولد الظبی اول ما یولد او اقل مشیہ والسفن القشر ومنہ السفینۃ لقشرھا وجہ الماء **المعنی** تو شاعر نے (افانین جری کے جملہ میں تمام اُن باتوں کو جمع کر دیا جنکو اگر شمار کیا جائے تو بہت زیادہ ہوں۔ اور ساتھ ہی اسکے قبل سوالہ کی لفظ سے گھوڑے کی تمام خوبیاں اس طرح ظاہر کر دیں کہ وہ گھوڑا ہر طرح کی رفتار بغیر چلائے خود سے ظاہر کرتا ہے اور غیر کز ولا وان کے فقرہ سے اُسکے سرکش اور ڈھیٹ ہونے کے باعث رام نہ ہونے کی اور کسلمندی اور ڈھیلا بدن ہونے کی وجہ سے اُسکے سست ہونے کی نفی کر دی۔ اور اسی کے مثل امرء القیس کا یہ شعر بھی ہے جسمیں بھیڑیے کی توصیف کرتا ہے (۱) وہ بھیڑیا جس کا تمام جسم باریک پسی ہوئی مٹی کی طرح خاکی رنگ تھا سر اُٹھائے ہوئے بچہ آہو کی طرح دوڑتا دکھائی دیا۔ (۲) (اور وہ اتنا تیز دوڑتا ہوا آرہا تھا) کہ پیٹ اُسکا زمین سے ملا جاتا تھا (گویا) وہ زمین کو چھیلتا جارہا تھا اور دوڑنے کی وجہ سے اُس کا ہر عضو غبار سے بالکل خاک آلود نظر آتا تھا۔ اس شعر میں متعدد معانی کی طرف اشارات ہیں اور ان تلمیحات میں لازقا کل ملزق کا جملہ سب سے زیادہ قوت دار ہے

ومثل قول زهير

فانی لو لقیتك واتجهنا   لكان لكل منكرة كفاء

ومثل قول اوس ابن حجر

فان يهوا قوام ردائی فاننی   يقينی الاله ماوقی وردائيا

ومثل قول قتادة بن طارق الازدی

اهاجك ربع قد تحمل حاضره   واوحش بعد الحی منه مناظره

يقول ما تنظر الی موضع منه الا ذكرت فيه من الانس ممن كان يحله ما قد اوحش فی هذا الوقت بخلوه منه

وللعامرية

كيف الفخار وقد صاروا النسوتكم   يوم الفخار بنو ذبيان اربابا

اذجرنا صيتی حصن واعتقنی   وذلك شيب منی اليوم ما شابا۔

اللغة - قولہ ردائی عنی به ههنا عرضه وتحمل ای حمل رحله وظعن **المعنی** اور جیسے زہیر کا شعر ہے پس اگر میں تم سے ملاقات کروں اور ہمارا تمہارا سامنا ہو تو یہ ملاقات ہر طرح کی برائی کے لیے کافی ہوگی۔ اور ایسا ہی اوس ابن حجر کا شعر ہے۔ اگر لوگ میری عزت کے خواہاں ہوں تو مجھے اسکی کوئی پروا نہیں کیونکہ جب تک خدا کو میری حفاظت مقصود ہے اُسوقت تک بیشک وہ مجھے اور میری آبرو کو محفوظ رکھے گا۔ اور جیسے قتادہ ابن طارق ازدی کا شعر ہے۔ کیا تجھے اُس گھر کی حالت نے بے چین کر دیا جسکے رہنے والے کوچ کر گئے اور اُن لوگوں کے چلے جانے کے بعد اسکے مناظر ویران و وحشتناک ہو گئے۔ شاعر کہتا ہے کہ اُس منزل کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی مگر یہ کہ وہ تجھے ساکنین کی ایسی اُنس آمیز صحبتوں کو یاد دلاتی ہیں جنکے اب نہونے کی وجہ سے یہ جگہ وحشتناک و سنسان نظر آتی ہے۔ اور اک زن عامریہ کہتی ہے۔ (۱) اب کیا فخر کا محل رہا جبکہ لڑائی کے دن (جو اکتساب شرف کا روز ہے) بنی ذبیان تمہاری عورتوں کے مالک و آقا بن گئے (۲) جبکہ حصن چوٹی پکڑ کر مجھے کھینچ لے گیا پھر آزاد بھی کر دیا اور یہ وہ مصیبت ہے کہ آج جس نے مجھے بڈھوں کی طرح جیسا ضعیف و ناتواں کر دیا اُسے میں کیا بیان کروں۔

ص اس مصرعہ میں بعض نسخوں میں اس طرح نقل ہے۔ لکان لکل منکرۃ لقاء ۱۲ منہ

ولامرئ القیس

فظل لنا یوم لذیذ بنعمۃ　　فقل فی مقیل نحسہ متغیب

ولامرأۃ من عکل

یا ابن الدعی انہا عکل فقف　　لتعلمن الیوم ان لم تنصرف

ان الکریم واللئیم یختلف

ومن انواع ائتلاف اللفظ والمعنی الارداف

وھو ان یرید الشاعر دلالۃ علی معنی من المعانی فلا یاتی باللفظ الدال علی ذلک المعنی بل بلفظ یدل علی معنی ھو ردفہ وتابع لہ فاذا دل علی التابع ابان عن المتبوع بمنزلۃ قول الشاعر

بعیدۃ مھوی القرط اما لنوفل　　ابوھا واما عبد شمس فھاشم

اللغۃ عکل ابو قبیلۃ فیھم غباوۃ اسمہ عوف بن عبد مناۃ حضنتہ امۃ تدعی عکل فلقب بہ وقیل امر من تقال القیل قیلولۃ **المعنی** اور جیسے امرء القیس کا شعر ہے پس ہمارے لیے نعمتوں کی وجہ سے لذت ولطف کا دن ظاہر ہوا تو ایسے خوابگاہ میں آرام کر جسمیں نحوست کا نام نہیں۔ اور قبیلۂ عکل کی ایک عورت کہتی ہے۔ اے مجہول النسب خوب سمجھ لے کہ یہ عکل کا قبیلہ ہے۔ اگر تو اپنی شرارت وسرکشی سے باز نہیں آئیگا تو ٹھہر جا آج تجھے ضرور معلوم ہو جائیگا کہ کریم ولئیم برابر نہیں ہوتے (یہ تمام اشعار اشارہ کی مثال میں پیش کیے گئے ہیں بعض مثالوں میں تو مصنف نے مورد اشارہ کو واضح کر دیا ہے اور بعض کے متعلق واضح وظاہر ہونے کی وجہ سے کوئی تعرض نہیں کیا مگر ترجمہ کی عبارت میں اسکی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے) اور تالیف الفاظ ومعانی کی قسموں میں سے ایک ارداف ہے یعنی شاعر کسی مطلب کو ادا کرنا چاہتا ہو لیکن اُن الفاظ کا ذکر نہ کرے جو اُس مقصد پر صراحۃً دال ہوں بلکہ ایسی لفظوں کا ذکر کرے جو اُس مطلب کے لوازم وتوابع پر دلالت کرتے ہوں اور اُن لوازم کے ذکر سے ملزوم سمجھ میں آجاتا ہو جیسے کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔ اُسکے گوشوارے جدھر جھکتے ہیں وہ مقام یعنی اُسکے شانے کانوں سے دور ہیں (مقصود یہ ہے کہ وہ کوتاہ گردن نہیں ہے بلکہ جتنی درازی گردن کیلئے مستحسن ہے اُتنی اُسمیں پائی جاتی ہے) اور اُسکے باپ کے نسب میں یا نوفل یا عبد شمس اور ہاشم شریک ہیں (ایسے معزز لوگوں سے اُس کا نسب نامہ آراستہ ہے)۔

وانما اراد الشاعران يصف طول الجيد فلم يذكره بلفظه الخاص به بل اتى بمعنى هوتابع لطول الجيد وهو بعد مهوى القرط

ومثله قول امرئ القيس

وتضحي فتيت المسك فوق فراشها نؤم الضحى لم تنتطق عن تفضل

وانما اراد امرؤ القيس ان يذكر ترفه هذه المرأة وان لها من يكفيها فقال نؤوم الضحى وان فتيت المسك يبقى الى الضحى فوق فراشها وكذلك سائر البيت اى هى لا تنتطق لتخدم ولكنها فى بيتها متفضلة ومعنى عن فى هذا البيت معنى بعد

وكذلك قوله

وقد اغتدى والطير فى وكناتها بمنجرد قيد الاوابد هيكل

اللغة - تضحى بالتاء رواية ابى جعفر معناه تدخل فى الضحى والفتيت ما تفتت من المسك عن جلدها ولم تنتطق اى لم تجعل وسطها نطاقها والتفضل ان يكون الانسان تدتبى فى ثوب واحد للعمل او النوم وقوله نؤم الضحى يجوز فيه الرفع على انه خبر مبتداء وهو هى والنصب على المدح والخفض على البدل من الهاء فى فراشها والوكنات الوكرات والمنجرد الفرس القصير الشعر والاوابد الوحش الواحدة ابدة المعنى شاعر کو صرف طول گردن کا ذکر کرنا مقصود ہے تو اسکا ذکر اُسکی مخصوص لفظ کے ذریعہ سے نہیں کیا بلکہ ایک ایسی بات کہی جو درازی گردن کو لازم ہے اور وہ اُسکا بعدۃ مہوی القرط ہونا ہے۔ اور اسی کے مثل امرء القیس کا شعر ہے صبح کے وقت مشک کے ریزے اُس محبوبہ کے فرش پر ہوتے ہیں اور وہ دن چڑھے تک سونے والی ہے اور استعمالی کام لباس پہننے کے بعد وہ پٹکے سے اپنی کمر نہیں کسنی (یعنے وہ رئیسہ ہے)۔ اور امرء القیس اُس عورت کے ناز و نعم میں پرورش پانے کا صرف ذکر کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ اُسکے پاس ملازم و خدام ہیں جو اُسکے ضروریات کو انجام دیتے ہیں اس بنا پر نؤم الضحی کہا (اور چونکہ وہ ناز و نعم میں پلی ہے اس لیے کہا) کہ اُسکے فرش پر مشک کے ریزے دن چڑھے تک پڑے رہتے ہیں۔ اسیطرح سارا شعر انھیں باتوں کے ذکر سے بھرا ہے یعنے وہ کام کاج کرنے کے لیے کمر نہیں کستی بلکہ وہ اپنے گھر میں بغیر پٹکا باندھے ایک ہی لباس میں رہتی ہے کام کے واسطے دوسرے کپڑے نہیں بدلتی۔ اور اس شعر میں عن کے معنی بعد کے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ شعر ہے۔ اور کبھی میں صبح کو ایسے تڑکے نکلتا ہوں جبکہ پرندے اپنے آشیانوں ہی میں ہوتے ہیں اُس کم مو اور طویل گھوڑے پر سوار ہوکر جو دوڑنے میں جانوران صحرائی کی اگلی جماعت کو بھی اپنی رفتار سے بڑھنے نہیں دیتا گویا اُن کے پاؤں کی بیڑی ہو جاتا ہے۔

فانما اراد ان یصف ھذا الفرس بالسرعۃ وانہ جواد فلم یتکلم باللفظ بعینہ ولکن باردافہ ولواحقہ التابعۃ لہ وذلک ان سرعۃ احضار الفرس یتبعہا ان تکون الاوابد وھی الوحوش کالمقیدۃ لہ اذا غدا فی طلبہا والناس یستجیدون لامرئ القیس ھذہ اللفظۃ فیقولون ھو اول من قید الاوابد وانما عنی بہا الدلالۃ علی جودۃ الفرس وسرعۃ حضرہ ولو قال ذلک بلفظہ لم یکن عند الناس من الاستجادۃ ما جاء من اتیانہ بالردف لہ وفی ھذا برھان علی ان وضعنا الارداف من اوصاف الشعر ونعوتہ واقع بالصواب

ومنہ قول لیلی الاخیلیۃ

ومخرق عنہ القمیص تخالہ بین البیوت من الحیاء سقیما

اللغۃ: الاحضار والحضر فی کلام المصنف شدۃ عدو الفرس۔ **المعنی** پس امرء القیس اس گھوڑے کی صرف تیزی رفتار اور سرعت سیر کی توصیف کرنا چاہتا ہے لیکن اس نے وہ الفاظ نہیں استعمال کیے جو صراحۃً اس مضمون پر دال ہوں بلکہ اُسکے لوازم و توابع کے ذکر پر اکتفا کی جس سے ملزوم سمجھ میں آ گیا یہ اسلیے کہ گھوڑے کی تیز رفتاری کو یہ لازم ہے کہ جب وہ اوابد یعنی وحشی جانوروں کا پیچھا کرے تو وہ اسکے لیے مثل مقید کے ہو جائیں۔ اور لوگ امرء القیس کے اس لفظ کی بہت تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے وحشی جانوروں کو مقید بنا دیا اور اس سے اس کی مراد صرف گھوڑے کی سرعت رفتار کا ظاہر کرنا ہے اور اگر سرعت کے معنی کو اُسکی خاص لفظ سے ظاہر کرتا تو لوگوں کے نزدیک جو لوازم سرعت کے بیان کرنے سے خوبی پیدا ہوئی وہ نہ حاصل ہوتی۔ یہیں سے ہمارے اس قول پر برہان قائم ہوا کہ صنعت ارداف کو شعر کی خوبیوں میں داخل کرنا قرین صواب ہے۔ اور اسی قبیل سے لیلائے اخیلیہ کا شعر ہے اور سائلین کی کشاکش سے چاک دامان قمیص والا جس کو اُسکے مکانات میں دیکھ کر کثرت حیا و غیرت سے مثل بیمار کے تو خیال کرے۔

لہ [illegible]

فانما ارادت وصفه بالجود والکرم فجاءت بالارداف والتوابع لهما اما ما یتبع الجود فان مخرق قمیص هٰذا المنعوت فسران العفاة تجذبه فتخرق قمیصه من مواصلة جذبهم ایاه واما ما یتبع الکرم فالحیاء الشدید الذی کانه من اماتة نفس هذا الموصوف وازالته عنه الا شرخیال سقیما

ومنه ایضا قول الحکم الخضری

قد کان یعجب بعضهن براعتی ۔۔۔ حتی سمعن تنحنحی وسعالی

فارادوصف الکبر باللفظ بعینه ولکنه اتی بتوابعه وهی السعال والتنحنح ومن هذا النوع ما یدخل فی الابیات التی یسمونها ابیات المعانی وذلک اذا ذکر الردف وحده وکان یجب اتباعه لما هوردف له غیر ظاهر او کانت بینه وبینه ارداف اخرکانها وسائط وکثرت حتی لا یظهر الشئ المطلوب بسرعة اذا غمض ولم یکن داخلا فی جملة ماینسب الی جید الشعر اذ کان من عیوب الشعر الانغلاق وتعذر العلم بمعناه

اللغۃ ـ قولہ تنحنحی وسعالی کنی بہ عن کبرہ وشیبہ **المعنی** اس شعر میں اسنے صرف ممدوح کے جود وکرم کی توصیف کا ارادہ کیا ہے پس اُسکے لوازم وتوابع کا ذکر کردیا، لیکن جود کا لازم تو موصوف کی یہ بات ہے کہ اسکا گریبان پھٹا ہوا ہے جس نے ظاہر کیا کہ سائلین کے متصل دامن کھینچنے نے اُسکی قمیص کو چاک کردیا ہے اور کرم کا لازم ممدوح کی شدت حیا ومروت ہے یعنی وہ زیادتی شرمندگی کے اظہار اور کثرت انکسار ونرم نفسی کے سبب سے گویا بیمار معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی باب سے حکم خضری کا بھی شعر ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ بعض عورتوں کو میرا خوش جمال اور باکمال ہونا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا یہاں تک کہ میرا بڑھاپا آیا اور (خوش کلامی کے بدلے) میری کھانسی اور کھنکھار کی آواز (جو اکثر ضعیفی میں پیدا ہوتی ہے) اُنھیں سُننا پڑی۔ تو شاعر نے اپنے بڑھاپے کو بتصریح لفظ نہیں ظاہر کیا بلکہ لوازم شیب یعنی کھانسنے اور کھنکھارنے کا ذکر کیا (جنھوں نے اُسکے بڑھاپے پر بالالتزام دلالت کی) اور اسی قسم (ارداف) میں وہ مضامین بھی داخل ہیں جو شعر میں بیان کیے جاتے ہیں اور اُن اشعار کو ابیات معانی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ اس طرح کہ صرف لازم کا ذکر کیا جائے اور اس سے مراد ملزوم ہو اور وجہ لزوم واضح نہو یا لازم وملزوم کے درمیان اور دوسرے لوازم کثیرہ ہوں اور وہ شعر میں مذکور ہوں اور اُنھیں کے وساطت سے وجہ لزوم کا ظہور ہوسکتا ہو اور وہ اتنے کثیر ہوں کہ معمّی ہوجانے کی وجہ سے مقصود آسانی سے ظاہر نہوتا ہو تو ایسے مضمون کے شعر اچھے اشعار میں شمار نہیں کیے جاتے کیونکہ مقصود کا مغلق ہوجانا اور مطلب کا دشواری سے سمجھ میں آنا عیوب شعر میں سے ہے۔

لہ نسخہ هٰذا ہیں سبب ہے ترجمہ یہ ہوگا یہ مضا یہاں ہے۔ اس کی بجائے الفاظ وطبع جائے تو مطلب زیادہ واضح ہو جائیگا ۱۲ منہ

ومن نعوت ائتلاف اللفظ والمعنى التمثيل

وهو ان يريد الشاعر اشارة الى معنى فيضع كلاما يدل على معنى آخر وذلك المعنى الآخر والكلام ينبئان عما اراد ان يشير اليه

مثال ذلك قول الرماح ابن ميادة

الم تك في يمنى يديك جعلتني ... فلا تجعلني بعدها في شمالكا

ولو انني اذنبت ما كنت هالكا ... على خصلة من صالحات خصالكا

فعدل عن ان يقول في البيت الاول انه كان عنده مقدما فلا يؤخره او مقربا فلا يبعده او مجتبى فلا يجتنبه الى ان قال انه كان في يمنى يديه فلا يجعله في اليسرى ذهابا نحو الامر الذي قصد الاشارة اليه بلفظ ومعنى يجريان مجرى المثل له والابداع في المقالة

اللغة: قوله اذنبت اى جنيت واخطيت۔ **المعنی:** اور الفاظ و معانی کی باہمی الفت کے محاسن میں سے ایک تمثیل ہے۔ اور اسکے معنی یہ ہیں کہ شاعر ایک مضمون کا قصد کرے لیکن اسکے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو دوسرے معنی پر دال ہوں اور یہی الفاظ و معانی ملکر اُس مضمون مقصود کی توضیح کردیں اسکی مثال رماح ابن میادہ کا شعر ہے (۱) کیا تونے مجھے اپنی داہنی طرف جگہ نہ دی تھی تو اب اسکے بعد میرا محل بائیں جانب نہ قرار دے۔ (۲) تیرے خصائل حمیدہ اتنے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے بھی تو کام لے تو تیرے عذاب میں ہلاک نہیں ہو سکتا اگرچہ میں تیرا مجرم بھی ہوں (اور جرم نہ کرنے کی صورت میں تو بدرجۂ اولیٰ مجھے کوئی خوف نہ ہونا چاہئیے) پس شاعر نے پہلے شعر میں یہ نہیں کہا کہ وہ اُسکے نزدیک مقدم تھا پس وہ اُسے ماخر نہ کرے یا مقرب بارگاہ تھا تو وہ اُسے اپنے سے دور نہ کرے یا پہلے اُسکی نظر میں وہ برگزیدہ تھا تو اب وہ اُس سے کنارہ کشی نہ اختیار کرلے (یہ سب کلمات چھوڑ کر یہ کہا چونکہ پہلے وہ اُسکے داہنی جانب تھا لہذا اب وہ اُسے اپنی بائیں طرف جگہ نہ دے تاکہ ان الفاظ و معانی سے بطور تمثیل اور اک نئے طریقے سے مقصود کی طرف اشارہ ہو جائے۔

[illegible]

[illegible]

وعلى ذلك قول عمير بن الايهم

راح القطين من الاوطان اوبكروا وصدق ما كان من نهار الامس ما ذكروا

قالوا لنا وعرفنا بعد بينهم قولا فما وردوا عنه ولا صدروا

فكان ليستغنى عن قوله فما وردوا عنه ولا صدروا بان يقول فما تعدوه او فما تجاوزوه ولكن لم يكن له من موقع الايضاح وغرابة المثل ما لقوله فما وردوا عنه ولا صدروا

ومن هذا قول بعض[1] بنى كلاب

دع الشر[2] واحلل بالنجاة تعزلا اذا هو لم يصبغك فى الشر صابغ

ولكن اذا ما الشر ثار دفينه عليك فانضج منه ما انت دابغ

فاكثر اللفظ والمعنى فى هذين البيتين جار على سبيل التمثيل وقد كان يجوز ان يقال مكان ما قيل فيه دع الشر ما لم تنشب فيه فاذ انشبت فيه فبالغ ولكن لم يكن لذلك من الحظ فى الكلام الشعرى والتمثيل الظريف ما لقول الكلابى

اللغة۔ القطين الساكن المتوطن وهو فى قوله اذا هو ضمير الشان۔ **المعنى** اور اسی نہج پر عمیر ابن ایہم کا شعر ہے۔(۱) رہنے والے اپنے گھروں سے صبح کے وقت یا شام کو سفر کر گئے اور اپنے جانے کے متعلق وہ جو کچھ کل کہہ چکے تھے اُسکی آج اُنھوں نے تصدیق کر دی۔(۲) جو کچھ اُنھوں نے کل اپنی زبان سے کہا تھا فراق کے بعد آج ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (غرضکہ اُنھوں نے جو کہا تھا وہی کیا) اور اپنے قول سے وہ شمہ برابر بھی نہ پھرے۔ پس اگر شاعر اس مقام پر فما وردوا عنہ ولا صدروا کی جگہ پر فما تعدوہ یا فما تجاوزوہ کہہ دیتا تو ادائے مطلب کے لیے کافی تھا لیکن جس توضیح و جدت تعبیر پر یہ تمثیل شامل ہے وہ بات اُن جملوں میں نہ پائی جاتی اور اسی باب سے بنی کلاب کے ایک شخص کا شعر ہے۔(۱) شر و فساد سے اپنے کو علیحدہ رکھو اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر جبتک صورت حال ایسی رہے کہ شر کے رنگ سے تجھے کوئی رنگنے والا نہ رنگے (یعنے جس وقت تک کوئی تجھ سے شرارت نہ کرتا ہو اُس وقت تک تو بھی باز رہ۔(۲) لیکن جب دبے ہوئے فتنے اُبھر کر تجھ پر حملہ آور ہونے لگیں اُس وقت تو بھی اُنکی جلد دباغت کے لیے جہانتک ہو سکے خوب پکا (یعنے دفع شر میں سعی بلیغ سے کام لے) پس ان دونوں شعروں کے اکثر الفاظ و معانی تمثیل کے طریقے پر ہیں۔ اس محل پر یوں کہا جا سکتا تھا دع الشر ما لم تنشب فیہ فاذ انشبت فیہ فبالغ مگر سامع کے لیے اسمیں ویسا حظ نہوتا جو شعر کلابی کی پُر لطف تمثیل میں ہے۔

[1] یعنی بنی کلاب میں سے کوئی شخص جس کا نام معلوم نہیں ہوا ۱۲ منہ

[2] ان شعروں کو اسرار البلاغة میں اسطرح وارد کیا ہے دع الشر وانزل بالنجاة تحرزا اذا انت لم یصبغك فى الشر صابغ ولكن اذا ما الشر ارخى قناعه عليك فنجد دبغ ما انت دابغ ۱۲ منہ

ومن هذا قول الآخر

ترکت الرکاب لاربابها / واکرهت نفسی علی ابن الصعق

جعلت یدیّ وشاحا له / فاجزأ ذالک عن المعتنق

قوله جعلت یدیّ وشاحا له اشارة بعیدة لغیر لفظ الاعتناق وھی دالة علیه

ومنه قول یزید بن مالک الغامدی

فان اسمعوا ضبحا زأرنا فلم یکن / شبیها بزار الاسد ضبح الثعالب

فقد اشار الی قوتهم وضعف اعدائهم اشارة مستغربة لها من الموقع بالتمثیل ما لم یکن لو ذکر الشئ المشار الیه بلفظه

ومثل ذالک قول عبد الرحمٰن بن علی ابن علقمة بن عبدة

اوردتهم وصدور العیس مسنفة / والصبح بالکوکب الدریّ منحور

اللغة:- الوشاح القلادة المرصعة بالجواهر وشح واوشحة ووشائح الضبح والضباح صوت الخیل والثعلب والزار والزئیر صوت الاسد والمسنفة بفتح النون من الاسناف وھو الشد بالسناف وھو حبل تشد من التصدیر ثم تقدمه حتی تجعله وراء الکرکرة فیثبت التصدیر فی موضعه یفعل اذا اضطرب تصدیره لخماصه المعنی- اور اسی قبیل سے دوسرے کا شعر ہے۔ (۱) میں نے سواریوں کو تو ان کے سواروں کے حوالہ کیا اور میں نے اپنے دل کو خوف سے مدہوش ہوجانے والے ایک شخص کے مقابلہ پر مجبور کیا۔ (۲) اور ہار کے مثل اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں اس طرح ڈال دیئے کہ پھر اسے گلے ملنے والے کی ضرورت نہ ہوئی یعنی وہ ختم ہو گیا تو فقرہ جعلت یدی وشاحا له معانقہ کی طرف بعید اشارہ ہے اور کوئی لفظ اس مطلب پر (صراحتًا) دال نہیں ہے مگر مقصود اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ اور اسی قسم کا یزید ابن مالک غامدی کا شعر ہے۔ اگر وہ لومڑیوں کی آواز سنائیں گے تو ہم شیر کی طرح ڈھکیں گے اور اور کجا شیر کی ڈکار اور کجا لومڑی کی چیخ پکار۔ پس اس شاعر نے اپنی قوت اور اپنے دشمنوں کی کمزوری کی طرف ایک ایسا غریب اشارہ کیا ہے جسمیں تمثیل کی وجہ سے وہ بات پیدا ہو گئی جو اس مشار الیہ کے صراحتًا ذکر کردینے میں نہ ہوتی۔ اور ایسا ہی عبد الرحمٰن ابن علقمہ ابن عبدہ کا شعر ہے میں نے ان کو اتارا اور اس وقت کا منظر بھی قابل دید تھا کہ ناقوں کے تنگ ہنوز کھولے نہیں گئے تھے بلکہ کسے ہوئے تھے اور عروس صبح کے گلے میں اختر سحر کا جگنو پڑا ہوا تھا۔ تنبیہ۔ ابن الصعق میں بنو الحروب ابن علاء وغیرہ کی طرح

له وصفیت بھی ملحوظ ہے اسلئے اس کی تفسیر میں اس کا ظاہر کردینا ضروری ہے اور شارح نے اس لفظ کی تفسیر بعینہ اسی لفظ سے کردی ہے

له ترکت الرکاب ۔۔۔ اس مصرعہ کو اس طرح وارد کیا ہے و بعض الفوارس ۱۲ منه

له المعتنق ۔۔۔ صاحب ۔۔۔ نے مصنف پر ایسا اعتراض کیا ہے ۔۔۔ کہ اس شعر میں صحیح تمثیل اشارہ نہیں ہے ۔۔۔ میں داخل ہو ۔۔۔

له بالکوکب الدری منحور ۔۔۔ شاعر نے ذکر صبح کی تصریح کردی اور تصریح تمثیل کے منافی ہے لہذا اس شعر کو بہ نسبت باب تمثیل کے اس باب میں ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے ۱۲ منه

له منحور کا معنی ۔۔۔ صادق تحریف ۔۔۔ ۔۔۔ صبح کے گلوپر ۔۔۔ نمایاں تھا ۔۔۔ آیا تھا ۱۲ منه

فقد اشار الی الفجر اشارة ظریفة بغیر لفظه

وکذلک قول اللعین المنقری یصف ناره

رای ام نیران عوانا تکفّها　　　باعرافها هوج الریاح الطرائد

فقد او ما بقوله ام نیران الی قدمها و عوانا الی کثرة عادته لا یقادها ایماء غریبا ظریفا وان کانت العرب تذکر ذلک فی النار کثیرا

وقال بعض الاعراب

فتی صدمته الکاس حتی کانما　　　به فالج من دائها فهو یرعش

فالکاس لا تصدم ولکنه اشار بهذا التمثیل اشارة حسنة الی سکره

وقال عباس بن مرداس

کانوا امام المسلمین دریئة　　　والبیض[1] یومئذ علیهم شمس

یرید ان البیض علیهم قد صارت شموسا۔

اللغة:۔ العوان المتکاملة التامة السن والهوج جمع هوجاء وهی الریح التی تقلع البیوت والدریئة الحلقة یتعلم الطعن والرمی علیها **المعنی**۔ تو شاعر نے طلوع صبح کی طرف بے اسکے صراحۃً ذکر کئے ہوئے اک لطیف اشارہ کیا۔ اسی طرح لعین منقری کا شعر ہے جو اپنی آتش ضیافت کی توصیف کرتا ہے۔ تو اُس (مہمان) نے مدت سے سلگائی ہوئی آگ کو دیکھا جو ہر دفعہ روشن کی جاتی تھی اور اُسکے متعدد شعلوں کو جو مثل بالوں کے کثیر تھے چھائی ہوائیں خاموش ہونے سے روکے ہوئے تھیں اور اُنکو تیز کرتی تھیں تو ام نیران کی لفظ سے شاعر نے آگ کی قدامت کیطرف اشارہ کیا اور عوانا کی لفظ سے اُس کے متواتر مشتعل کرنے کی طرف اک لطیف اشارہ کیا ہے اگرچہ عرب اس کا ذکر آگ کے بارے میں بہت کرتے ہیں۔ اور بعض اعراب نے کہا۔ وہ جوان جسکا سر بوجہ دوران جام شراب (شراب) سے کچھ ایسا ٹکرایا گویا معلوم ہوتا تھا کہ اُسکی ضرر رسانی سے مفلوج ہو کر وہ تھرا رہا ہے لیکن جام شراب سر سے نہیں ٹکراتا مگر شاعر نے اس تمثیل سے خوبی کے ساتھ اُسکے نشہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور عباس ابن مرداس کہتا ہے مسلمانوں کے آگے وہ تیروں کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اور خود اُس دن ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے ہر ایک کے سر پر (چمکتا ہوا ایک) ایک آفتاب ہے مقصود اُس کا یہ ہے کہ خود اُن کے سروں پر (چمک کی وجہ سے) آفتاب بن گئے تھے **تنبیہ**۔ عوان کی تفسیر شارح نے یکو سے کی ہے حالانکہ عوان درمیانی سن کی عورت کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید سورۂ بقر میں ہے لا فارض ولا بکر عوان بین ذلک

[1] صاحب صبا غتین نے لفظ بیض کے تقاضا پر لفظ شمس نقل کیا ہے اور اس مصرعہ کی ان لفظوں میں تفسیر کی ہے اراد تألق البیض فی الشمس فکان علی کل راس شمسا ۱۲ منه

وقد يضع الناس من صفات الشعر المطابق والمجانس وهما داخلان في باب ائتلاف اللفظ والمعنى ومعناهما ان تكون في الشعر معان متغائرة قد اشتركت في لفظة واحدة والفاظ متجانسة مشتقة فاما المطابق فهو ما يشترك في لفظة واحدة بعينها مثل قول زياد الاعجم

ونبئتهم يستنصرون بكاهل — واللؤم فيهم كاهل وسنام

المعنی :- اکثر لوگوں نے مطابق و مجانس یعنی تجنیس تام اور تجنیس ناقص کو بھی صفات شعر میں شمار کیا ہے اور یہ دونوں قسمیں باب ائتلاف اللفظ والمعنی میں داخل ہیں اور مقصود ان دونوں سے یہ ہے کہ شعر میں لفظ واحد یا ایک جنس کے الفاظ سے متعدد معانی مراد ہوں اور یہ اتحاد اشتقاق جنسی کی حیثیت سے ہو۔ مطابق تو یہ ہے کہ ایک لفظ سے جو معنی مراد ہیں بعینہٖ اسی لفظ سے دوسرے معنی مراد لئے جائیں جیسے زیاد اعجم کا شعر ہے - اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ ابو کاہل (شبیب) سے استمداد کرتے ہیں حالانکہ ان کا لمبا اور نمایاں صفت جو بلندی میں بمنزلہ دوش و کوہان ہے ان کا لئیم و کمینہ ہونا ہے (اس شعر میں ایک لفظ کاہل دو معنوں پر مشتمل ہے)۔ **تنبیہ** - زیاد اعجم کے شعر پر شارح نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو کلمہ ونبئتهم ہے اس میں حرف واو غلط ہے اور دوسرے مصرعہ میں واللؤم غلط ہے وللؤم ہونا چاہیئے - کتاب الاغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار بحر طویل میں لکھے گئے ہیں غالباً اسی بنا پر اسمیں دونوں مقام پر حرف واو کو ذکر کیا ہے اور وہ اشعار حاشیہ پر ذکر کردیئے گئے ہیں لہذا شارح کا پہلے مصرعہ میں واو کو غلط قرار دینا بلا وجہ معلوم ہوتا ہے البتہ یہ تغلیط اس وقت صحیح ہوسکتی ہے جبکہ پہلے مصرعہ میں ثلم تسلیم کیا جائے اور بحر طویل میں فعولن کا فعلن قرار دے کر واو کو حذف کردیا جائے۔

+ زیاد اعجم کی ... [illegible] ... انکار کیا اس موقع پر زیاد نے یہ اشعار کہے ۱۲ منہ

[illegible]

وقال الافوہ الازدی

واقطع الھوجل مستانسا ۔ بھوجل عیدانۃ عنتریس

فلفظۃ الھوجل فی ھذا الشعر واحدۃ قد اشترکت فی معنیین لان الاول یعنی الارض والثانی الناقۃ

وکذلک قول ابی دؤاد الایادی

عہدت لھا منزلا داثرا ۔ والا علی الماء یحملن الا

فالال الاولی فی المعنی غیر الثانی لان الاول اعمدۃ الخیام والثانی من السراب

واما المجانس فان تکون المعانی اشتراکھا فی الفاظ متجانسۃ علی جھۃ الاشتقاق

مثل قول زھیر

کان عینی وقد سال السلیل بھم ۔ وجیرۃ ما ھم لو انھم امم

اللغۃ ۔ العیدانۃ اطول مایکون من النخل وعیدان موضع والعید فحل معروف والعنتریس الناقۃ الوثیقۃ وعہدت ای نظرت والسلیل اسم واد **المعنی** اور افوہ ازدی کہتا ہے اور میں بیابان کے بتیل میدان کو قطع کرتا ہوں اس صورت سے کہ اسوقت میرا مونس ایک تیز رو اور مضبوط ناقہ ہوتا ہے جو مقام عیدانہ یا عید سانڈھ کی طرف منسوب ہے ۔ تو اس شعر میں ایک لفظ ہوجل دو معنوں پر مشتمل ہے پہلے ہوجل سے زمین مراد ہے اور دوسرے سے ناقہ اور اسطرح ابودؤاد ایادی کا شعر ہے میں نے محبوبہ کی بوسیدہ منزل کا مشاہدہ کیا اور کچھ خیموں کے ستون دیکھے جو پانی کے محل پر سراب کو نمایاں کرتے تھے یعنے سراب کے ستون پر ہونے کا خیال ہوتا تھا ۔ لیس پہلے اور دوسرے آل کے معنی مختلف ہیں اول سے ستون خیام مراد ہیں اور اس سے سراب ۔ لیکن مجانس (تجنیس ناقص) کے معنی یہ ہیں کہ معانی مختلفہ میں ایک جنس کے الفاظ مشترک ہوں اور ان میں مجانست بطریقۂ اشتقاق ہو جیسے زہیر کا شعر ہے جبکہ وادی کا نشیب انکے قافلہ کو بہائے لئے جارہا تھا یعنی وہ نہایت تیزی سے جارہے تھے اور یہ میرے ہمسایہ لوگ کیا بتاؤں کون لوگ ہیں کاش انکی قربت مجھے حاصل ہوتی غرضکہ ایسے وقت میں جب یہ لوگ رخصت ہو رہے تھے میری آنکھیں (اسطرح جاری تھیں جیسے پانی سے بھرا ہوا الخ) اول ۔ اس شعر میں سال اور سلیل میں تجنیس ہے **تنبیہ** ۔ مصرعہ والا علی الماء الخ کی تفسیر شارح نے بعید عن الرامی سے کی ہے حالانکہ لفظوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اظہار حقیقت کررہا ہے کنایہ ومجاز مقصود نہیں ۔ سراب کا ذکر ہے اسلئے ظاہر میں دھوکا ہوتا ہے ۔

م لکھا ہے ۱۲ منہ ۵۵ ماھم ہونا چاہیئے ہمزہ اور واو غلط معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ عسہ صناعتین میں عیرانۃ عنتریس اور عمدۃ میں عیرانۃ عیطموس

ومثل قول العوام في يوم الغطالي

وفاض[51] اسيراهايه وكانما — مفارق مفروق تغشين عندما

ومثل قول حيان بن ربيعة الطائي

لقد علم القبائل ان قومي — لهم حد[52] اذا لبس الحديد

ومثل قول الفرزدق

جفاف[53] اجف الله منه سحابه — واوسعهم من كل ساف وصاحب[54]

ومثل قول الكميت

فقل لجذام قد جذ متم وسيلة — الينا كمختار الرداف على الرحل

اللغة السافي ريح تحمل التراب والحاصب ماتناثر من دقاق الثلج والبرد او السحاب الذي يرمي بها والجذم القطع **المعنی** - اور جیسے عوام جنگ غطالی کے متعلق کہتا ہے - اور ہانی نے حالت اسیری میں گرمی کا زمانہ گذارا اور مفروق اسطرح قتل کیا گیا کہ اسکے سر کا تمام حصہ دم الاخوین کی طرح خون سے رنگین نظر آتا تھا اس شعر میں مفارق و مفروق کے درمیان تجنیس ہے - اور جیسے حیان ابن ربیعہ طائی کا شعر ہے - تمام قبیلے اس بات کو جانتے ہیں کہ میری قوم جبکہ بہادران جنگ آہنی ہتھیاروں سے مسلح ہوں نہایت سخت اور تیز بازو والی ہے (یہاں حد و حدید میں تجنیس ہے - اور جیسے فرزدق کا شعر ہے - خدا اپنے ابر رحمت کی بارش کو وادی جفاف سے روک دے اور تباہ و برباد کرنے والی ہواؤں کے ذریعہ سے اسکو بالکل فنا و برباد کر دے - اس شعر میں جفاف اور اجف میں تجنیس ہے - اور ایسا ہی کمیت کا شعر ہے - پس قبیلہ جذام سے کہدو کہ تم ہم سے قطع تعلقات کر کے دوسروں کی طرف اس طرح مائل ہو گئے جیسے کوئی (عمداً) پالان کو چھوڑ کر پس پشت بیٹھنے والے کی جگہ اختیار کر لے - (اس شعر میں جذام اور جذ متم کے درمیان تجنیس ہے) - تنبیہ - عوام کے شعر میں شارح نے لفظ مفارق کے معنی گھاٹی اور مفروق کے معنی پہاڑ کے لکھے ہیں - حالانکہ واقعۂ غطالی کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفروق ایک شخص کا نام تھا جو اس جنگ میں قتل کر ڈالا گیا تھا اور مفارق سے مراد اس کا سر ہے جسکے خون آلودہ ہونے کی تشبیہ شاعر نے دم الاخوین سے دی ہے - نیز فرزدق کے شعر میں لفظ جفاف

ومثل قول مسکین الدارمی

واقطع الخرق بالخرقاء لاهية ... اذا الکواکب کانت فی السما سرجا

وکما قال النعمان بن بشیر لمعاویة بن ابی سفیان

الم تبتدرکم یوم بدر سیوفنا ... ولیلك عما ناب قومك نائم

وقال ذوالرمة

کان البری والعاج عیجت متونه ... علی عشر نهی به السیل ابطح

اللغة:- الخرق الفلاة الواسعة والخرقاء الناقة والبری جمع برة وهی علی ما فی الصحاح حلقة من صفر تجعل فی لحم انف البعیر وربما کانت من شعر وقد اهمل القاموس هذا الجمع والمراد بالعاج سوار العاج والعشر شجر۔ **المعنی** ۔ اور اسی طرح مسکین دارمی کا شعر ہے اور میں جنگلوں اور میدانوں کو شب کے وقت جبکہ آسمان پر تاروں کی قندیلیں معلق ہوں ایسے بے پروائی کے ساتھ چلنے والے ناقے کے ذریعہ سے قطع کرتا ہوں جو فرط نشاط سے لہو ولعب کرتا چلتا ہے۔ اور جیسے نعمان ابن بشیر نے معاویہ ابن ابی سفیان کی طرف خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کیا روز بدر ہماری تلواریں تم لوگوں پر فوراً نہیں آ پڑیں اس حال میں کہ تمہیں اپنی قوم کے مصائب کی خبر نہ تھی اور غفلت کی حالت میں گویا تمام رات تم سوتے رہے۔ (یہاں تبتدر اور بدر میں تجنیس ہے) اور ذوالرمہ کہتا ہے (اس کے نزاکت اعضاء کی یہ کیفیت ہے کہ کہنا چاہیے کہ) گویا اس کے بازو بند اور ہاتھی دانت کے کنگن درخت عشر کی ہری اور چکنی ٹہنیوں میں پہنائے گئے ہیں جس کو زمین لپیٹ نے انتہا تک پہونچنے والے سیلاب کے ذریعہ تروتازہ رکھا ہے (یہاں عاج اور عیجت میں تجنیس ہے)۔

---

۱ اس شعر سے تمہید ربیعہ کے شعر سے پہلے کا شعر نقل کیا گیا ہے۔ اس شعر سے پہلے تیار
ارمالی سید میں ہے جیت بنیتہا + اذا ما کان نشبا فی المصلات الحاد
یا بیت من یبی ادیم خلقی لمن دامت خلیقتہ + فاصح الجوالا
واعتبلها + واقطع الخرق بالخرقاء قد جعلت الخ۔ مالا رقد ۱۲ منہ
احیانا الیمن منزجا + الا سیجعل لی من بعدہ فرجا ۱۲ منہ
انہ من امر ما کرہہ + وتبدیل نقل کیا ہے
تنا غیر عنبتین و غیرہ میں الشبہ اعطافا وجیدا
من کتاب الصنا ۱۲ منہ

۲ اس شعر میں لفظ ہی الشجر و املح وملی
یعنی جمع میں سے ہی الشعیب سنی معلوم ہوتی
۳ اس شعر میں لفظ نہی کی بیٹی عنبتین اور
وتتقلت + وصیۃ منہا بعد الصنا عنبتین میں
۴ حوالہ کتاب العمدۃ

نہی نقل کیا ہے اور کتاب الاغانی ابن جنی میں ایک مقام پر نہی اور دوسری جگہ نہی کی ہے اور ابن اثیر کی تفسیر میں کہا ہے کہ عاج عطف والعشر بالضم الذی التی تنزل الثمرۃ التلیلۃ والتہی اسم ما قال ابن المعتز ای بلغ نہی بہ السیل ای بلغ بہ الی نہی کی تفسیر میں لکھا ہے ذہب۔ ابن جنی نے کتاب العمدہ میں لدونۃ۔ وانا اقول معناہ تراجع بہ السیل فیہا وہو المعنی وذلک انہ لما اراد ابن المعتز تراجع بالسیل فیہا جعل نہایۃ ہنا رکذ فانہ الہم الا ان یکون معناہ یجد منصرفا فاقام انتہی۔ والاکثر والعمدۃ فی النظم ۱۲ منہ

وقال رجل من بنی عبس

ان ذل جارکم[له] بالکرہ حالفکم   وان انفکم لا یعرف الا انفا

وقال المرار

واعطفنی ان اری زائرا   واختلف الحی قوما خلوفا

نعت ائتلاف اللفظ والوزن

وھو ان تکون الاسماء والافعال فی الشعر تامة مستقیمة کما بنیت لم یضطر الامر فی الوزن الی نقضھا عن البنیة بالزیادة علیھا والنقصان منھا وان تکون اوضاع الاسماء والافعال والمؤلفة منھا وھی الاقوال علی ترتیب ونظام لم یضطر الوزن الی تاخیر ما یجب تقدیمه ولا الی تقدیم ما یجب تاخیره منھا ولا اضطر ایضا الی اضافة لفظة اخری یلتبس المعنی بھا بل یکون الموصوف مقدما والصفة مقولة علیھا

اللغة :- الخلوف من لا خیر فیه والذین ذھبوا من الحی **المعنی** اور بنی عبس کا ایک شخص کہتا ہے اگر (اتفاق سے) تمھارے ہمسایہ کو تمھارا ساتھ دینا پڑا تو وہ بجبوری تمھارا حلیف بنتا ہے یعنی اُسکی نگاہوں میں تمھاری کوئی وقعت نہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ تمھاری ناک بوئے حمیت سے آشنا نہیں ہے۔ اور مرار کہتا ہے۔ اور مجھ کو اُس نے اس بات سے روک دیا کہ میں کسی سے ملاقات کرتا ہوا دکھائی دوں اور قبیلہ یا محلہ میں بے منفعت اور نا کارہ لوگوں کے پاس آمدورفت کروں اس شعر میں اختلف اور خلوف کے درمیان تجنیس ہے۔ تالیف الفاظ و وزن کی تعریف یہ ہے کہ اسماء و افعال شعر کے اپنی بناء کے موافق صحیح و سالم ہوں اور وزن کی رعایت نے اُنکے اصل کے خلاف زیادتی و کمی کر دینے پر شاعر کو مجبور نہ کیا ہو۔ اور یہ کہ کلام کے جملوں اور اسماء و افعال کے مفردات کی وضع ترتیب و نظم کے ساتھ واقع ہوئی ہو اور جس لفظ کو مقدم کرنا لازم ہے اُسے مؤخر اور جسے مؤخر کرنا ضروری ہے اُسے مقدم صرف وزن کی ضرورت سے نہ کیا گیا ہو اور نہ وزن کی مراعات سے کسی دوسرے لفظ کا اضافہ کیا گیا ہو جس سے مطلب مشتبہ ہو جاتا ہو بلکہ جو شئے موصوف ہو اُس کو (حسب قاعدہ) مقدم کیا جائے اور جو صفت واقع ہو اُسے موصوف کے واسطے ثابت کرنے کے لئے مؤخر رکھا جائے

له ان ذل ستر لب

الصناعتین میں ان شعروں کو اس طرح

پڑھا گیا ہے — م البلغ لن یاتی

نبی سحب... متغلغلة وان الاذی

بجهها قد مات او دنفا ×

وذا کم ان ذل الجار حالفکم

وان انفکم لا یعرف الا انفا ۔۔۔۔۔۔۔۔

وغير ذلك مما لو ذهبنا الى شرحه لاحتجنا الى اثبات كثير من صناعتى المنطق والنحو فى هذا الكتاب فكان يصعب النظر فيه على اكثر الناس ولكن فى ما اجملته فى هذا القول واشرت اليه من التنبيه على الطريق التى يعرف بها جودة هذا الباب ما كفى واغنى عند ذوى القرائح السليمة ومن قد تعلق ببعض الاداب السهلة ومن هذا الباب ايضا ان لا يكون الوزن قد اضطر الى ادخال معنى ليس الغرض فى الشعر محتاجا اليه حتى اذا حذف لم تنقص الدلالة بحذفه او اسقاط معنى لا يتم الغرض المقصود الا به حتى ان فقده قد اثر فى الشعر تاثيرا بان موقعه ولما ات فى هذا الباب بامثلة لان كل شعر سليم مما ذكرت مثال لذلك فاما الاشعار التى لا تسلم منه فانا اذكرها فى باب عيوب الشعر ان شاء الله تعالى

نعت ائتلاف المعنى والوزن

هو ان تكون المعانى تامة مستوفاة لم تضطر باقامة الوزن الى نقصها عن الواجب ولا الى الزيادة فيها عليه وان تكون المعانى ايضا مواجهة للغرض لم تمتنع عن ذلك وتعدل عنه من اجل اقامة الوزن والطلب لصحته

المعنی:- اور اسکے علاوہ اور قواعد کا لحاظ بھی ضروری ہے جنکی اگر ہم شرح کرنے بیٹھیں تو اس کتاب میں فن منطق ونحو کے اکثر مسائل ثابت کرنے کی ہیں حاجت ہو جسکی وجہ سے اکثر لوگوں کو انکے سمجھنے میں دقت و دشواری درپیش ہو- اور لیکن ہمارا یہ مجمل بیان اور وہ تنبیہات جن سے اس باب کی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں صاحبان طبع سلیم اور نیز ان لوگوں کے لئے کافی ہیں جن کا مذاق ادبیات کے سہل و آسان کچھ اصول سے بھی آشنا ہے - اور اسی باب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ شاعر کو مراعات وزن نے ایسے مطلب کو داخل شعر کردینے پر مجبور نہ کیا ہو جسکی شعر میں بالکل ضرورت نہ ہو یہانتک کہ اگر اسکو ساقط کردیا جائے تو اسکی وجہ سے مطلب میں کسی قسم کا نقصان نہ واقع ہو- یا (اسیطرح) وزن کی پابندی کی وجہ سے کسی ایسے ضروری مطلب کو ساقط نہ کردیا جائے جسکے بغیر غرض مقصود تمام نہوتی ہو یہانتک کہ اگر وہ ساقط کردیا جائے تو شعر میں اس نقصان کا نمایاں اثر ظاہر ہوجائے - اور اس باب (ائتلاف اللفظ والوزن) میں ہم نے مثالیں اسلئے نہیں پیش کیں کہ ہر شعر جو عیوب مذکورہ سے پاک ہوگا وہ اسکی مثال بن سکتا ہے لیکن وہ اشعار جو ان عیوب سے سالم نہوں انکا ہم ذکر عیوب شعر کے باب میں انشاء اللہ تعالی کرینگے

معنی اور وزن کے باہمی ائتلاف کی خوبی

یہ ہے کہ شاعر جس مضمون کو ادا کرنا چاہتا ہو وہ پوری طرح بالتمام ادا ہوجائے وزن کی پابندی کی وجہ سے اس مضمون کو کم یا زیادہ کرنے کی احتیاج نہ ہو- اور یہ کہ وہ مضمون شاعر کی غرض مقصود کے بالکل مطابق بھی ہو ایسا نہ ہو کہ صرف وزن کے محفوظ رکھنے کے خیال اور اسکی صحت کے درپے ہونے میں اس غرض مقصود سے انحراف ہوجائے-

سلہ لا تسلم منہ ہونا چاہئے کما لا یخفی ۱۲ منہ

والسبب فی ترکنا ان ناتی بهذا الجنس بامثلة الشعر هو السبب فی ترکنا ذلك فی باب ائتلاف اللفظ مع الوزن ونحن نذکر ما یجب ذکره من امثلة عیوب هذا الباب فی جملة ما سنذکره من عیوب الشعر

نعت ائتلاف القافیة

هو مع ما یدل علیه سائر البیت ان تکون القافیة متعلقة بما تقدم من معنی البیت تعلق نظم له وملائمة لما مر فیه فمن انواع ائتلاف القافیة مع ما یدل علیه سائر معنی البیت۔

باب التوشیح

وهو ان یکون اول البیت شاهدا بقافیته ومعناها متعلقا به حتی ان الذی یعرف قافیة القصیدة التی البیت منها اذا سمع اول البیت عرف آخره وبانت له قافیته

(المعنی) - اور اس قسم کے اشعار کی مثالیں نہ ذکر کرنے کی وہی وجہ ہے جو باب ائتلاف اللفظ مع الوزن میں مثالوں کے ترک کردینے کی وجہ تھی یعنی یہ کہ ہر وہ شعر جو عیوب مذکورہ سے خالی ہو اسکی مثال بن سکتا ہے۔ اور ہم اس باب کے عیوب کی ضروری و لازم الذکر مثالیں عیوب شعر کے سلسلۂ ذکر میں عنقریب بیان کریں گے۔

قافیہ کے مضمون شعر سے مانوس ہونے کی خوبی

یہ ہے کہ شعر اپنے تمام مضمون پر دال ہونے کے باوجود ایسا ہو کہ قافیہ اُس معنائے شعر سے کمال ارتباط اور مزید مناسبت رکھتا ہو۔ پس قافیہ کے تمام مضمون شعر کے ساتھ مانوس ہونے کے اقسام میں سے ایک قسم توشیح ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شعر میں ابتدا ہی سے ایسے علامات ہوں جن سے قافیہ اور اُسکے معنائے متعلقہ کی شناخت ہوجائے اور اُس معنائے قافیہ کو مضمون شعر سے اتنا تعلق ہو کہ جو شخص قصیدہ کے گزشتہ قوافی پر مطلع ہو وہ شعر کا پہلا مصرعہ سنتے ہی اُسکے آخر کا قافیہ پہچان جائے

مثال ذلك قول الراعي

وان وزن الحصى فوزنت قومي   وجدت حصى ضريبتهم رزينا

فاذا سمع الانسان اول هذا البيت استخرج منها لفظة قافيته لانه يعلم ان قوله وزن الحصى سياتي بعده رزين لعلتين احداهما ان قافية القصيدة توجبه والاخرى ان نظام المعنى يقتضيه لان الذي يفاخر برجاحة الحصى ينبغي ان يقول في حصاه انه رزين

وقول عباس بن مرداس

هم سوّدوا هجنا وكل قبيلة   يبين عن احسابها من يسودها

فمن تامل هذا البيت وجد اوله يشهد بقافيته ـ

وقول نصيب

فقد ايقنت ان ستزول ليلى   وتحجب عنك ان نفع اليقين

وقول مضرس بن ربعي

تمنيت ان القى سليما ومالكا   على ساعة تنسى الحليم الامانيا

اللغة ـ الهجين اللئيم وعربي ولد من امة ومن ابوه خير من امه جمع هجن وغير ذلك وقوله سيتبين من البين بمعنى الفراق **المعنی** ـ اسکی مثال میں راعی کا یہ شعر ہے ـ اور اگر سنگریزے وزن کئے جائیں اور ان کے ساتھ میں اپنی قوم کا موازنہ کروں تو ان (قوم) کے مقام سکونت یعنی ضریبۃ کے سنگریزوں کو زیادہ وزنی پاؤں (یعنی ہماری قوم نہایت بلند پایہ اور عظیم المرتبہ ہے اس شعر کے الفاظ اسطرح واقع ہوئے ہیں) کہ ابتدائی کلمات ہی سنکر انسان اسکے قافیہ کو نکال سکتا ہے ـ اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ وزن الحصی کہنے کے بعد عنقریب رزین کی لفظ آنیوالی ہے دو وجہوں سے ایک تو یہ کہ قصیدہ کا قافیہ مقتضی اسی کو ہے اور دوسرے یہ کہ نظم معنی (یا نظم بیت) اسکو چاہتا ہے کیونکہ جو شخص سنگریزوں کے وزن کے ذریعہ سے اظہار مفاخرت کرنا چاہتا ہے اسکو لازم ہے کہ اپنے زمین کے سنگریزوں کا رزین ہونا ثابت کرے اور اسیطرح عباس ابن مرداس کا شعر ہے ـ اُن لوگوں نے کم اصلوں کو اپنے سردار بنا لیا (اور اُنکی رذالت ورذالت پر نظر کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ انھوں نے بیجا نہیں کیا) اسلئے کہ ہر قبیلہ کے حالات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اُنکو کس حیثیت کے سردار کی ضرورت ہے ـ تو جو شخص اس شعر پر تامل سے نظر کرے گا وہ اسکی ابتدا کو قافیہ کا شاہد پائے گا ـ اور ایسا ہی نصیب کا شعر ہے ـ اگر لیلٰی کے چلے جانے کا یقین کچھ مفید ہوسکتا ہے تو مجھے یقین ہوگیا کہ عنقریب وہ چلی جائے گی اور تیری نظروں سے پوشیدہ ہوجائیگی اس شعر کے بھی ابتدائی الفاظ مثل ایقنت وغیرہ کے اس امر کو صاف اور یقینی طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ اسکا قافیہ یقین ہی ہوگا ـ اور مضرس ابن ربعی کہتا ہے ـ مجھے سلیم اور مالک سے ملنے کی ایسے نازک وقت (حالت جنگ) میں آرزو ہوئی جبکہ صاحب صبر واستقلال بھی اپنے ارمانوں کو فراموش کرجاتا ہو (اس شعر کے بھی پہلے مصرعہ میں تمنیت وغیرہ کی لفظیں بتا رہی ہیں کہ اسکا قافیہ امانیا ہوگا ـ تنبیہ ـ ضریبۃ بروزن عنبۃ مقام کا نام ہے اسکو

له اس کا بہ معنا تیس میں ضریۃ بہم نقل کیا ہے ـ ۱۲ منہ

سله یفاخره میں اس کی ضمیرات زین سیاہ محرم سوتی ۱۲ منہ

ومن انواع ائتلاف القافية مع سائر معنى البيت

الايغال[له]

وهو ان ياتى الشاعر بالمعنى فى البيت تاما من غير ان يكون للقافية فى ماذكره صنع ثم ياتى بها لحاجة الشعر فيزيد بمعناها فى تجويد ماذكره من المعنى فى البيت كما قال امرؤ القيس ـ

كان عيون الوحش حول خبائنا　　وارحلنا الجزعُ الذى لم يثقب

فقد اتى امرؤ القيس على التشبيه كاملا قبل القافية وذلك ان عيون الوحش شبيهة به ثم لما جاء بالقافية اوغل بها فى الوصف ووكده وهو قوله الذى لم يثقب فان عيون الوحش غير متقبة وهى بالجزع الذى لم يثقب ادخل فى التشبيه

اللغة :- الجزع بالفتح وبكسر الخرز اليمانى الصينى فيه سواد وبياض تشبه به الاعين - **المعنى**

اور قافیہ کے تمام معانئے شعر سے مرتبط ہونے کی قسموں میں سے ایک قسم ایغال ہے اور اسکی تعریف یہ ہے کہ شاعر (قافیہ تک پہونچنے کے پہلے) کسی مضمون کو اپنے شعر میں پوری طرح ادا کردے جسکے بعد اُس مطلب کو تمام کرنے میں قافیہ کی چنداں حاجت باقی نہ رہے مگر وہ قافیہ کو ضرورتِ شعر کی وجہ سے لائے اور اُس لفظ قافیہ کے معنی سے مضمون شعر کی عمدگی اور خوبی میں ایک ضروری اضافہ کردے جیسے امرالقیس نے اس شعر میں کیا ہے - ہمارے خیموں اور پالان شتر کے آس پاس شکار کئے ہوے وحشی جانوروں کی سفید و سیاہ رنگ آنکھیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے جزع یمانی کے نگینے جنمیں ہنوز سوراخ نہوا ہو بیں شک نہیں امرالقیس نے قافیہ کے پہلے (ہی) تشبیہ کو کامل طور پر ظاہر کردیا اور بدا سلیے کہ وحشی جانوروں کی آنکھیں جزع یمانی سے مشابہ ہوتی ہیں (مگر اُس نے اسیر اکتفا نہ کی) بلکہ قافیہ میں لم یثقب کہکر اس لفظ سے توصیف میں زیادتی اور قوت پیدا کردی اسلیے کہ صحرائی جانوروں کی غیر متقب آنکھیں ناسفتہ جزع یمانی سے زیادہ مشابہ ہوتی ہیں (جانوران صحرائی کی آنکھیں زندگی میں بالکل سیاہ ہوتی ہیں مگر مرجانے کے بعد سفیدی سیاہی کے ساتھ نمایاں ہوجاتی ہے ایسی ہی حالت میں جزع یمانی سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے یہ تشبیہ نہایت جید و لطیف ہوگئی)۔

له ایغال کو بعض علماء نے [illegible]

[illegible]

وقال زهير

كان فتات العهن فی کل منزل نزلن بہ حب الفنا لم یحطم

فالعهن هو الصوف الاحمر والفنا حب تنبته الارض احمر فقد اتی علی الوصف قبل القافیة لکن حب الفنا اذا کسر کان مکسرہ غیر احمر فاستظهر فی القافیة لما ان جاء بها بان قال لم یحطم فکانه وکد التشبیه بالغالد فی المعنی

ومثله

اذا ما جری شاؤین وابتل عطفه تقول هزیز الریح مرت باثاب

فقد تم الوصف والتشبیه قبل القافیة لانہ یکفی ان یشبہ حفیف جری الفرس بالریح فلما اتی بالقافیة اوغل ایغالا زادبه فی المعنی وذلك ان الاثاب شجر للریح فی اغصانه حفیف شدید۔

اللغة:۔ الفتات ما تفتت ای اندق وانکسر والعهن الصوف المصبوغ والفنا عنب الثعلب ولم یحطم ای لم یکسر والشأو الطلق وتعطف الفرس ناحیته وهزیز الریح صوتها ودویها والاثاب شجر **المعنی**۔ اور زہیر نے کہا۔ اُن کے پردے سے گرے ہوئے سُرخ اور گول اونی ریزے جس منزل میں وہ اُتریں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکو کے سُرخ مسلّم دانے۔ پس عهن سُرخ اون کو کہتے ہیں اور فنا سرخ دانے ہیں جو زمین سے اُگتے ہیں۔ تو زہیر نے قافیہ کے قبل ہی پوری تشبیہ ظاہر کردی لیکن دانہ مکو شکستہ ہونے اور پسنے کے بعد چونکہ سرخ نہیں رہتا اسلئے قافیہ کے محل پر لم یحطم کہہ کے شاعر نے تشبیہ میں قوت پیدا کردی۔ اور اسی طرح یہ دوسرا شعر ہے۔ جب وہ گھوڑا ایک دوڑ کے بعد دوسری دوڑ شروع کرے اور پہلو اُس کے پسینہ سے تر ہوجائیں تو رفتار کی آواز سن کر تو کہنے لگے کہ یہ ہوا کی آواز ہے جو اثاب کے درختوں سے گزرے۔ پس وصف وتشبیہ تو قافیہ کے پہلے ہی تمام ہوگئی اسلئے کہ رفتار فرس کی آواز کی تشبیہ ہوا سے دینا تشبیہ تام ہے لیکن قافیہ میں مبالغہ ظاہر کرکے اس کے معنوں میں اور قوت پیدا کردی کیونکہ درخت اثاب کی شاخوں سے جب ہوا ٹکراتی ہے تو نہایت شدید آواز پیدا ہوتی ہے۔

لـه بعض مطبوعہ نسخوں میں فی کل منزل نقل کیا ہے اور بعض روایت اور العمدہ ج ۲ ص ۶۰ اور ۱۲۰ میں بہ کی جگہ بہا نقل ہوا ہے نیز دیگر کتب میں حب الفنا بالقاف نقل کیا ہے اور بعض مطبوعہ نسخوں میں بھی اسی طرح روایت کی ہے لیکن مجموعہ ثمینہ اور العمدہ وغیرہ میں حب الفنا بالفاء نقل کیا ہے اور اول الذکر کتاب میں تشبیہ النعلب ہے اسکی تفسیر بھی کتاب میں موجود ہے اور آخر الذکر کتاب میں حب الفنا شجر لہ حب احمر فیہ نقط سود (کذا) منہ تعمل الخرز وتسمی عنب الثعلب

لـه شعر امرءالقیس کے دیوان میں ہے اس لفظ سے اس طرح ہے لیکن تعریف کے بعض نسخوں میں قبل کا شعر تریاکی قافیہ یہ ہے بعض نے نقل کیا ہے یا یعنی اثاب سے اور واستحصد بیان میں الغیث ما کہیل فی میں شروح مطبوعہ ۱۲ منہ

و مما یدل علی ان المعانی قد کانت فی نفوس الناس قدیما ان ابا العباس محمد بن یزید النحوی قال حدثنی[بلوه] التوری قال قلت للاصمعی من اشعر الناس فقال من یاتی الی المعنی الخسیس فیجعله بلفظه کبیرا او الی الکبیر فیجعله بلفظه خسیسا او ینقضی کلامه قبل القافیة فاذا احتاج الیها افاد بها معنی قال قلت نحو من قال نحو ذی الرمة حیث یقول -

قف العیس فی اطلال میة فاسأل رسوما کاخلاق الرداء المسلسل

فتم کلامه قبل المسلسل ثم قال المسلسل فزاد شیئا ثم قال

اظن الذی یجدی علیک سؤالها دموعا کتبدید الجمان المفصل

فتم کلامهم[؟] ثم احتاج الی القافیة فقال المفصل فزاد شیئا

اللغة :- العیس الابل البیض یخالط بیاضها شقرة و المسلسل من الثوب الردئی النسیج والتبدید التفریق والجمان اللؤلؤ او هنوات اشکال اللؤلؤ من فضة الواحدة جمانة ۔

المعنی ۔ اور اس مطلب کی دلیل میں کہ مضامین لوگوں کے نفوس میں قدیم زمانہ سے موجود تھے (اور اس باب میں متقدمین و متاخرین سب متحد الخیال ہیں) یہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے ۔ ابو العباس محمد ابن یزید نحوی کا بیان ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے توری نے بیان کیا کہ میں نے (ایک دفعہ) اصمعی سے دریافت کیا کہ (تمہارے نزدیک) اشعر الناس کون ہے تو اُس نے جواب میں کہا کہ جو معمولی اور مبتذل مضمون کو اپنے لفظوں سے مہتم بالشان اور وقیع بنادے یا بلند سے بلند مطلب کو اپنے الفاظ کے زور سے پست کر کے دکھادے یا یہ کہ کلام تو اُس کا قافیہ کے پہلے ہی ختم ہو چکا ہو مگر جب اُسکو قافیہ کی ضرورت پڑے تو وہ اُسے بطور مجبوری نہ لائے بلکہ اُسکے ذریعہ سے معنوں میں ایک خوبی پیدا کر دے توری کہتا ہے کہ میں نے اصمعی سے کہا کہ ایسا شعر کس کا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ جیسے ذوالرمہ کہتا ہے ۔ منزل میتہ کے خرابے میں سفید رنگ ناقوں کی مہار روک کر اُن نشانوں سے سوال کر جو گزوری بناوٹ والی کہنہ چادر کے مثل بوسیدہ ہو گئے ہیں ۔ پس لفظ مسلسل کے پہلے اُسکا کلام ختم ہو چکا تھا مگر مسلسل کی لفظ کہکر معنی میں کچھ اور زیادتی کر دی پھر کہتا ہے ۔ سوال منزل سے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا لیکن میرا خیال ہے کہ اُس سے دریافت کرنے سے جو چیز تیرے لئے نفع بخش ہوگی وہ صرف تیری آنکھوں کے آنسو ہیں جو بڑے دار موتیوں کے مالے کی طرح (لحظہ بہ لحظہ مسلسل) جاری ہیں تو اُس کا کلام قافیہ کے قبل تمام ہو چکا تھا پھر جب اُسکی ضرورت ہوئی تو مفصل کی لفظ کہکر اک بات پیدا کر دی ۔

کتاب الصناعتین میں تعدی کے تعارف میں تعدی نقل کیا ہے ۔ ۱۲ منہ

۱۲ ھ ۔۔۔۔ ۱۲ منہ

قال قلت ونحو من قال الاعشی حیث قال

کناطح صخرۃ یوما لیفلقھا فلم یضرھا واوھی قرنہ الوعل

فتمم مثلہ الی قولہ قرنہ ثم احتاج الی القافیۃ فقال الوعل مفضلا علی کل ماینطح قال کیف قال لانہ ینحط من قلۃ الجبل علی قرنہ فلا یضرہ

الفصل الثالث

واذ قد اتیت علی ما ظننت انہ نعت للشعر وعددت اجناس ذلک وفصلت انواعہ فالآن احب ان ابتدئ بذکر عیوب الشعر واذکر اجناس ذلک علی الترتیب الذی رتبت النعوت علیہ وبحسب تلک السیاقۃ

اللغات: نطح ای اصاب بقرنہ وقولہ لم یضرھا من ضارہ الامر یضیرہ ویضورہ ضیرا وضورا ای ضرہ والوعل تیس الجبل **المعنی**۔ نوری کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ اور کس نے ایسا کہا ہے تو کہا مثل اعشیٰ کے جو کہتا ہے۔ جیسے پتھر پر سینگ مارنے والا جانور جو کسی روز اسے شگافتہ کرنے کی غرض سے ٹکر لگائے پس پتھر کو تو وہ کچھ نقصان نہ پہونچا سکے لیکن مینڈھا (بیچارہ) اپنا ہی سینگ کمزور کردے۔ (یہی حال یزید کا میری عداوت اور بیخکنی کے متعلق ہے۔ پس تشبیہ لفظ قرنہ تک تمام ہوچکی تھی پھر قافیہ کی جو ضرورت ہوئی تو الوعل کہدیا تاکہ ہر شاخ مارنے والے کی قوت پر مینڈھے کی فضیلت ظاہر ہو نوری کہتا ہے کہ خاص طور سے وعل کا کیوں ذکر کیا تو اُس نے جواب دیا اسلئے کہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنے سینگوں کے بل نیچے اُترتا ہے لیکن اس سے پہاڑ کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

فصل تیسری

اور جبکہ میں اُن صفات کو جنھیں اپنے خیال میں نعت شعر سمجھتا تھا بیان کرچکا اور اُن کے تمام انواع واقسام کو تفصیلاً شمار کراچکا تو اب میں چاہتا ہوں کہ عیوب شعر اور اُسکے اقسام کا بھی اُسی ترتیب وسیاق کے ساتھ ذکر کروں جس ترتیب سے میں نے نعوت کا (اچھی) ذکر کیا۔ **تنبیہ** اعشی کے شعر میں کلمۂ لم یضرھا کو شارح نے ضرّ یضُرّ (نصر ینصر) سے قرار دیتے ہوئے یہ تبصرہ کیا ہے کہ شاعر نے ضرورت شعری کیوجہ سے مشدد کو مخفف کردیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاعر کو اس ضرورت کے ارتکاب کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ ضار یضیر اور یضور (ضرب ونصر) دونوں باب سے آیا ہے اس لئے لم یضرھا بالکل صحیح ہے اور ضرورت شعری کا یہ کوئی محل نہیں ہے۔

لہ پتھر عشی نے یہ شعر یزید بن مسہر شیبانی کی ہجو میں کہا اس نے ... [illegible]

الاکبر ... [illegible]

عیوب اللفظ

ان یکون ملحونا و جاریا علی غیر سبیل الاعراب واللغة و قد تقدم من استقصی هذا الباب وھم واضعوا صناعة النحو وان یرتکب الشاعر فیه مالیس یستعمل ولا یتکلم به الاشاذا و ذلك ھو الحوشی الذی مدح عمر بن الخطاب زھیرا بمجانبته له و تنکبه ایاه فقال کان لا یتبع حوشی الکلام وھذا الباب مجوز للقدماء لیس من اجل انه حسن لکن من شعرائھم من کان اعرابیا قد غلبت علیه العجرفة ومست الحاجة الی الاستشھاد باشعارھم فی الغریب ولان من کان یاتی منھم بالحوشی لم یکن یاتی بہ الی علی جھة التطلب والتکلف لما استعمله منه لکن لعادته و علی سجیة لفظه فاما اصحاب التکلف لذلك فھم یاتون منه بما ینافر الطبع و ینبو عنه السمع

اللغة:۔ الملحون من اللحن وھو الخطاء فی الاعراب، العجرفة الجفوة فی الکلام

المعنی۔ لفظ کے عیوب یہ ہیں کہ وہ غلط ہو اور اعراب و لغت کے معینہ طریقہ کے وہ خلاف ہو اور سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ اس باب کا علماء نحو نے پوری طرح استیعاب کر لیا ہے اور یہ بھی عیوب لفظ میں داخل ہے کہ شاعر ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو زیادہ استعمال ترک کئے جاتے ہوں اور کلام میں اُنکا ذکر شاذ و نادر ہوتا ہو یعنی وہی غیر مانوس اور وحشی الفاظ جن سے پرہیز کرنے کے متعلق عمر ابن خطاب نے زہیر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ غیر مانوس الفاظ سے اُسکا کلام پاک ہوتا تھا اور یہ طریقہ (ایسے الفاظ کا استعمال کرنا) قدماء کیلئے اگرچہ جائز تھا لیکن اسلئے نہیں کہ اسمیں کوئی خوبی ہے بلکہ اُنکے بعض صحرائی شعراء کے طبائع پر سادہ گوئی کا غلبہ تھا (اور کلام میں خود اُنکی طبیعتیں زیادہ تراش و خراش کی پابند نہ تھیں) لیکن اُن کا کلام جو کتابوں میں نقل کیا گیا ہے یہ دلیل اُنکے حسن کی نہیں ہے بلکہ غریب و نادر الفاظ کے استشہاد کی غرض سے ایسا کیا گیا ہے اور اس بنا پر اُن لوگوں کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جائز و مباح ہوا کہ اُن میں سے جو بھی وحشی الفاظ کا استعمال کرتا تھا وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ و تلاش اور غور و فکر کر کے نہیں بلکہ اپنی عادت و معمول اور روزمرہ کی بول چال کے مطابق اُن کا بلا تکلف استعمال کرتا تھا (لہذا اُنکے لئے اسمیں کوئی عیب نہیں لگایا جاسکتا) بخلاف اصحاب تکلف کے جو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے ایسے الفاظ غریب شعر میں لاتے ہیں جن سے ذوق سلیم کو نفرت ہو اور کانوں کو جو بُرے معلوم ہوں۔

حاشیہ: جاحظ نے البیان والتبیین میں الفاظ ... کے متعلق ... [illegible]

کرنا کلام کو نہ صرف حد فصاحت و بلاغت سے خارج کر دیتا ہے بلکہ مفاد کلام کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے درجۂ اعتبار سے بھی ساقط کر دیتا ہے ... مقام پر امر ضرورت ... معلوم ہوتی۔ ۱۲ منہ

مثل شعر ابی حزام غالب بن الحارث العکلی وکان فی زمن المهدی و له فی عبید الله قصیدة اولها

تذکرت سلمی وزهلاسها فلم انس والشوق ذو مطوۃ

وفیها یقول

فحی الوزیر امام الهدی وهو بالارب ذو مجئ ه

یسوس الامور فتاتی له وما فی عزیمته منهوۃ

وفی بالامانة صفو التقی وما الصفو بالرنق الحموۃ

وعند معاویة المصطفی حباغیر ماج ولا مطروۃ

فقال الوزیر الامین انظموا قریضا عویصا علی اللؤلؤۃ

اللغة الاهلاس بالکسر ضحک فی فتور واسرار الحدیث واخفاءه ۔ وقولہ حبا فعل من الحبوۃ وهی الاعطاء والماج الاحمق المضطرب المعنی جیسے ابو حزام غالب ابن حارث عکلی کے اشعار ہیں اور یہ زمانۂ مہدی میں تھا اور اسکا ایک قصیدہ ابو عبید اللہ کی شان میں ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے (۱) اس حالت میں جبکہ شوق مجھپر طاری تھا میں نے سلمی اور اسکی ہنسی کو یاد کیا تو پھر میں اسے بھولا نہیں اور اسی قصیدہ میں کہتا ہے ۔(۲) تو وزیر کے آگے تحیہ وسلام پیش کر جو ہدایت کا پیشوا ہے اور وہ خندہ پیشانی اور سمجھداری کے ساتھ حاجتوں کا زیادہ پورا کرنے والا ہے ۔(۳) معاملات کو حسن تدبیر کے ساتھ انجام دیتا ہے تو وہ اس کے آگے قابو میں آجاتے ہیں اور اس کے ارادہ میں کسی قسم کی خامی نہیں (بلکہ ارادہ کا پکا اور وعدہ کا سچا ہے) (۴) خالص پرہیزگاری کے ساتھ عہد امانت کو پورا کرتا ہے اور (پیچ) میلے اور گندے پانی کو صاف وشفاف پانی سے نسبت ہی کیا ۔(۵) اور معاویہ ایسے برگزیدہ شخص کی حضوری میں جلد بازی و گھبراہٹ اور حماقت سے بچتے ہوئے ممدوح نے (نہایت سلیقہ وسنجیدگی کے ساتھ) انعامات کیے ۔(۶) تو موصوف الصدر وزیر نے جو نہایت امانت دار تھا لوگوں سے کہا کہ کچھ شعر دشواری سے سمجھ میں آنے والے لؤلؤۃ کے قافیہ میں مثل گوہر آبدار کے تیار کرتے جاؤ ۔

له ذو مجیئ ه سے قبل واو
منہا چاہیے

در نسخہ
نامو زوں ہو جاتا
۱۲ منہ

فقيدت مرتفقا وحيه — بغير انضياب الى المشكوءة

سعيدى من الحق ذو فطنة — معى فى العوائب والمبدوءة

بيوتا على لهما وجهه — بغير السناد ولا المكفوءة

ومثل شعر احمد بن حيدر الخراسانى فى مالك بن طوق ويقال انها لمحمد بن عبد الرحمن الغربى الكوفى فى عيسى الاشعرى

فيا منزل الحى حيث الغضا — سلام لك ان النوى تصرم

ويا طللا ايه ما ارتمت — بليلاك غربتها الموجم

حلفت بما ارقلت نحوه — هرجلة خلقها شيظم

وما شرقت من تنوفية — بها من وحى الجن زيزيزم

فبلغنى انه انشد ابن الاعرابى هذه القصيدة فلما بلغ الى هىٰنا قال له ابن الاعرابى ان كنت جادا فحسبك الله

اللغة:۔ السناد والاكفاء من عيوب القوافى وسياتى ذكرهما وارقلت الناقة اى اسرعت والهرجلة الناقة النجيبة وذكر الثعالبى فى فقه اللغة بانها السريعة والشيظم الطويل الجسيم وقوله شرقت من الشرقة وهى خذ الدابة والتنوفية الفلاة وزيزيزم لعله صوت الجن **المعنى** (۷) تو میں نے عذر کی طرف رجوع کیے بغیر حالتِ فکر میں اپنا سر کہنی اور ہاتھ پر رکھ کر اُسکے حسب اشارہ کچھ شعر جو اس قلم کیے (۸) اس میں شک نہیں (یا حق یہ ہے) کہ میرا صاحب سعادت ممدوح زیرک فطین ہے اور اول و آخر میں (ہمہ وقت) میرا ساتھ دینے والا ہے۔ (۹) میں نے ایسے شعر کہے جو (باوجود ارتجال) بغیر عیب سناد و اکفاء (جو عیوب قوافی میں سے ہیں) میری طرف متوجہ ہوگئے۔ اور جیسے احمد ابن حیدر خراسانی کے شعر جو مالک ابن طوق کے بارے میں کہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ اشعار محمد ابن عبدالرحمن غربی کوفی کے ہیں جو عیسائے اشعری کی مدح میں کہے گئے۔ (۱) اے قبیلہ کی وہ منزل جو درخت غضا کے جنگل میں واقع ہے اپنا سلام لے۔ اسمیں شک نہیں کہ فراق احباب کو جدا کر دیتا ہے۔ (۲) اے نشان منزل اور اے اُسکے دونو کھنڈروں تمہاری لیلےٰ کا دور دور از مسافت میں پھینکنے والا سفر اُسکو غربت زدہ نہ کرے۔ (۳) میں اُس گھر (خانہ کعبہ) کی قسم کھاتا ہوں جسکے جانب نجیب اور مضبوط و طویل ناقے تیزی کے ساتھ جاتے ہیں۔ (۴) اور وہ ناقے جو تیزی کے ساتھ ایسے سنسان اور ویران جنگل سے جاتے ہیں جہاں جنوں کی آوازوں کے سوا کچھ نہیں سنائی دیتا۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ ابن اعرابی کے سامنے شاعر نے یہ قصیدہ پڑھا اس جبکہ اس مقام پر پہونچا تو ابن اعرابی نے اُس سے کہا کہ اگر تو واقعی کچھ کہنا چاہتا ہے تو تجھ سے خدا سمجھے **تنبیہ** ۔۔ احمد ابن حیدر کے چوتھے شعر میں لفظ شرقت کی تفسیر شارح نے طلعت سے کی ہے نظر قاصر میں یعنی مناسب مقام نہیں معلوم ہوتی مطلب تیز رفتاری کے معنی میں اس لفظ کو شبرقت پڑھنا زیادہ مناسب محل قرار پاتا ہے۔

والمرباۃ ای المرتبۃ ویقال بیوتھم علی نجم ای علی قدر واحد

واحد ۔ ۱۲ منہ

شبرقت ہونا چاہیے شارب الصنا عتبین وغیرہ میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے

نقطہ زبرقت ۱۲ منہ

زیزیم الصنا عتبین میں زیزیم اور بعض نسخوں میں زبرزیم نقل کیا گیا ہے اور محشی نے اس لفظ کے متعلق لکھا ہے۔ ولم اجد فیما تتبعته من کتب اللغة معنی لهٰ الا قرب ما وجدته زیزیزی حکایة اصوات الجن۔ ۱۲ منہ

ومنها

لأم لكم نجلت مالكاً — من الشمس لو نجلت أكرم

ومن اين مثلك لا اين هو — اذا الريق اقفر منه الفم

ومن الاعراب ايضا من شعره فظيع التوحيش مثل ما انشدناه احمد بن يحيى عن ابن الاعرابي لمحمد بن علقمة التيمي يقولها لرجل من كلب يقال له ابن الفنشخ وورد عليه فلم يسقه۔

افرخ اذا كلب وافرخ افرخ — اخطأت وجه الحق في التطخطخ

اماورب الراقصات الزمخ — يخرجن ما بين الجبال الشمخ

اللغۃ:- التطخطخ المشاكسة وضعف البصر، الرقص الرقصان الخبب، الزمخ جمع زامخ وهو الشامخ والشمخ جمع شامخ من شمخ الجبل اذا علا وطال۔ **المعنی**۔ اور اسی قصیدہ میں کے یہ شعر بھی ہیں (۱) جس ماں نے تمہارے لئے مالک (ایسے شخص) کو پیدا کیا وہ یقیناً آفتاب سے زیادہ کریم اور بلند مرتبہ ہے اگر آفتاب کے یہاں ولادت فرض کی جائے (یعنی آفتاب کے یہاں اگر ولادت ہوسکتی تو اسکی اولاد بھی اولاد مالک سے زیادہ کریم نہ ہوتی کیونکہ آفتاب مالک کی ماں کا شرف میں مقابلہ نہیں کرسکتا) (۲) اور جنگ کے وقت جبکہ منھ لعاب دہن سے خالی ہوجائے (یعنے شدت خوف کی وجہ سے منھ میں تری باقی نہ رہے) ایسے وقت میں تیرا مثل ونظیر کہاں سے پیدا ہوسکتا ہے (ہرگز نہیں بھلا اس کا مثل کہاں مل سکتا ہے۔ یہ شعر بھی لفظاً ومعنیً ونظماً ہر جہت سے غریب بلکہ لغو کہے جانے کے قابل ہیں) اور صحرائی عربوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنکے اشعار غریب لفظوں کی وجہ سے نہایت درجہ وحشت خیز ہوگئے ہیں۔ جیسے وہ اشعار جنھیں احمد ابن یحیی نے ابن اعرابی کا حوالہ دیتے ہوئے ہمارے سامنے پڑھے اور وہ شعر محمد ابن علقمہ تیمی کے ہیں جنھیں وہ قبیلہ کلب کے ابن الفنشخ نامے ایک شخص سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے جبکہ اسکے پاس یہ شاعر پیاسا گیا تھا اور اس نے اسے سیراب نہیں کیا۔(۱) اے کلب اب بھی اپنے کو سنبھال اور ہوش میں آ اور اپنے حواس درست کر کیونکہ یقیناً تو اپنی سرکشی اور بدخوئی (یا کورچشمی) میں حق سے تجاوز کرکے راہ راست سے منحرف ہوگیا۔(۲) ابن فنشخ آگاہ رہ میں اُن بلند قامت ناقوں کی قسم کھاکے کہتا ہوں جو اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان سے بوجہ کثرت نشاط اچھلتے کودتے ہوئے نکلتے ہیں۔ **تنبیہ** اصل کتاب میں محمد ابن علقمہ کے پہلے شعر میں تیسرے وافرخ کو بغیر واؤ نقل کیا گیا ہے تینوں افرخ کو باب افعال سے قرار دینے میں (جیسا کہ شارح نے کیا ہے) تیسرے افرخ کو وصل کرنا پڑے گا حالانکہ باب افعال کا الف قطعی ہوتا ہے افرخ باب سمع سے بھی آیا ہے اس صورت میں واؤ کا ہونا منافی نہوگا لیکن واؤ کا نہونا جیسا کہ اصل کتاب میں ہے مقارنت کلمات کے لحاظ سے زیادہ قرین صواب ہے۔

لہ صل کتاب میں نقل کیا ہے اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

اصلاً اس کتاب میں اس لفظ کو اسیطرح نقل کردیا گیا ہے شارح نے معنی کی رعایت کی ہے وہ بھی صحیح ہے ۱۲ منہ

یزرن بیت اللہ عند المصرخ	لتطمخن برشا ممطخ
ماء سوی مائی یا ابن الفنشخ	او لتجیئن بوشی بخ بخ
من کیس ذی کیس وضأن منفخ	قد ضمہ حولین لم یسنخ

صم الصما لیخ صماخ الاصلخ

ومن عیوب اللفظ المعاظلة وھی التی وصف عمر بن الخطاب زھیرا بمجانبتہ لھا ایضا حیث قال وکان لا یعاظل بین الکلام وسألت احمد بن یحیی عن المعاظلۃ فقال مداخلۃ الشئی فی الشئ یقال تعاظلت الجرادتان وعاظل الرجل المرأۃ اذا رکب احدھما الاخر۔

اللغۃ:۔ قولہ لتطمخن من طمخ الرجل ای تکبر بانفہ ومطخ الماء متحہ من البئر بالدلو وبخ بخ کلمۃ تقال عند الاعجاب لشئ وقولہ لم یسنخ ای لم یتغیر والصماخ داخل خرق الاذن ودسخہ والصماخ خرق للاذن او نفسہا والاصلخ الاصم۔ **المعنی** (۳) اہم بیت اللہ کی زیارت کے لئے محل تلبیہ پر وارد ہوتے ہیں کہ تو پانی کھینچنے والے کو رسّی دینے میں البتہ ناک بھوں چڑھا جاے۔ (۴) کہ اس پانی کو تھوڑا سا کھینچ لے جو خاص تیرا ہے میرا نہیں جبتک کہ صاحب کیسہ کی تھیلی سے درہم و دینار میں سے کچھ نقد ضرور تیرے حوالہ کیا جائے (۵) نقدی تیری نذر کی جائے یا تازہ پکا ہوا کوئی فربہ گوسفند تجھے دیا جائے جسکو دو سال تک اسکے فربہ اور چاق و چوبند ایسے گوسفند یاب نے چراگاہ میں اپنے ساتھ رکھا ہو جسکے کانوں کے سوراخ زیادتی گوشت کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں اور ان سے کچھ سنائی نہ دیتا ہو۔ اور عیوب لفظ میں سے ایک معاظلت ہے۔ اور یہ کلام کا وہ عیب ہے جسکے متعلق عمر ابن خطاب نے زہیر کی مدح کرتے ہوے کہا ہے کہ وہ اس عیب سے بھی اجتناب کرتا تھا اور اسکے کلام میں معاظلت نہیں ہوتی تھی۔ اور میں نے احمد ابن یحیٰی سے معاظلت کے متعلق دریافت کیا تو کہا کہ ایک شئے کے دوسرے شئے میں آجانے کو معاظلت کہتے ہیں۔ عرب تعاظلت الجرادتان اور عاظل الرجل المرأۃ بولتے ہیں جبکہ ایک پر ایک آپڑے۔

[illegible]

واذا كان الامر كذلك فمن المحال ان تنكر مداخلة بعض الكلام فيما يشبهه من وجه او في ما كان من جنسه وبقي التنكير انما هو في ان يدخل بعضه في ما ليس من جنسه وما هو غير لائق به وما اعرف ذلك الا فاحش الاستعارة

مثل قول الاوس

وذات هدم عار نواشرها   تصمت بالماء تولبا جدعا

فسمى الصبي تولبا وهو ولد الحمار ومثل قول الآخر

وما رقد الولدان حتى رأيته   على البكر يمريه بساق وحافر

فسمى رجل الانسان حافرا فان ما جرى هذا المجرى من الاستعارة قبيح لا عذر فيه

اللغة - البكر الفتى من الابل وقوله يمريه يريد به يستخرج ما عنده من الجري ويحثه على السير

المعنى اور جبکہ ایسا ہوا تو یہ امر محالات میں سے ہے کہ ایک کلام کے دوسرے کلام میں جو اس سے بعض جہات میں مشابہ ہو یا اسکے جنس سے ہو داخل ہونے کو مطلقاً برا سمجھا جائے ہاں البتہ شناعت و برائی اسی صورت میں ہوگی جبکہ بعض کلام اپنے غیر جنس یا نامناسب کلام کے ساتھ مربوط کر دیا جائے اور میرے نزدیک یہ استعارۂ قبیحہ میں داخل ہے جیسے اوس کا شعر ہے - اور بوسیدہ کپڑے والی عورت کو جھیر لونا چاہئے جسکے ہاتھوں کی رگیں لاغری کی وجہ سے نمایاں ہیں (اور اسکی مفلسی کا یہ حال ہو کہ وہ گرسنگی کیوجہ سے اپنے تباہ حال بچہ کو پانی کے ذریعہ سے بہلاتی اور خاموش کرتی ہو یا اسکے سر کے بال پانی سے نوچ ڈالتی ہو) تو شاعر نے (بغیر کسی خاص مناسبت کے) انسان کے بچہ کو تولب کہا حالانکہ تولب گدھے کے بچہ کو کہتے ہیں اور جیسے اک دوسرے کا شعر ہے - اور بچے سونے بھی نہیں پائے تھے کہ میں نے اس مہمان کو اونٹ پر سوار دیکھا جسے وہ اپنے ساق پا سے ایڑ لگاتا ہوا آرہا تھا - تو اس نے آدمی کے پاؤں کو بغیر مناسبت کھر کہدیا تو جو استعارے اس قسم کے ہوں ان کا قبیح ہونا قابل انکار نہیں

[illegible]

دو و موتے والے ایک مہمان کے متعلق کہا ہے اس موقع کے اشعار اس ترتیب کے ساتھ وارد کرتے ہیں

وواشعث مسترنح العلا بی طوحت + به الارض من یاد عریض وحافر - فابصرنا ری وهی شعراء او قدت + بعلیاء نشز للعیون النواظر - فما رقد الولدان الخ - نقلته اهلا وسهلا

وهو حیا + بهذا المحبب من هجی وذا تر + ای شعر کی مثل استعارہ فاحشہ پر یہ شعر بھی مشتمل ہے انا ملد عنہ + فاضحی بعض علی الوظیفا - رجل کی بجائے رجل وظیف کا استعمال کیا گیا ۔ ۱۲ منہ

وقد استعمل كثير من الشعراء الفحول المجيدين اشياء من الاستعارة ليس فيها شناعة لهذه وفيها لهم معاذير اذا كان مخرجها مخرج التشبيه

فمن ذلك قول امرئ القيس

فقلت له لما تمطى بصلبه ... واردف اعجازا وناء بكلكل

كانه اراد ان هذا الليل في تطاوله كالذي يتمطى بصلبه لا ان له صلبا وهذا المخرج لفظه اذا تؤمل.

ومنه قول زهير

صحا القلب عن سلمى واقصر باطله ... وعري افراس الصبى ورواحله

فكان مخرج كلام زهير انما هو مخرج كلام من اراد انه كما ان الافراس للحرب وانما تعري عند تركها ووضعها فكذلك تعري افراس الصبى ان كانت له افراس عند تركه والعزوف عنه.

اللغة - الاعجاز المآخير وقوله ناء اي نهض والكلكل الصدر وتقديره فقلت له لما ناء بكلكله اي نهض بمقدمه وتمطى بصلبه يعني امتد واردف اعجازا اي اعاد مآخره على - **المعنى**

اور اکثر ممتاز اور جید شعراء نے ایسے استعارے استعمال کئے ہیں جنہیں اس قسم کا کوئی عیب نہیں ہے۔ اور جبکہ بطور تشبیہ ان استعاروں کا استعمال کیا جائے تو ان کیلئے عذر صحیح نکل سکتا ہے جیسے امرء القیس کا یہ شعر ہے۔ پس میں نے اُس رات سے کہا جبکہ اُس نے اپنی پشت کے ساتھ انگڑائی لی اور اپنے آخری حصہ کو پیچھے لئے ہوئے اور اپنا سینہ اُٹھا کر میرے سامنے آئی (یعنے میں سمجھا کہ آدھی رات گزر گئی مگر معلوم ہوا کہ ابھی آخری حصہ اُسکا اُسکے پیچھے بہت کچھ باقی ہے)۔ گویا شاعر نے رات کو بسبب اُسکی درازی کے انگڑائی لینے والے آدمی سے تشبیہ دی ہے (جو ایسی حالت میں اپنے اعضاء کو کھینچتا ہے اسی طرح رات اپنے باقی حصوں کو کھینچے ہوئے چلی ہی آتی ہے) اور حقیقۃً یہ مراد نہیں ہے کہ رات کے لئے پشت ہے اور عند التامل اُسکے الفاظ کے یہی معنی نکلتے ہیں۔ اور اسی باب سے زہیر کا شعر ہے (عشق سلمیٰ کے نشہ سے دل ہوش میں آگیا اور اُسکے خیالات باطلہ دور ہو گئے اور نوجوانی کی سواریوں (ناقوں) اور اُسکے گھوڑوں کی پشتوں سے زین وغیرہ اُتار لیا گیا (یعنے سلمیٰ سے مجھے کوئی تعلق نہ رہا اور اُسکی محبت کا نشہ ہرن ہو گیا) پس کلام زہیر کا طرز ادا اُس شخص کے کلام کے ایسا ہے جو یہ کہنا چاہتا ہو کہ جسطرح جنگ کے گھوڑوں سے اُن کا زین وغیرہ اُتار لیا جاتا ہے جبکہ لڑائی موقوف ہو جائے اسیطرح اگر جوانی کے واسطے بھی گھوڑے فرض کیے جائیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اُنھیں بھی اُنکے ساز و سامان سے جبکہ جوانی ختم ہو گئی علیحدہ کر لیا گیا۔

وكذلك قول اوس بن حجر

وانى امرؤ اعددت للحرب بعدما … رايت لها نابا من الشر اعصلا

فانه انما اراد ان هذه الحرب قديمة قد استحكم امرها كما يكون ناب البعير اعصل اذا طال عمره واشتد

وكذلك قول عنترة العبسى

جادت عليها كل بكر حرة … فتركن كل قرارة كالدرهم

وقول طفيل الغنوى

وحملت كورى خلفت ناجية … يقتات شحم سنامها الرحل

وقول عمرو بن كلثوم

الا ابلغ النعمان عنى رسالة … فمجدك حولى ولومك قارح

اللغة الاعصل الاعوج فى صلابة الحرة السحابة الكثيرة المطر والقرارة الحفرة والقاع المستدير ولذا شبهه بالدرهم وقوله يقتات اى ياكله فيجعله قوتا لنفسه كذا فسره ابن سيده والحولى اى اتى عليه حول والقارح من ذى الحافر بمنزلة البازل من البعير ولا يبزل البعير اى لا يشق نابه الا اذا طعن فى التاسعة. **المعنى** اور ايسا ہى اوس ابن حجر كا شعر ہے۔ اور میں وہ مرد ہوں كہ جب میں نے شر كو اپنا سخت ٹیڑھا دانت نكالے دیكھا تو (فوراً) جنگ كرنے كیلئے ساز و سامان مہیا كر لیا۔ كیونكہ اوس كی مراد یہی ہے كہ یہ حرب قدیم ہے جو نہایت شدید و سخت ہو گئی ہے جس طرح اونٹ كے دانت ٹیڑھے ہو جاتے ہیں جبكہ وہ سن دراز اور بوڑھا ہو جائے اور كہنہ سالی سے اسكے اعضاء سخت ہو جائیں۔ اور اسی طرح عنترہ عبسی كا شعر ہے فصل ربیع كی پہلی بارش كے زیادہ برسنے والے ابر اس باغ پر كثرت سے برسے یہاں تک كہ ہر گڑھے كو درہم كی طرح گول اور چمكتا ہوا كر دیا۔ اور طفیل غنوی كہتا ہے میں نے ایک ایسے تیز رو سبک رفتار ناقہ كے پشت پر پالان ركھا جسكے كوہان كی چربی اسكے پالان كی (گویا) قوت بنی ہوئی تھی (یعنی پالان كی رگڑ سے كوہان كی چربی فنا ہوئی جاتی تھی۔ اور عمرو ابن كلثوم نے كہا ہاں اے مخاطب نعمان كو میری طرف سے پیغام پہونچا دے كہ تو ایک ذلیل و فرومایہ شخص ہے كیونكہ تیری عزت مثل طفل یكسالہ كے چند روزہ ہے اور دنائت و ذلت تیری مثل پیر كہنہ سال كے پرانی ہے **تنبیہ** عنترہ نے قرارہ كی درہم سے تشبیہ مستدیر ہونے میں دی ہے اور یہی حیثیت اسكے اظہر اوصاف میں داخل قرار دینے كے قابل ہے صنوبر و صفاء كو بھی ضمناً ملحوظ قرار دینا بعید نہیں ہے لیكن صرف اسی كو مستقلاً وجہ جامع قرار دینا مصاكہ وجہ ظاہر

[illegible]

(وقول ابی ذؤیب الھذلی)

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا ۔ الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

وقول اوس بن معز یھجو بنی عامر

یغیب علی لؤم الفعال کبیرھا ۔ ولیغذی بثدی اللؤم منھا ولیدھا

وقال المخبل

یعالج عزا قد عسا عظم راسہ ۔ قراسیۃ کالفحل یصرف بازلہ

فما جری ھذا المجری مما لہ مجاز کان اخف واسھل مما لم یخش ولم یعرف لہ مجاز وکان منافرا للعادۃ بعید امما یستعمل الناس مثلہ ولنتبع الکلام فی عیوب اللفظ عیوب الوزن۔

اللغۃ:- العلاج والمعالجۃ التدبیر وعسا الشیخ یعسو عسوا وعسی عسی کبر والقراسیۃ بضم القاف الضخم الشدید من الابل وصرف صریفا بنابہ حرقہ ای حکہ بعضہ علی بعض البازل من الجمل الاخذ فی تاسع سنیہ والبازل ایضا السن تطلع فی البزل۔ **المعنی** اور جیسے ابوذویب ہذلی کا شعر ہے۔ جب موت نے اپنے ناخن گڑو دیے تو کسی گنڈے تعویذ کو تو مفید نہیں پائے گا (سچ ہے چون قضا آید طبیب ابلہ شود) اور جیسے اوس ابن معز بنی عامر کی ہجو میں کہتا ہے۔ قبیلہ عامر کے بڑے بدکرداری میں بوڑھے ہوتے ہیں اور بچے اُن کے رذالت کی پستان سے غذا پاتے ہیں (غرضکہ ہر صغیر و کبیر اُن کا ذلیل لئیم ہے) اور مخبل کہتا ہے۔ وہ اک بہت بڑی عزت کی طلب میں تدبیریں کرتا رہتا ہے گویا وہ عزت و عظمت میں سخت شتر نر کے مثل میں ہے جو کہ جوش کی حالت میں اپنے دانت کٹکٹا رہا ہو پس اس قسم کے اشعار جنہیں مجازیت (اور علاقہ و مناسبت) کا لحاظ رکھا گیا ہو زیادہ سہل اور لطیف معلوم ہوتے ہیں بخلاف اُن اشعار کے جن میں کسی مناسبت کا نام نہو اور وہ عادت و معمول کے برخلاف ہوں اور لوگوں کے روزمرہ کے طریقہ استعمال سے جداگانہ ہوں (کہ اس قسم کے اشعار میں کوئی خوبی نہیں ہے۔) اور اب ہمیں عیوب لفظ میں کلام کرنے کے بعد عیوب وزن کو بیان کرنا چاہئے

تنبیہ - مخبل کے شعر میں جو لفظ یصرف مذکور ہے اسکی تفسیر شارح نے یطلع کے ساتھ کی ہے اس لفظ کے یہ معنی کتب لغت میں نظر قاصر سے نہیں گزرے اور یہ مناسب مقام بھی نہیں معلوم ہوتے صرف بمعنی دانت کٹکٹانا کتب لغت میں مذکور ہے اس معنی کو مناسب محل سمجھ کر شعر کا ترجمہ کیا گیا ہے نابغہ کہتا ہے مقذوفۃ بدخیس النحض بازلہا لہ صریف صریف القعو بالمسد نیز آرمیہ کہا اصباح البوازی صریف

حاشیہ: ابوذویب نے یہ شعر اپنے ان بیٹوں کے مرثیہ میں کہا ہے جو ایک ہی سال میں طاعون سے مر گئے تھے اور وہ پانچ تھے اور وہ سب کے سب طاعون میں ہلاک ہو گئے تھے اور ان کے پہلے شعر یہ ہے امن المنون وریبہا تتوجع والدھر لیس بمعتب من یجزع

بان اذا شعر عنہم ... واذا المنیۃ اقبلت لا تدفع ... اور اس کا مطلع یہ ہے ...

الکلام فی عیوب الوزن

من عیوبہ الخروج عن العروض وقد تقدم من استقصی هذه الصناعة الا ان من عیوبہا التخلع وهو ان یکون قبیح الوزن قد افرط فی تزحیفه وجعل ذلک بنیة للشعر کلہ حتی میله الی الانکسار واخرجه من باب الشعر الذی یعرف السامع له صحة وزنه فی اول وهلة الی ما ینکرہ حتی ینعم ذوقه او یعرضه علی العروض فیصح فیه فان ما جری هذا المجری من الشعر ناقص الطلاوة قلیل الحلاوة۔

وذلک مثل قول الاسود بن یعفر

انا ذممنا علی ما خیلت — سعد بن زید وعمرو من تمیم
وضبة المشتری العار بنا — وذاک عم بنا غیر رحیم

عیوب وزن کا بیان

شعر کا عروض کے قواعد معینہ سے خارج ہوجانا وزن کے عیوب میں سے ہے۔ اور سابق میں بیان ہوچکا ہے کہ اس علم کو بھی علماء عروض و قوافی نے اچھی طرح مکمل کرکے بیان کردیا ہے۔ مگر اس مقام پر وزن کے بعض مخصوص عیوب ذکر کئے جاتے ہیں جنہیں سے ایک تخلّع ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شعر کے وزن کو بُری طرح بگاڑا جائے اور اُسمیں کثرت سے زحاف کا ارتکاب کیا جائے اور انھیں زحافات پر کل شعر کی بنا قرار دیجائے یہاں تک کہ مائل بہ انکسار ہوکر مثل ناموزوں کے ہوجائے اور ایسے (اچھے) شعر کی قسم سے خارج ہوجائے جس کے وزن کی صحت اُسکے سُنتے ہی سامع کو معلوم ہوجاتی ہو اور ایسے (بُرے) شعر میں اُسکا شمار ہو جسکے وزن کی صحت معلوم کرنے کے لئے ذوق پر زیادہ زور دینے اور عروض پر اُس شعر کو پیش کرنے کی ضرورت پڑتی ہو تو اس قسم کے اشعار بے رونق اور بے لطف سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے اسود ابن یعفر کے یہ اشعار ہیں (جو بحر بسیط میں کہے ہیں مگر ان میں شاعر نے اس کثرت سے زحاف کا استعمال کیا کہ وہ سُننے میں مثل نثر کے معلوم ہوتے ہیں)۔ (۱) محبوبہ کا صرف خیال ہو کہ ہم نے سعد ابن زید اور عمرو کی جو قبیلہ تمیم سے ہے ہجو کی۔ (۲) اور ضبہ کی مذمت کی جس نے ہم سے ذلت مول لی۔ اور یہ ضبہ ہمارا نا مہربان چچا ہے۔

لہ عمرو کا
بالنصب عطفا
تمیم ہے اسلئے کہ
اسکے عطف سعد
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
بالنصب بعض
[illegible]

لا ينتهون الدهر عن مولى لنا ۔۔۔ فورك بالسهم حافات الاديم

ونحن قوم لنا رماح ۔۔۔ وثروة من موال وصميم

لا نشتكي الوصم في الحروب ولا ۔۔۔ نئن كما نات السليم

ومثل قول عروة بن الورد

ياهند بنت ابي ذراع ۔۔۔ اخلفتني ظني وبرتني عشقي

ونكحت راعي ثلة يثمرها ۔۔۔ والدهر فائته بما يبقي

((ومثل قصيدة عبيد بن الابرص فيها ابيات قد خرجت عن العروض البتة))

روقبح ذلك جودة الشعر حتى) اصاره الى حد الردئ فمن ذلك قوله

والمرء ما عاش في تكذيب ۔۔۔ طول الحياة له تعذيب

اللغة - قوله فورك من المشاركة وهي المتاركة والحافات جمع حافة وهي جانب الشئ والموالي اما جمع مولى او فاعل من الموالاة وهي المحبة والصميم الخالص والسيد الشريف والسليم لديغ العقرب والحية والبرت القطع والثلة جماعة الغنم او من الضان خاصة ج ثلل وثلال - **المعنى** (۳) یہ لوگ عمر بھر ہمارے چچازاد بھائی کی ملامت یا اذیت رسانی سے باز آنے والے نہیں یہانتک کہ اُسکی جلد کے اطراف وجوانب کو تیروں سے چھلنی بنا کر چھوڑیں (۴) اور ہم وہ ہیں جو لڑائی کے لئے کافی تعداد میں نیزے اور اپنے اعزہ واحباب کی خاص دولت رکھتے ہیں۔ (۵) ہم جنگ کے موقع پر (بہادری کے منافی) کسی عیب کی شکایت نہیں رکھتے اور نہ مارگزیدہ شخص کی طرح فریاد وزاری کرتے ہیں (بلکہ صبر و استقلال کے ساتھ جنگ کی مہم سر کر لیتے ہیں۔) یہ اشعار بحر بسیط میں کہے گئے ہیں لیکن کثرت زحافات کی وجہ سے وزن سے گرے معلوم ہوتے ہیں) اور جیسے عروہ ابن ورد کا شعر ہے (۱) اے ہند دختر ابو ذراع تو نے میرے گمان کے خلاف کیا اور میرے عاشقانہ تعلقات قطع کر دیئے۔ (۲) اور تو نے گلۂ گوسفند کے چرواہے کے ساتھ نکاح کر لیا جو اُنھیں چارہ دیا کرتا ہے حالانکہ زمانہ اُسکو بھی فنا کر دے گا اور اُسکے مال کو بھی جسے وہ چھوڑ کر جائے گا (دوسرا شعر بحر کامل سے ہے اور ضرب میں اضمار اور عروض میں خزل واقع ہوا ہے پہلا شعر تو بالکل ناموزوں سا معلوم ہوتا ہے۔) اور جیسے عبید ابن ابرص کا قصیدہ ہے اور اُسمیں چند شعر ایسے ہیں جو حتماً وزن سے گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جس سے شعر ایسے خراب ہو گئے کہ حد ردی تک پہونچ گئے پس اُن میں سے ایک شعر یہ ہے۔ انسان جبتک اپنے یا دوسرے کو ناقابل اعتبار سمجھ کر زندگی بسر کرے گا عمر بھر گرفتار عذاب رہے گا (یہ شعر بحر بسیط سے ہے اس کی ضرب مقطوع ہے اسکے دوسرے مصرعہ میں زحاف خبن کچھ اس طرح واقع ہوا ہے جس سے شعر ناموزوں سا معلوم ہونے لگا)

تنبیہ - حافات بمعنائے اطراف وجوانب کلام عرب میں بہت شائع ہے قمیص کے معنے میں یہ لفظ نظر قاصر سے نہیں گزری۔

فهذا المعنى جيد ولفظه حسن الا ان وزنه قد شانه وقبح حسنه وافسد جيده

فما جرى من التزحيف هذا المجرى في القصيدة او الابيات كلها او اكثرها كان

قبيحا من اجل افراطه في التخليع مرة ومن اجل دوام وكثرته ثانية وانما يستعذب

من التزحيف ما كان غير مفرط وكان في بيت او بيتين من القصيدة من غير

توال ولا اتساق ولا افراط يخرج عن الوزن مثل ما قال متمم بن نويرة

وفقد بني ام تداعوا فلم اكن　　خلافهم لاستكين واضرعا

فاما الافراط والدوام فقبيح ـ

اللغة ـ قوله فقد بني ام في محل الرفع لكونه معطوفا على قوله وطول الاسى وهو مرفوع على الفاعلية وقوله خلافهم اي بعدهم والاستكانة والضراعة الخضوع والذلة ـ المعنى پس یہ مضمون والفاظ اگرچہ اچھے ہیں لیکن وزن نے اسکو خراب کردیا اور اسکا حسن کھودیا اور اسکی خوبی کو سلب کرلیا تو جن قصائد یا اشعار میں بالتمام یا کثرت سے اس قسم کے زحافات واقع ہوں گے تو وہ وزن کی خرابی کی وجہ سے علیحدہ برے سمجھے جائیں گے اور اس عیب میں استمرار و زیادتی کی وجہ سے علیحدہ البتہ دو ایک شعروں میں بغیر افراط زحاف کا ہونا مستحسن بھی ہے بشرطیکہ برابر اور متصل اور بکثرت اسکا ارتکاب نہو جس سے شعر حد وزن سے خارج معلوم ہونے لگے جیسے متمم ابن نویرہ نے کہا ہے ـ اور مجھ کو اپنے ایسے بھائیوں کے کھو بیٹھنے نے تباہ حال کردیا جنھوں نے یکے بعد دیگرے داعی اجل کو لبیک کہا مگر میں نے ان کے مرنے کے بعد باوجود پے درپے مصائب اٹھانے کے کبھی کمزوری اور عاجزی کا اظہار نہیں کیا (اور نہ میرے پائے صبر و استقلال میں جنبش ہوئی بلکہ جیسے پہلے دلیر تھا ویسے ہی اس واقعہ کے بعد رہا) اس شعر میں بھی اگرچہ زحافات ہیں مگر نہ اس حد پر جس سے منکر اور معیوب شمار کیا جائے ایک آدھ شعر میں اتفاقاً زحاف کا واقع ہوجانا عیب نہیں ہے) تنبیہ اول متمم کے شعر کی تفسیر شارح نے ان الفاظ میں کی ہے لما دعی بعضهم بعضا لما اخافهم للضعف والعجز یعنے جب ایک کو ایک نے نصرت کے لئے پکارا تو میں نے اپنی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے انکی مخالفت نہیں کی شعر کی یہ تفسیر مراد شاعر کے بالکل خلاف ہے نہ خلاف کے معنے اس مقام پر مخالفت کے ہیں اور نہ تداعوا کے معنے بلانے کے ہیں بلکہ تداعوا سے مراد ان کا یکے بعد دیگرے ہلاک ہوجانا ہے اور خلاف کے معنی بعد کے ہیں اور خلاف کے یہ معنی خلاف متعارف نہیں بلکہ شائع و ذائع ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؎ عقبا لرخا ذ خلافهم كانما + بسط الشواطب بينهن حصيرا خلافهم اي بعده ـ قرآن مجید میں آیہ واذا لا يلبثون خلافك الا قليلا میں خلاف کے معنے بعد کے ہیں تنبیہ دوم شعر مذکور کے متعلق شارح نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی عیوب وزن کی مثال ہے ان لفظوں میں تبصرہ کیا ہے وقد وقع القبض في المصراع الثاني فخرج الى القبح حالانکہ سیاق عبارت مصنف خصوصاً آخر کے فقرہ واما الافراط والدوام فقبیح پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر اس امر کی مثال میں پیش کیا گیا ہے کہ اگر زحاف کا ارتکاب بکثرت نہو بلکہ اتفاق سے کہیں آجائے تو عیب میں داخل نہوگا جیسا کہ اس شعر میں ہے ـ

وقال اسحاق یحکی عن یونس انہ قال ھون عیوب الشعر الزحاف وھو ان ینقص الجزء عن سائر الاجزاء فمنہ ما نقصانہ اخفی من بعض ومنہ ما ھو اشنع وھو جائز فی العروض

قال خالد ابن اخی ابی ذؤیب الھذلی

لعلک اما ام عمرو تبدلت سواک خلیلا شاتمی تستخیرھا

فھذا مزاحف فی کاف سواک ومن انشد خلیلا سواک کان اشنع قال کان الخلیل ابن احمد رحمہ اللہ یستحسنہ فی الشعر اذا قل منہ البیت والبیتان فاذا توالی وکثر فی القصیدۃ سمج قال اسحاق فان قیل کیف یستحسن وھو عیب قلنا قد یکون مثل ھذا الحول واللثغ فی الجاریۃ یشتھی القلیل منہ فان کثر ھجن۔

اللغۃ - قولہ اما اصلہ ان ما وشاتمی خبر لقولہ لعلک وتستخیرھا ای تستعطفھا یقال استخرت فلانا فما خار لی ای استعطفتہ فما عطف **المعنی** - اور اسحق یونس سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے۔ عیوب شعر میں زیادہ سہولت اور بے پروائی سے جس چیز کا ارتکاب ہوتا ہے وہ زحاف ہے یعنی تمام ارکان شعر سے ایک جز کا کم کردینا تو بعض قسمیں اسکی ایسی ہیں جن کا نقصان چنداں ظاہر نہیں ہوتا اور بعض ایسی ہیں جنکی قباحت شدید ہے اور (بہر طور) زحاف کا ارتکاب عروض میں جائز ہے جیسے ابوذؤیب ہذلی کا بھتیجا خالد کہتا ہے۔ اے ابوذؤیب اگر خود ام عمرو نے تیرے سوا دوسرے کو اپنا دوست بنا لیا ہے تو شاید اس بات پر تو اسکو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے مجھکو برا بھلا کہتا چاہتا ہے (ایسا ہونا چاہیے اور مجھپر جو تو اسکی محبت میں الزام لگا رہا ہے اس سے میں بری ہوں) تو اس شعر کے فقط کاف سواک میں زحاف واقع ہوا ہے لیکن جسنے خلیلا سواک پڑھا ہے تو اس بنا پر زحاف کا ارتکاب اور زیادہ بدنما ہوگا۔ اسحق کہتا ہے کہ خلیل رحمہ اللہ زحاف کو مستحسن سمجھتا تھا بشرطیکہ ایک یا دو شعر میں کمی کے ساتھ واقع ہو لیکن جب قصیدہ میں برابر کثرت کے ساتھ اسکا ارتکاب کیا جائے تو وہ شعر خراب ہوجائے گا۔ اسحق کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر مستحسن ہوسکتا ہے حالانکہ عیب ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ ایسا ہے جیسے کسی (حسین) لڑکی کی زبان میں قدرے لکنت ہویا اسکی نگاہ دیکھنے کے وقت کبھی ترچھی ہوجایا کرے تو یہ دونوں باتیں کمی کے ساتھ مستحسن ہیں اور زیادتی کے ساتھ مستقبح۔

[illegible handwritten marginal notes]

وسيج والوضح فى تخيل الشيتهى ويستظرف خفيفة الغرة والتحجيل فاذا
فشا وكثر كان هجنة ودهنا قال وخفيف البلق يحتمل ولم ار ابلق سابقا و
لم اسمع به ولنتبع الكلام فى عيوب الوزن عيوب القوافى -

الكلام فى عيوب القوافى

ولندع ما اتى به من استقصى ذلك فى ما وصفه فى الكتب اذ كان
لا ارب فى اعادته ولكنا نتكلم فى ذلك بظاهر ما يعرفه جمهور الناس
من المعائب التى ليست من جنس ما وضعت فيه الكتب وانذكر مما
وضع فيها ما كانت القدماء تعيب به دون غيره - فمن ذلك التجميع
وهو ان تكون قافية المصراع الاول من البيت الاول على روى
متهيئ لان تكون قافية اخر البيت فتأتى بخلافه

اللغة - الارب بالكسر الحاجة **المعنى** - اور اسی طرح گھوڑوں کی پیشانی یا گٹوں پر
تھوڑی تھوڑی سفیدی جھلکتی ہو تو وہ ممدوح ہے لیکن جبکہ قریب قریب اُسکے سارے جسم پر سفید دھبے
ہو جائیں تو عیب میں داخل ہو جائیگا اور بدنما معلوم ہوگا - اسحٰق کہتا ہے کہ گھوڑے میں سفید داغ کا
کمی کیساتھ ہونا عیب نہیں ہے لیکن ابلق گھوڑا اچھا نہیں ہوتا اور اُسکو سبقت کرتے ہوئے نہ میں نے دیکھا
نہ سُنا - اور ہمیں چاہیئے کہ عیوب وزن میں کلام کرنے کے بعد اب عیوب قوافی کا ذکر کریں -

عیوب قوافی کا بیان

جو کچھ بھی اسکے متعلق علماء نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ نہایت کافی ووافی ہے اسکے اعادہ
میں کوئی فائدہ نہیں لہذا اُسکو ترک کرکے قوافی کے بعض عیوب ایسے بیان کرتے ہیں جنکو اکثر لوگ عیب
میں شمار کرتے ہیں اور وہ اُن عیوب کی قسم میں سے ہیں جنکا کتابوں میں ذکر نہیں ہے اور ہم اُن عیوب کا
بھی ذکر کرینگے جو کتابوں میں مذکور ہیں اور قدماء صرف اُنھیں کو عیوب میں داخل سمجھتے ہیں - پس
اُن عیوب قوافی میں سے ایک تجمیع ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ پہلے شعر کے پہلے مصرعہ کا قافیہ
ایسے حرف روی پر واقع ہو جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ بھی اسی طریق پر
ہوگا لیکن شاعر اُس کے خلاف ایک قافیہ لائے -

مثل ما قال عمر بن شاش

تذکرت لیلی لات حین اذکارها — وقد حنی الاصلاب ضلا بتضلال

ومثل قول الشماخ

لمن منزل عاف ورسم منازل — عفت بعد عهد العاهدین یاضها

ومن عیوبها (الاقواء) وهو ان یختلف اعراب القوافی فتکون قافیة مرفوعة مثلا واخری مخفوضة وهذا فی شعر الاعراب کثیر جدا وفی من دون الفحول من الشعراء وقد ارتکب بعض فحول الشعراء الاقواء فی مواضع

مثل سحیم بن وثیل الریاحی

عذرت البزل ان هی خاطرتنی — فما بالی وبال ابن اللبون

وماذا تبتغی الشعراء منی — وقد جاوزت حد الاربعین

اللغة: الادکار الذکر وقوله لات لغة فی لا قال اللہ تعالی ولات حین مناص والتاء زائدة او شبهوها بلیس ناضمر فیها اسم الفاعل ولا تکون لات الا مع حین غالبا وعهد العاهدین ای تقدم السابقین والبزل تقدم تفسیره وابن اللبون ولد الناقة اذا کان فی العام الثانی او فاد خل فی الثالث

المعنی - جیسے عمر ابن شاس نے کہا میں نے لیلےٰ کو اپنی گمرہی و نا سمجھی سے ایسے وقت میں یاد کیا جو اسکی یاد کا وقت نہ تھا یعنے بڑھاپا آچکا تھا اور پشت خمیدہ ہو چکی تھی - (اذکارھا کی لفظ سے اول نظر میں ظاہر ہوتا ہے کہ قافیہ شعر کا رائیہ ہوگا حالانکہ لامیہ ہے - اور جیسے شماخ کا یہ شعر ہے - یہ کسکی کہنہ و بوسیدہ منزل اور اسکے نشان ہیں جنکے باغات ساکنوں کی سکونت کے بعد نیست و نابود ہوگئے (پہلے مصرعہ کے قافیہ یعنی منازل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصیدہ لامیہ ہوگا حالانکہ وہ ضادیہ ہے - اور عیوب قافیہ میں سے ایک عیب اقواء ہے اور اُس سے مراد یہ ہے کہ قوافی کا اعراب مختلف کردیا جائے مثلاً ایک قافیہ مرفوع ہو اور دوسرا مجرور - اور یہ عیب صحرائی عرب اور غیر ممتاز شعراء کے اشعار میں بکثرت پایا جاتا ہے اور بعض بڑے اور ممتاز شعراء نے بھی اسکا چند موقعوں پر ارتکاب کیا ہے جیسے سحیم ابن وثیل ریاحی کہتا ہے (۱) اگر محبوبہ کا خیال میرے دل میں آیا تو بعد لوکہ پھر میں نے ناقوں کو چھوڑ دیا (ایسی حالت میں مجھ سے اور انکے بچوں سے کیا دلچسپی ہوگی - (۲) (غزل گوئی کے متعلق) شعراء اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں حالانکہ میرا سن چالیس برس سے زیادہ ہوگیا -

فنون الاربعین مفتوحۃ و نون اللبون مکسورۃ و تسکنہ کأنہ وقف القوافی فلم یحرکھا۔

وقال جریر

عرین من عرینۃ لیس منا ۔۔۔ برئت الی عرینۃ من عرین

عرفنا جعفرا و بنی عبید ۔۔۔ وانکرنا زعانف آخرین

ومنہ (الایطاء) وھوان تتفق القافیتان فی قصیدۃ فان زادت علی اثنین فھو اسمج فان اتفق اللفظ واختلف المعنی کان جائزا کقولک ارید خیارا واوثر خیارا ای ترید خیارا من اللہ لک فی کذا وخیار الشئ اجودہ والایطاء من المواطأۃ ای الموافقۃ قال اللہ تبارک وتعالی ولیواطؤا عدۃ ماحرم اللہ ای لیوافقوا۔

اللغۃ۔ عرین اسم رجل الز عنفۃ بالکسر والفتح القصیر والرذل القبیلۃ القلیلۃ تنضم الی غیرھا

(زعانف **المعنی**۔ پس اربعین کا نون مفتوح ہے اور لبون کا نون مکسور لیکن شاعر نے گویا اپنے خیال میں) قوافی ساکن کردیا اور حرکت نہیں دی (تاکہ اقواء سے بچے مگر اس صورت سے وزن کی مخالفت ہوتی ہے) اور جریر نے کہا۔ (۱) عرین جو قبیلۂ عرینہ میں سے ہے وہ ہماری طرف منسوب نہیں ہے میں عرین سے علیحدہ ہوکر اُسے عرینہ ہی کے حوالہ کرتا ہوں۔ (۲) ہم تو جعفر اور بنی عبید کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان کے سوا ہم دوغلوں کے خاندان سے کوئی شناسائی نہیں رکھتے (اسمیں پہلے شعر کا قافیہ یعنی عرین مکسور ہے اور دوسرے کا آخرین ہے وہ مفتوح ہے۔ اور انہیں عیوب قوافی میں سے ایک ایطاء ہے یعنی قصیدہ کے ابیات میں ایک ہی قافیہ کا مکرر لانا (خواہ یہ تکرار مطلع میں ہو یا دیگر اشعار میں) لیکن اگر دیگر اشعار میں دو سے زیادہ تکرار ہوگی تو عیب میں زیادتی ہوجائے گی البتہ اگر لفظ ایک ہو اور معنوں میں اختلاف ہو تو جائز (بلکہ مستحسن) ہے جیسے تم کہو ارید خیارا واوثر خیارا۔ اس سے تمہارا مقصود ہوتا ہے کہ اس امر میں تم اپنے لئے خدا سے بھلائی اور بہتری چاہتے ہو اور خیار الشئ بہترین چیز کو بھی کہتے ہیں (پس ایک لفظ خیار سے دونوں جگہ دو معنی مراد لئے گئے) اور ایطاء مواطأۃ سے مشتق ہے جسکے معنی موافقت کے ہیں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے والیواطئوا عدۃ ماحرم اللہ ای لیوافقوا۔

ومنه (السناد) وهو ان يختلف تصريف القافيتين كما قال عدى بن زيد

ففاجأها وقد جمعت جموعا — على ابواب حصن مصلتينا

فقدّمت الاديم لراهشيه — والفى قولها كذبا ومينا

وكقول الفضل بن العباس اللهبى

عبد شمس ابى فان كنت غضبى — فاملأى وجهك المليح خموشا

نحن كنا سكانها من قريش — وبنا سميت قريش قريشا

والسناد من قولهم خرج بنو فلان براسين متساندين اى كل فريق منهم على حيال

وهو مثل ما قالوا كانت قريش يوم الفخار متساندين اى لا يقودهم رجل واحد

اللغة - المصلتين الرجل الماضى فى الحوائج والراهشان عرقان فى باطن الذراعين وخمش وجهه خدشه ولطمه وضربه - **المعنى** - اور قافیہ کے عیوب میں سے ایک سناد ہے اور اور اسکے معنی یہ ہیں کہ دو قافیوں کی گردان میں فرق کر دیا جائے جیسے کہ عدی ابن زید نے کہا ہے (۱) پس وہ (جذیمہ ابن ابرش) زباء کے پاس بے خبری کے عالم میں آن پڑا اس حالت میں کہ وہ لشکر تیار کر چکی تھی اور وہ لوگ قلعہ کے دروازہ پر تلواریں کھینچے کھڑے تھے - (۲) تو اُس عورت نے اُسکے ہاتھوں کے رگوں کی کھال چاک کر کے ہاتھ اُسکے قطع کر دیے اور جذیمہ نے اُسکی بات کو دروغ وجھوٹ پایا - (مصلتینا اور مینا کی تصریف میں اختلاف ہے جو عیب میں داخل ہے) اور جیسے فضل ابن عباس لہبی کے شعر میں ہے - (۱) میرا باپ عبد شمس ہے پس اگر تو اسپر غضبناک ہے تو اپنا حسین اور نمکین چہرہ نوچ ڈال - (۲) قبیلہ قریش سے ہم ہی اُس مقام کے ساکن ہیں اور ہم ہی سے قریش قریش کہلائے (خموش اور قریش میں وزن صرفی کے اختلاف کیوجہ سے سناد پیدا ہو گیا) اور سناد قول عرب خرج بنو فلان براسین متساندین سے ماخوذ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ہر فریق انمیں کا ایک دوسرے کے روبرو ہے یعنی ایک کے رخ کی جہت دوسرے کے رخ کے خلاف ہے اسی طرح ان دونوں قافیوں میں بھی ایک جہتی نہیں ہے) اور یہ ویسے ہی ہے جیسے عرب کہا کرتے ہیں کہ قریش فخر کے روز متساندین تھے یعنی ایک دوسرے کے مقابلہ میں تھے اگر ایک گروہ کا ایک رئیس تھا تو دوسرے کا اُسکے مقابلہ میں دوسرا سردار تھا۔

بل هو من قولهم ناقة سناد اذا كانت قوية صلبة ... بل السناد الناقة المشرفة كان احدى القوافى اشرفت على اخواتها ١٢ منه

[illegible]

ولنتبع ذلك على عيوب المعاني

عيوب المعاني

قد كنا قدمنا في باب النعوت ان جملتها ان يكون المعنى مواجها للغرض غير عادل عنه الى جهة اخرى وبينا من الاغراض التي تنحيها الشعراء في ذلك المواضع ما اذا حفظ عرف العيب بالعدول عنه وبدأنا في باب المديح بامور جعلناها امثلة فلا باس ان تأتى في امثالها بامثلة ايضاً۔

ذكر المديح

لما كنا قدمنا من حال المديح الجاري على الصواب ما انبأنا انه الذي يقصد فيه المدح للشئ بفضائله الخاصة بدلاً بما هو عرضى فيه وجعلنا مديح الرجال مثالاً في ذلك وذكرنا ان من قصد لمدحهم بالفضائل النفسية كان مصيبا وجب ان يكون ما ياتي به من المدح على خلاف الجهة التي ذكرناها في النعوت معيبا۔

المعنى ۔ اور اب ہمیں چاہئے کہ اسکے بعد مضامین شعر کے عیوب بیان کریں۔ (**مضامین شعری کے عیوب**) ہم باب نعوت میں پہلے بیان کرچکے ہیں کہ شعر کے مضمون کو غرض شاعر کے بالکل موافق ومطابق ہونا چاہئے اور مقصود میں غیر مقصود داخل نہ ہوجائے۔ اور ہم نے اُن اغراض ومقاصد کے سلسلۂ بیان میں جنکا علی العموم شعراء قصد کیا کرتے ہیں اُن باتوں کو بھی وہاں بیان کردیا ہے کہ اگر وہ محفوظ رکھی جائیں تو معلوم ہوجائے گا کہ انہیں سے عدول کرنے میں عیب کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اور ہم نے باب المدیح میں جسطرح پہلے کچھ ایسے امور ذکر کئے جن کو ہم نے معیار قرار دیا اسی طرح اس مقام (باب العیوب) میں بھی اگر ہم کچھ معیار قرار دیں تو کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔ (**عیوب مدیح کا بیان**) جبکہ ہم نے مدح کے صحیح طریقے پہلے بیان کردیے جن سے ظاہر ہوا کہ یہی وہ صورتیں ہیں جنکے ذریعہ سے کسی چیز کی مدح اُسکے فضائل خاصہ کے ساتھ مقصود ہوسکتی ہے نہ یہ کہ اُسکے اوصاف عرضیہ (مشترکہ) سے اُسکی مدح کی جائے اور اسکے متعلق ہم نے مدیح رجال کو بطور مثال پیش کیا اور بیان کردیا کہ فضائل نفسانیہ ہی کے ساتھ اُنکی مدح کرنا قرین صواب ہے تو ہمیں ضروری طور پر معلوم ہوا کہ مدح بغیر اُن اوصاف کے کرنا جن کا ذکر باب نعوت میں گزرا خلاف صواب اور داخل عیب ہوگا۔

ومن الامثلة الجياد فی هذا الموضع ما قال عبد الملك بن مروان لعبید الله بن قیس الرقیات حیث عتب علیہ فی مدحہ ایاہ فقال لہ انك قلت فی مصعب بن الزبیر۔

انما مصعب شہاب من اللہ تجلت عن وجہہ الظلماء

وقلت فیّ

یأتلق التاج فوق مفرقہ علی جبین کأنہ الذہب

فوجہ عتب عبد الملك انما ہو من اجل ان ہذا المادح عدل بہ عن بعض الفضائل النفسیۃ التی ہی العقل والعفۃ والعدل والشجاعۃ الی ما یلیق باوصاف الجسم فی البہاء والزینۃ وقد کنا قدمنا ان ذلك غلط وعیب۔ ومنہ قول ایمن بن خزیم فی بشر بن مروان ؎

یا ابن الذوائب الذری الارؤس والفرع من مضر العفر فی الانفس

اللغۃ۔ یأتلق ای یلمع والعفر فی الانفس شدیدہا وقویہا۔ **المعنی** اور اسکی بہترین مثال اس مقام پر عبید اللہ ابن قیس کا عبد الملك ابن مروان کی مدح میں وہ شعر ہے جسکی نسبت عبید اللہ پر عتاب کرتے ہوئے عبد الملك نے کہا کہ تو نے مصعب ابن زبیر کی مدح میں تو یہ کہا ۔ حقیقت تو یہی ہے کہ مصعب خدا کی طرف سے ایک ایسا چمکتا ہوا ستارہ ہے جسکے روئے روشن سے سارے زمانہ کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور میرے بارے میں تو نے یہ کہا۔ اُسکے سر کا تاج اُسکی کُندن ایسی پیشانی پر ضو فشانی کرتا ہے پس عبد الملك کے عتاب کرنے کی وجہ یہی ہے کہ مادح مذکور نے فضائل نفسیہ یعنی عقل و عفت و عدل و شجاعت میں سے ہر ایک کے ذکر کرنے سے عدول کر کے وہ اوصاف بیان کر دیے جو جسم کی رونق و زینت سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے کہ البتہ یہ غلطی ہے اور عیب میں داخل ہے۔ اور اسی باب سے ایمن ابن خزیم کے اشعار بشر ابن مروان کی مدح میں ہیں۔ (۱) اے سرداروں اور ایسے بلند مرتبہ اور چوٹی کے لوگوں کے فرزند جو قبیلہ مضر جیسے دلیروں کی نسل ہیں۔

یا ابن المکارم من قریش ذوالعلی	وابن الخلائف وابن کل قلمس
من فرع آدم کابرا عن کابر	حتی انتهیت الی ابیک العنبسی
مروان ان قناته خطیة	غرست اروُمتها اعز المغرس
وبنیت عند مقام ربک قبة	خضراء کلل تاجها بالفسفس
فسماؤها ذهب واسفل ارضها	ورق تلألأ فی البهیم المحندس

فما فی هذہ الابیات شئ یتعلق بالمدح الحقیقی و ذلک ان کثیرا من الناس لایکونون کاٰبائهم فی الفضل فلم یصف هذا الشاعر غیر الاٰباء ولم یصف الممدوح بفضیلة فی نفسه اصلا۔ وذکر بعد ذلک بناءہ قبة ثم وصف القبة انها من الذهب والفضة وهذا ایضا لیس من المدح لان فی الملک والثروة مع الصنعة والفهم ما یمکن معه بناء القباب الحسنة واتخاذ کل آلة فائقة ولکن لیس ذلک مما یعتد به ولا جاریا علی حقه

اللغة۔ القلمس السید العظیم والعنبس الاسد العنابس من قریش اولاد امیة بن عبد شمس الاکبر وهم ستة حرب وابو حرب وسفیان وابو سفیان وعمرو وابو عمرو وسموا بالاسد الیاقوت یقال لهم الاعیاص کذا فی الصناعتین الفسفس الفضة او الفصفصة الرطبة والفسفساء الوان من الخرز یرکب فی حیطان البیوت من داخل **المعنی**۔ (۲) اے قریش ایسے بزرگوں کے بیٹے اور خلیفوں اور بڑے بڑے تمام سرداروں کے خلف صالح۔ (۳) تیرے نسب کی شاخ آدم سے نکلی اور ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ کا شرف حاصل کرتا ہوا نسب کی حیثیت سے تو اپنے باپ عنبسی (یعنی مروان تک پہونچ گیا۔ (۴) وہ مروان جسکی عزت کا نیزہ خطی ہے اور نہایت معزز مقام میں اُسکی جڑ قائم کی گئی ہے۔ (۵) اور تو ایسا دولتمند ہے کہ بیت اللہ اور رکن و مقام کے نزدیک تو نے ایسا عالیشان اور سبز گنبد والا قصر بنایا جسکے کنگرے جواہر نگار تھے۔ (۶) پس چھت تو اسکی خالص سونے کی تھی اور اسکے نیچے کی زمین تردین و نقرئی جو تاریک رات میں ضو فشانی کرتی تھی۔ تو ان شعروں میں مدح کی کوئی بات نہیں ہے اسلئے کہ اکثر لوگ فضل و کمال میں اپنے اباء کے مثل نہیں ہوتے اور اس شاعر نے اباء و اجداد کی توصیف کے سوا اُسکی مدح میں کچھ بھی نہ کہا اور اپنے ممدوح کے ذاتی فضائل میں سے کوئی فضیلت نہیں بیان کی۔ اور اسکے بعد قصر معلےٰ کی تعمیر کرنے کا ذکر کیا پھر اس قصر کی توصیف شروع کر دی کہ وہ سونے چاندی سے آراستہ ہے اور یہ بھی کوئی مدح نہیں ہے اس لئے کہ دولت و ثروت کی موجودگی میں جو صاحب فہم صناعی کا شوق رکھتا ہوگا اُسکے لئے خوشنما عمارتوں کا بنوانا اور ایک سے ایک عمدہ اسباب عیش کا فراہم کرنا کوئی دشوار نہیں لیکن یہ کوئی قابل اعتنا مدح نہیں ہے اور نہ اصول مدح کے مطابق ہے۔

مثلاً اس مصرع کو ابن رشیق نے اس طرح وارد کیا ہے یا ابن الاکارم من قریش کہا ہے۔ ۱۲ منہ
سر نامہ الصناعتین میں البہیم کی جگہ البہیم کے مقام پر البھیم ہے ۱۲ منہ کی روایت کی ہے

وممانذكره في هذا الموضع ليصح به شدة قبح هذا المدح قول اشجع بن عمرو في المدح بما يخالف اليسار

يريد الملوك ندى جعفر ... ولا يصنعون كما يصنع

وليس باوسعهم في الغنى ... ولكن معروفه اوسع

فقد احسن هذا الشاعر حيث لم يجعل الغنى واليسار فضيلة بل جعلها غيرهما

وقال ايضا ايمن بن خزيم في بشر

فلو اعطاك بشر الف الف ... رأى حقا عليه ان يزيدا

واعقب مدحتي سرجا خلنجا ... وابيض جوزجانيا عقودا

فانا قد وجدنا ام بشر ... كام الاسد مذكارا ولودا

اللغة: الخلنج كسمند شجر معرب تتخذ من خشبه الاواني ج خلانج وجوزجان بلدة والمذكار التي تلد ذكرا۔ **المعنی**۔ اور اس مقام پر ہم ایک اور ایسی بات ذکر کرتے ہیں جس سے اس مدح کی برائی اچھی طرح واضح ہو جائے گی اور وہ اشجع ابن عمرو کا مدحیہ شعر ہے جس میں وہ تونگری کے خلاف باتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ (۱) سلاطین چاہتے ہیں کہ جعفر کی طرح سخاوت کریں (مگر) جعفر کے ایسے افعال و اعمال بجا نہیں لاتے۔ (۲) حالانکہ وہ اُن بادشاہوں سے تونگری میں زیادہ نہیں ہے لیکن احسان اُسکا بڑھا ہوا ہے۔ تو بیشک اس شاعر نے بہت خوب اور درست کہا اسلئے کہ اس نے تونگری و تمول کو فضیلت میں نہیں شمار کیا بلکہ ان دونوں کے علاوہ ایک دوسری چیز (یعنی احسان) کو فضیلت قرار دیا۔ اور ایمن ابن خزیم نے بشر کے بارے میں دوسرے موقع پر بھی کہا۔ (۱) اگر (ہمارا ممدوح) بشر تجھے لاکھ بھی عطا کرے تو وہ اُسے کم سمجھتا ہے اور اُس سے زیادہ سخاوت کرنے کا مستحق اپنے کو سمجھتا ہے۔ (۲) اور اُس نے میری مدح سرائی کے صلہ میں درخت خلنج کی بنی ہوئی کاٹھی اور مقام جوزجانیا کی چمکتی ہوئی گٹھیلی اور سخت تلوار مجھے عنایت کی۔ (۳) اور (کیونکہ) ہم نے مادر بشر کو مادر شیر کی طرح کثیر الولد اور اولاد نرینہ پیدا کرنے والی پایا۔

ایمن کا یہ شعر ابن عتیبہ ... بعض نسخ میں ... اسکی نقل کیا ہے ... عقودا کے بجائے قعودا ... ۱۲ منہ

فجميع هذا المدح على غير الصواب وذلك انه اوما الى المدح والتناهي في الجود اولا ثم افسده في البيت الثاني بذكر السرج وغيره ثم ذكر في البيت الثالث ما هو الى ان يكون ذما اقرب وذلك انه جعل امه ولودا والناس مجمعون على ان نتاج الحيوانات الكريمة يكون انزر.

ومنه قول الشاعر

بغاث الطير اكثرها فراخا ۔۔۔ وام الصقر مقلات نزور

ذكر عيوب الهجاء

كما ان معرفة رداءة المدح كانت سهلة جيدة فكذلك عيب الهجاء يسهل الطريق الى العلم به مما تقدم في باب نعته وجماع القول فيه انه متى سلب المهجو امورا لا تجانس الفضائل النفسانية كان ذلك عيبا في الهجاء

اللغة:۔ البغاث طائر اغبر او شرار الطير والمقلاة التي لا يعيش لها ولد والنزور القليلة الولد۔

المعنی۔ یس یہ ساری تعریفیں اصول مدح کے بالکل خلاف ہیں اسلئے کہ شاعر نے پہلے شعر میں اُسکی مدح انتہائے جود کے ساتھ کی پھر اُس نے دوسرے شعر میں سرج وغیرہ کا ذکر کرکے اُس مدح کی صورت بالکل بگاڑ دی پھر تیسرے شعر میں ایسی بات ذکر کی جسمیں مذمت کا پہلو مدح کے بہ نسبت زیادہ نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ ممدوح کی ماں کو کثیر الولد قرار دیا حالانکہ تمام لوگوں کا اسپر اتفاق ہے کہ کریم و شریف حیوانات کے بچے بہت کم ہوتے ہیں اسی بنا پر ایک شاعر نے کہا ہے۔ غیر شکاری پرندوں کے انڈے بچے بہت ہوتے ہیں مگر شکرے کی ماں نہایت قلیل الاولاد ہوتی ہے۔

عیوب ہجا کا بیان

جس طرح نعت مدح بیان کر دینے کے بعد عیب مدح کی شناخت نہایت خوبی و آسانی سے ہوگئی اسی طرح نعت ہجا میں ہمارے سابق بیانات سے عیوب ہجا کے معلوم کرنے کا طریقہ بھی نہایت آسانی کے ساتھ واضح ہو سکتا ہے۔ اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ سمجھنا چاہیے کہ جب مہجو (جسکی ہجو کی جارہی ہے) سے ایسے صفات کی نفی کی جائے جو فضائل نفسیہ (مذکورہ) کے بالکل خلاف ہوں اور اُن فضائل سے ان صفات کو کوئی علاقہ و مناسبت نہ ہو تو یہ ہجو ناقص و معیوب ہوگی۔

مثل ان ينسب الى انه قبيح الوجه او صغير الحجم او ضئيل الجسم او مقتر او معسرا او من قوم ليسوا باشراف اذا كانت افعاله فى نفسه جميلة وخصاله كريمة نبيلة او ان يكون ابواه مخطئين اذا كان مصيبا وغويين اذا وجد رشيدا سديدا او بقلة العدد اذا كان كريما او عدم النضار اذا كان راجحا شهما فلست ارى ذلك هجاء جاريا على الحق ومما يدل على ذلك بعد القياس الصحيح والنظر الصريح اشعار واقوال اعددها

فمنها ما انشدناه ابو العباس احمد بن يحيى

رأت نضو[1] اسفار اميمة قاعدا	على نضو اسفار فجن[2] جنونها
فقالت[3] من اى الناس انت اتيتنا	فانك راعى ثلة لا ترينها
فقلت لها ليس الشحوب على الفتى	بعار ولا خير الرجال سمينها

فهذا صريح فى ان القبح والشحوب والسماجة ليست بعار

اللغۃ:- الثلة بالضم قطيعة الغنم ثلل وثلال وارآن القوم هلكت ماشيتهم فهم مرينون -

المعنی - جیسے ہجو کے متعلق یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ بدصورت یا کوتاہ جسم یا لاغر یا مفلس تنگدست یا قوم کا رذیل ہے باوجودیکہ اُسکے خود کے افعال واعمال وعادات واطوار اچھے اور پسندیدہ ہوں یا یہ کہ اُسے برا کہا جائے کہ اُسکے والدین خطاکار تھے جبکہ یہ خود جادۂ صواب پر ہو یا وہ غلط راستے پر تھے جبکہ یہ راہ راست پر ہو یا قلت جمعیت کے ساتھ مذمت کی جائے جبکہ وہ متین اور عقل کا سنگین صاحب سیادت وفتوت ہو پس میرے خیال میں اس قسم کی ہجو جادۂ حقیقت سے بالکل منحرف ہے۔ اور ہمیں قیاس صحیح اور نظر غائر کے بعد جو شواہد اسکے متعلق ملے ہیں وہ چند اشعار ہیں جنکو ہم (اسجگہ) پیش کرتے ہیں پس اُن میں سے وہ ابیات ہیں جنکا ابو العباس یعنی احمد ابن یحییٰ نے ہم سے ذکر کیا اور وہ یہ ہیں

(۱) امیمہ نے ایک غربت زدہ اور مصائب سفر سے لاغر ہوجانے والے شخص کو کثرت سفر سے لاغر ہوجانیوالے ایک ایسے اونٹ پر دیکھا جو بے پروائی کے ساتھ زیادہ دوڑنیوالا (تھا)۔ (۲) تو کہا کہ تونے کس قوم وقبیلہ سے نکلکر ہمارے پاس قدم رنجہ کیا ہے کیونکہ (میرے خیال میں) تو کسی گلہ کا چرواہا ہے جسکے جانوروں کو تونے محفوظ رکھا ہے۔ (۳) تو میں نے اُس سے جواب میں کہا کہ لاغری جوانمرد کے لئے کوئی ننگ وعار نہیں اور نہ ہر فربہ شخص تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ تو یہ شعر صراحۃً اس مطلب پر دال ہے کہ بدشکل ہونا اور لاغر وبدہیئت ہونا انسان کیلئے کوئی عیب نہیں

ومن هذا ایضاً

قول بعضهم فی ابن له ازدراه رجال فمنعهم من نعمه فاغاروا علیها

رأوه فازدروه و هو خرق ۔۔۔ و ینفع اهله الرجل القبیح

ومن الابیات الاول فی ان قلة المال لیست عاراً قوله

علیك براعی ثلة مسلحبة ۔۔۔ یروح علیه محضها و حقینها

سمین الضواحی لم تؤرقه لیلة ۔۔۔ و ان غمّرا یکار الهموم و عونها

وللسموأل فی ان قلة العدد لیس عیباً ولا سبة

تعیرنا انا قلیل عدیدنا ۔۔۔ فقلت لها ان الکرام قلیل

وما ضرنا انا قلیل وجارنا ۔۔۔ عزیز و جار الاکثرین ذلیل

اللغة: المسلحبة المستقیمة والمحض الحلو والمکتنز منه والحقین المحبوس۔ **المعنی**۔ اور اسی قبیل سے بعض اعراب کا یہ شعر بھی ہے جب اپنے اُس فرزند کے بارے میں کہا جسکو لوگوں نے حقیر اور مجبور سمجھکر اُسکے مویشیوں پر دست درازی کا ارادہ کیا اور اسنے اُنکو روکا مگر سب نے ملکر اسکے مویشی لوٹ لئے (اُس موقع پر اس عربی نے یہ شعر کہا لوگوں نے اُسے دیکھا اور کمسن و ناتجربہ کار سمجھکر اُسپر حقارت کی نظر ڈالی۔ اور مرد معمولی اور کم حیثیت ہی کیوں نہو لیکن اپنے اہل و عیال کیلئے منفعت رساں ہوتا ہے) اور اس شعر کے علاوہ سابق المذکر اُن اشعار میں سے (جنکا ابو العباس احمد ابن یحییٰ نے ہم سے ذکر کیا اور) جنکا یہ مضمون تھا کہ مال کی کمی اور بے بضاعتی انسان کیلئے کوئی عیب نہیں ہے یہ دو شعر بھی ہیں جنمیں کہتا ہے (اگر تو مجھ سے لاغری و غیرہ کی وجہ سے خوش نہیں ہے) تو خیر منحنی و مستقیم الخلقۃ گو سفند کے چرواہے کو اپنے لئے اختیار کرلے جسکے پاس شام کے وقت اُنہیں کے فربہ اور لاغر و خشک ہر طرح کے جانور موجود ہوتے ہیں (۲) اور اُسکے اطراف و جوانب (ہاتھ پاؤں وغیرہ) خوب فربہ ہوں اور وہ ایسا آرام طلب و غفلت شعار ہو کہ اگرچہ چھوٹے بڑے سب طرح کے رنج و غم میں گھرا ہوا ہو مگر پاوجود اسکے راتوں کو جاگنا حرام سمجھتا ہو۔ اور سموأل ابن عادیا کے یہ اشعار اس مطلب میں ہیں کہ جمعیت کی کمی عیب اور برائی میں داخل نہیں ہے (۱) ہماری زوجہ ہم پر اس بات کا عیب لگاتی ہے کہ ہماری جمعیت (اور جتھا) کم ہے تو میں نے اُس سے کہدیا کہ اچھے اور شریف لوگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ (۲) اور ہماری قلت ہم کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتی جبکہ ہمارے ہمسائے عزت دار ہیں اور اکثروں کے ہمسائے ذلیل ہیں۔

[illegible]

فعدى هذا الشاعر عن الهجاء الذى عيرتهم به هذه المعيرة واحتج فيه بما دل على انه غير ضائر ثم وصف بعد ذلك نفسه وقومه بالاوصاف التى تليق بذكرنا اياها فى هذا الموضع للمنفعة فى تعليم الهجاء الجارى على الصواب فقال ۔

وانا لقوم لا نرى القتل سبة	اذا ما رأته عامر وسلول
يقرب حب الموت اجالنا لنا	وتكرهه اجالهم فتطول
وما مات منا سيد حتف انفه	ولا طل منا حيث مات قتيل
لنا جبل يحتله من نجيره[1]	منيع يرد الطرف وهو كليل

اللغة ۔ طل القتيل اذا هدر دمه اى لم يوخذ بثاره والكليل الحسير۔ **المعنی** ۔ پس اس شاعر نے ہجو کے اُس طریقہ سے عدول کیا جسکی نسبت اسکی بی بی نے عیب لگانے کے طور پر اسکی طرف دی تھی (اور قلت عدد کو عیب نہیں سمجھا) اور دلیل کے ساتھ اسکو واضح کردیا کہ یہ عیب ہمارے لئے مُضر نہیں ہے پھر اسکے بعد اپنی اور اپنے قوم کی اُن اوصاف کے ساتھ مدح کی جنکا اس مقام پر ہمارے لئے ذکر کردینا نہایت مناسب ہے تاکہ صحیح اور عمدہ ہجو گوئی کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے یہ بیان ہمارا نافع اور مفید ثابت ہو چنانچہ شاعر کہتا ہے۔ (۱) اور ہم ایسی قوم ہیں کہ لڑائی میں قتل ہوجانے کو عار و ننگ نہیں سمجھتے جبکہ بنی عامر اور بنی سلول اُسکو عار سمجھیں یعنی یہ لوگ اپنی کمزوری و بزدلی کی وجہ سے اسکو بُرا سمجھتے ہیں لیکن ہم اسے اچھا سمجھتے ہیں) (۲) موت کا محبوب رکھنا ہمارے آخری وقتوں کو ہم سے قریب کردیتا ہے اور اُنکے آخری اوقات موت کو مکروہ سمجھتے ہیں یعنی وہ خود موت سے گھبراتے ہیں اسلئے اُنکی عمریں دراز ہوجاتی ہیں۔ (۳) اور ہمارا کوئی سردار فرش خواب پر پڑکر نہیں مرا (بلکہ جو مرا وہ لڑائی میں) اور ہم میں کوئی ایسا مقتول نہیں ہے جسکا خون ہدر کردیا گیا ہو (اور اُسکا قصاص نہیں لیا گیا ہو اسلیے کہ یہ دونوں امر بہادروں کیلئے عار و ننگ ہیں) (۴) ہم ایسے بلند پہاڑ کے مالک ہیں جسپر وہی شخص اُترتا ہے جسکو ہم پناہ یا اجازت دیں اور وہ پہاڑ اپنی بلندی کی وجہ سے دیکھنے والے کی نظر کو تھکا کر لوٹا دیتا ہے ۔

[1] نجیره یا نجیزه پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ ۱۲ منہ

فاتی فی ہذہ الابیات بالمدح من جہۃ الشجاعۃ والباس والعز ثم قال

وننکران شئنا علی الناس قولھم ولاینکرون القول حین نقول

اذا سید منا خلا قام سید قؤول لما قال الکرام فعول

سلی ان جھلت الناس عنا وعنھم فلیس سواء عالم وجھول

فاتی فی ہذہ الابیات بالوصف والمدح من جہۃ العقل والرأی والفھم ثم قال ؎

فنحن کماء المزن ما فی نصابنا کھام ولا فینا یعد بخیل

فاتی بالمدح من جہۃ الجود وھو احد اقسام العدل کما بینا ثم قال

صفونا فلم نکدر واخلص سرنا اناث اطابت حملنا وفحول

اللغۃ۔ النصاب الاصل لکا مل والکھام السیف الکلیل لحد۔ المعنی پس شاعر نے ان شعروں میں شجاعت وسطوت اور عزت وحرمت کی راہ سے اپنی مدح کی (اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اسکے بعد) پھر یہ کہا۔ (۱) لوگوں میں سے ہر ایک کی بات کو ہم رد کرسکتے ہیں اور جب ہم کوئی بات کہیں تو کسی کو مجال انکار نہیں ہوتی۔ (۲) جب ہمارا کوئی سردار مرجاتا ہے تو دوسرا سردار شریفوں کے سے قول وفعل کے ساتھ اُسکا قائم مقام ہوجاتا ہے۔ (۳) اے مخاطبہ اگر تجھے معلوم نہیں ہے تو ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے حالات لوگوں سے دریافت کرلے کیونکہ دانا اور نادان برابر نہیں ہوتے۔ توان اشعار میں شاعر نے اپنی عقل اور رائے اور فہم کی تعریف وتوصیف کی۔ اور اسکے بعد پھر کہا۔ (۱) پس (معلوم ہونا چاہئے) ہم صفائی وطہارت میں آب باران کے مثل ہیں اور ہماری کریم نسل میں کوئی بلید اور کُند نہیں ہے اور نہ ہمارے خاندان میں کوئی بخیل ہے جو شمار میں آئے اس شعر میں اُس نے اپنے جود وسخا کا جو اقسام عدل کی ایک قسم ہے اظہار کیا۔ اسکے بعد پھر کہا۔ ہمارے نسب خالص ہیں مکدر نہیں اور ہماری سرشت کو مادروں نے جنھوں نے ہم کو حمل میں اچھی طرح رکھا ہے اور باپوں نے پاک وصاف کردیا یعنی ہم کریم العنصرین ونجیب الطرفین ہیں۔

فاتی بالمدح من جهة العفة اذ کان فی ذکره طیب الحمل دلیل علی ذلک
افلا تری ان هذا الشاعر لما علم ان المعیرة لم تات بما یضرهم احتج فی ذلک بما
یزیل الظنة عنهم ثم عمد الی الفضائل التی هی فضائل بالحقیقة فاوجبها
فکانه اری بهذا الفعل ان ما قالته المعیرة جاریا[له] علی غیر الصواب -

وانشد احمد بن یحیی فی هذا المعنی

وانی[٢ه] لا اخزی اذا قیل مملق   جواد واخزی ان یقال بخیل

وبلغنی ان ابن الزبیر لما دخل الشام ناداه اهله یا ابن النطاقین[٣ه] فقال لابن
ابی عتیق ـه وتلک شکاة ظاهر عنک عارها + فابان بهذا القول انه لا یلزمه ما
یقال فی امه فاذا تأمل ما ذکرته فی هذا الباب لم یبعد الوقوف علی عیب الهجاء کیف یعرف

اللغۃ :- المملق من الاملاق وھو الفقر والافتقار۔ **المعنی** ۔ تو اس شعر میں اُسنے پاکیزگی
حمل کا ذکر کرکے عفت کا اظہار کیا۔ کیا تم نے اسپر نظر نہ کی کہ اس شاعر نے جب یہ معلوم کرلیا کہ عیب لگانے والی
نے کسی مضر اور معیوب امر کی نسبت اُنکی طرف نہیں دی ہے لہذا اُسنے اُنکی توصیف میں اُنکی خوبیوں کا اسطرح ثبوت
دیا جس سے کسی قسم کی بدگمانی اُن کی طرف نہیں ہوسکتی پھر اُن فضائل کے ذکر کی طرف متوجہ ہوا جو حقیقت
فضائل کہے جانے کے مستحق ہیں اور ظاہر کیا کہ یہ صفات اُسکی قوم کیلئے ضروری و لازمی ہیں پس گویا کہ
شاعر نے اپنے اس طریقۂ عمل سے اس بات کو اچھی طرح واضح کردیا کہ معیرہ کا قول (اور اسکا قلت عدد کے
ساتھ عیب لگانا) کسی طرح درست نہیں۔ اور احمد ابن یحیی نے اسی مطلب میں یہ شعر پڑھا۔ اگر مجھے لوگ سخاوت
کرنے والا فقیر کہیں تو اُسکو میں اپنے لئے باعث وہن و ذلت نہیں سمجھتا اور اگر کوئی مجھے بخیل کہدے تو میں ذلیل و
رسوا ہوجاتا ہوں (صاحب کتاب کہتے ہیں) اور مجھے خبر ملی ہے کہ ابن زبیر جب داخل شام ہوا تو اہل شام نے
اُسے یا ابن ذات النطاقین (اے دو ازار والی عورت کے فرزند) کہکر پکارنا شروع کیا تو اُس نے ابن عتیق
سے مخاطب ہوکر کہا۔ یہ عیب درحقیقت کوئی عار و ننگ نہیں ہے تو ابن زبیر نے اپنے اس جواب میں یہ ظاہر کردیا
کہ اُسکی ماں کے متعلق (اس جملہ سے جس برائی کا اظہار مقصود ہے وہ حقیقت میں برائی نہیں ہے (اسلئے کہ جس بنا پر
یہ جملہ کہا گیا وہ فی نفسہ کوئی مستحسن امر تھا) پس اگر اس باب میں آئندہ کو بیانات پر نظر ڈالی جائے تو عیوب ہجا کی شناخت کا طریقہ معلوم کرلینا
دشوار نہ ہوگا۔

[له] جاریا صحیح ہے اسلئے کہ خبر واقع ہے ... کتاب میں اس ...
[٢ه] ... ثوبان بن جہم ١٢منہ ... شعر کی نسبت ثوبان بن جہم کی طرف دی ہے اور مذحجی کی طرف بھی ... ہمارے لئے قبل و بعد کے ... اشعار یہ ہیں۔ ولا خیر فی حسن الجسوم وطولها + اذا لم تزن حسن الجسوم عقول ۔ فان لا یکن جسمی طویلا فاننی + له بالخصال الصالحات وصول ۔ الخ۔ اور وانی لا اخزی الخ ۔ اذا کنت فی القوم الطوال علوتهم + بعارفة حتی یقال طویل ۔ وکم قد رأینا من فروع کثیرة + تموت اذا لم تحیهن اصول ۔ ولم ار کالمعروف اما مذاقه + فحلو واما وجهه فجمیل ۔ الی آخر الابیات ١٢منہ
[٣ه] النطاقین غلط ہے ذات النطاقین ہونا چاہئے ١٢منہ

عیوب المراثی

واما المراثی ففی ما قدمته فی باب نعوتها ایضا ما ابان عن الوجه فی باب عیوبها اذا کان النظر صحیحا والفکر سلیما۔

واما عیب التشبیه

فذلک سبیله ایضا لمن کان حافظا لما تقدم من اقوالنا فی باب نعوته

واما عیب الوصف

فی المضادة فی باب نعوته

واما الغزل

فالقول فیه کالقول فی ما مر من هذه الابواب اذ کان عیبه انما هو مضادة ما قدمنا ذکره فی باب نعته ومن الغزل الجاری علی تلک المضادة وفیه مع انه مثال فی هذا الموضع للعیب توکید لما قدمناه فی باب النعوت قول اسحاق الاعرج مولی عبد العزیز بن مروان

مرثیوں کے عیوب

اور لیکن مراثی تو اسکے متعلق بھی جو کچھ ہم نے باب نعوت میں بیان کیا ہے اُسپر نظر کرنے سے اس کے عیوب کی شناخت کا طریقہ معلوم ہوسکتا ہے بشرطیکہ نظر صحیح اور فکر صائب ہو۔ اور لیکن عیوب تشبیہ پس انکے معلوم کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے یعنی جس شخص کو اسکے متعلق باب النعوت کے ہمارے سابق بیانات محفوظ ہوں گے اُنکے ذریعہ سے وہ انھیں بھی سمجھ لے گا۔ اور لیکن وصف (یعنے حالات آئندہ کرنے کے جو محاسن ہیں پس انھیں کے ذریعہ سے اُسکے عیوب کی بھی شناخت ہوسکتی ہے۔ اب رہی غزل تو چونکہ اسکے عیوب بھی جو کچھ ہم نے باب النعوت میں بیان کیا ہے اُسکی ضد اور خلاف میں منحصر ہیں اسلئے اسکی بحث بھی اسابق کے مباحث کی طرح ہونا چاہئے (یعنے اسکے بھی نعوت ہی سے اسکے عیوب کی تمیز حاصل ہوجائے گی) اور ایسی غزلوں میں سے جو اصول محاسن کے برخلاف ہیں عبدالعزیز ابن مروان کے رفتار میں سے اسحٰق اعرج نامے ایک شخص کے اشعار ہیں جو اس مقام پر عیب کی مثال ہونے کے باوجود ہمارے سابق بیانات کی جو باب النعوت میں گزرے تائید کرتے ہیں۔

فلما بدا لی ما راعنی ... نزعت نزوع الابیّ الکریم

وبلغنی ان ابا السائب المخزومی لما انشد هذا البیت قال قبحه الله لا والله ما احببتہا ساعۃ قطّ۔

ومثله لنابغۃ بنی تغلب واسمه الحارث بن عدوان

ھجرت امامۃ ھجرا طویلا ... وما کان ھجرك الا جمیلا

علی غیر بغض ولا عن قلی ... ولیس حیاء ولیس ذھولا

ولکن بخلنا لبخلك عمدًا ... فکیف یلوم البخیل البخیلا

ولما کان المذھب فی الغزل انما ھو الرقۃ واللطافۃ والشکل والدماثۃ کان مما یحتاج فیه ان تکون الالفاظ لطیفۃ مستعذبۃ مقبولۃ غیر مستکرھۃ فاذا کانت جاسیۃ کان ذلك عیبا

اللغۃ : النزوع عن الشئ العدول عنه والجاسیۃ فی کلام المصنف الشدیدۃ **المعنی**

پس جب (محبوبہ کی محبت میں اُسکی طرف سے) مجھے خطرناک اور ہولناک باتیں پیش آئیں یا ایسے معاملات پیش آئے جن سے میں گھبرا گیا تو میں ایک عزت دار اور شریف آدمی کی طرح اُس سے بالکل علیحدہ اور بے تعلق ہوگیا (صاحب کتاب کہتے ہیں) مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب یہ شعر ابو السائب مخزومی کے سامنے پڑھا گیا تو کہا کہ خدا اُس سے بُری طرح پیش آئے (یعنی شاعر کو مخاطب فرض کر کے کہا) لا واللہ ہرگز نہیں تو نے اُس سے محبت کی۔ اور اسی کے مثل بنی تغلب کے سربرآوردہ شاعر حارث ابن عدوان نامی کے یہ اشعار ہیں۔

(۱) میں نے آمہ سے طولانی جدائی اختیار کر لی اور اے امامہ میرا تجھ سے علیحدہ ہو جانا ہی بہت خوب ہوا (۲) اور یہ جدائی کسی عداوت اور ناراضگی کے بنا پر نہ تھی اور نہ ملاقات سے جھینپا اور نہ کوئی بھول یا غلطی اسکا سبب ہوئی (۳) بلکہ (اصل امر یہ ہے کہ) ہم نے قصداً تیرے بخل کی وجہ سے بخل کیا پھر ایک بخیل دوسرے بخیل کی کیونکر ملامت کر سکتا ہے۔ اور چونکہ نرم دلی اور لطف و مہربانی اور اظہار مجالست و موافقت اور نرم خوئی انکے سوا اور غزل کا کوئی ساتھ نہیں ہے اس بنا پر غزل میں اسکی سخت ضرورت ہے کہ اسکی لفظیں نہایت سہل و پر لطف اور مانوس مقبول ہوں مکروہ اور ناقابل قبول نہ ہوں پس اگر لفظیں سخت اور خشن ہونگی تو یہ غزل کے عیوب میں داخل ہوگا۔

الا انه لما لم یکن عیبا علی الاطلاق امکن ان یکون حسنا اذ کان قد یحتاج الی الخشونة فی مواضع مثل ذکر البسالة والنجدة والباس والرهبة وکان احق المواضع التی یکون فیها عیبا الغزل لمنافرته تلک الاحوال وتباعدها منها

(فمن الکلام المستثقل فی الغزل قول عبد الرحمن بن عبد الله القس)

ان تنأ دارک لا امل تذکرا　　وعلیک منی رحمة وسلام

ومن المستخشن قول هذا الشاعر

سلام لیت لسانا تنطقین به　　قبل الذی ناله من صوته قطعا

فما رایت اغلظ ممن یدعو علی محبوبته بقطع لسانها حیث اجادت فی غنائها له

اللغة - قوله سلام مرخم سلامة وهی اسم قینة - **المعنی** - مگر چونکہ مطلقاً ایسی سخت لفظوں کا استعمال کرنا عیب نہیں ہے اسلئے کہ بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ یہ طریقہ مستحسن بھی سمجھا جائے کیونکہ اکثر مواقع پر عاشق کو اظہار خشونت کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسے کہ اپنے محل پر شجاعت و دلیری اور رعب و جلالت اور سطوت و ہیبت کا (رقیبوں یا دشمنوں کے سامنے) ظاہر کرنا - لیکن چونکہ ان امور کو غزلیت سے بالکل منافرت ہے اسلئے بالخصوص غزل میں ان چیزوں کا ذکر یقیناً عیب میں شمار کیا جائیگا پس غزل میں جو نہایت ثقیل کلام کہے گئے ہیں اُن میں سے ایک عبدالرحمن ابن عبدالقس کا یہ شعر ہے - اگر تیری منزل مجھ سے دور ہو جائے تو میں اُسے یاد کرکے ملول نہوں گا - اور تجھپر میری جانب سے مہربانی کے ساتھ میرا سلام - (بس خدا حافظ و ناصر) اور کلام خشن میں سے اسی شاعر کا یہ شعر ہے - اے سلامہ کاش وہ زبان جس سے تو کلام کرتی ہے قبل اس کے کہ کوئی آواز اُس سے نکلے قطع کردی جاتی - پس میں نے کوئی ایسا سخت آدمی نہیں دیکھا جو اپنی محبوبہ کو گانا پسند کرکے اُسے زبان کٹنے کا کوسنا دے -

لعلہ کذا بالجنا متین میں اس مصرعہ کو اس طرح روایت کی ہے قبل الذی نالنی من خیلہ قطعا - والمراد بالخیل لفرہا فساد قلبہ عیبہا ۱۲ منہ -

فاما العیوب العامة للمعانی

من الاغراض التی ذکرناها وغیرها وعموم ذلك ایاها کعموم النعوت التی قد منا وعددنا ابوابها۔

فمنها فساد الاقسام

وذلك یکون اما بان یکررها الشاعر او یاتی بقسمین احدهما تحت الاخر فی الوقت الحاضر او یجوز ان یدخل احدهما فی الاخر فی المستانف وان یدع بعضها فلا یأتی به فاما التکریر فمثل قول هذیل الاشجعی۔

فما برحت تومی الیٰ بطرفها وتومض احیانا اذا خصمها غفل

لان تومض وتومی بطرفها متساویان فی المعنی۔

اللغة۔ المستانف فی کلام المصنف بمعنی المستقبل۔ **المعنی**۔ لیکن وہ عیوب جو تمام مضامین شعری میں مشترک ہیں خواہ اُن کا تعلق اُن اغراض سے ہو جنکا ہم نے سابق میں ذکر کیا (مثل مدیح وہجا وغیرہ کے) یا ان کے علاوہ اور اغراض سے وہ سب عیوب اُسی طرح عام طور سے جملہ مضامین کو لاحق ہوتے ہیں جس طرح وہ محاسن جن کا سابقاً اُن کے ابواب میں ذکر ہوا تمام مضامین شعری میں بالعموم پائے جاتے ہیں۔ پس منجملہ اُن عیوب مشترکہ کے ایک فساد اقسام ہے۔ اور یہ عیب یا تو اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ شاعر اُن قسموں کا مکرر ذکر کردے یا ایسی دو قسموں کا ذکر کرے کہ ایک دوسرے میں بالفعل مندرج ہو یا آئندہ ہوسکے یا یہ کہ اُسکے اور اقسام بھی ہوں جنکو کُلاً نہ بیان کرے بلکہ بعض کو ترک کردے۔ لیکن ایک ہی قسم کو مکرر کہنا تو اس کی مثال میں ہذیل اشجعی کا یہ شعر ہے۔ وہ محبوبہ میری طرف اپنی نگاہِ شوق سے برابر اشارہ کرتی رہی اور اپنے مخالف (رقبا وغیرہ) کی غفلت کی حالت میں وہ میری جانب گھڑی گھڑی اشارہ کرتی رہی (اس شعر میں بے ضرورت تکرار ہے) اس لئے کہ تومض اور تومی بطرفها دونوں جملوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

له نا واقف مبصر کی نظر میں ... مصنف نے ... شعر کے ... ابطال ... نقض الابطال ... تقسیم ... [illegible]

[illegible] کا سقوط وغیرہ لانا چاہیے مقام تقسیم میں تقابل کا لحاظ ضروری ہے اور عیوب شعر میں لفظ کا بے محل استعمال کرنا بھی ہے جیسا کہ عدی بن رقاع ... [illegible] وکذلك مسبطة ... [illegible]

واما دخول احد القسمين فی الاخر فمثل قول احدھم

اباد را ھلاک مستھلک لمالی او عبث العابث

فعبث العابث داخل فی اھلاک مستھلک۔

ومثل قول امیۃ بن ابی الصلت

للہ نعمتنا تبارک ربنا رب الانام ورب من یتابد

فلیس یجوز ان یکون امیۃ اراد بقولہ الوحش وذلک ان من لا تقع علی الحیوان غیر الناطق۔ واذا کان الامر علی ھذا فمن لا یتوحش داخل فی الانام او یکون اراد بقولہ یتابد ای یتقوت من الابد وذالک داخل فی الانام

المعنی ۔ اور لیکن ایک قسم کا دوسری قسم میں داخل ہونا تو اسکی مثال میں ایک شخص کا یہ شعر ہے کہتا ہے کہ قبل اسکے کہ میرے مال کو کوئی لوٹنے والا لوٹے یا کسی نا اہل کے ہاتھ لگ کے وہ فضول رائگاں جائے میں اس کو راہ سخاوت میں پہلے ہی صرف کر دیتا ہوں۔ پس جملہ اھلاک مستھلک میں عبث العابث کا مفاد داخل ہے۔ اور جیسے امیہ ابن ابی الصلت کا یہ شعر ہے۔ کیا کہنا ہماری نعمتوں کا ہمارا منعم و خالق بابرکت ہے کہ جو تمام خلائق کا پروردگار ہے اور وحشی لوگوں کا بھی پالنے والا ہے۔ پس یہ تو ممکن نہیں کہ شاعر نے اپنے قول یتابد سے وحشی جانوروں کو مراد لیا ہو اس لئے کہ حرف من حیوان ناطق اور ذوی العقول کے لئے مخصوص ہے اور جبکہ ایسا ہوا تو وحشی جانوروں کے علاوہ وحشت کرنے والے آدمی لفظ انام میں داخل ہوں گے۔ یا یہ کہ شاعر نے یتابد کو ابد سے مشتق قرار دے کر یتقوت (قوت حاصل کرنے) کے معنی مراد لئے ہوں تو اس معنی کے اعتبار سے بھی من یتابد کا مفاد فی الانام کے ماتحت مندرج رہے گا۔

ابن رشیق نے اس شعر کو اس طرح نقل کیا ہے۔ اہلاک او عبث العابث۔ ۱۲ منہ

واما ان یکون القسمان مما یجوز دخول احدهما فی الاخر مثل قول عدی القرشی۔

غیر ما ان اکون نلت نوالا　　من نداها عفوا ولا مھنئا

فالعفو قد یجوز ان یکون مھنیئا والسھنئ قد یجوز ان یکون عفوا وقد

ضحک من الوک سال مرۃ فقال علقمۃ بن عبدۃ جاھلی ام من بنی تمیم

فان الجاھلی قد یکون من بنی تمیم او من بنی عامر والتمیمی قد یکون اسلامیا

وجاھلیا۔

ومن ذالک قول عبد اللہ بن سلیم الغامدی

فھبطت سربا ما یفزع وحشہ　　من بین سرب ناوئی وکنوس

ناوئی سمین یقال نوئی ای سمن والسمین یجوز ان یکون کانسا

والکانس یجوز ان یکون سمینا وھزیلا؟

اللغۃ ۔ الانوک فی کلام المصنف السفیہ الاحمق السرب بالکسر القطیع من الظباء والنساء وغیرھا والکنوس الداخل فی کناسہ والکناس مستتر الظبی فی الشجر **المعنی** ۔ اور لیکن فساد اقسام کی یہ صورت کہ دونوں قسمیں ایک دوسرے میں داخل ہو سکتی ہوں اور ان دونوں کا اجتماع ممکن ہو اور پھر دونوں کو علیحدہ ذکر کیا جائے) تو اسکی مثال میں عدی قرشی کا یہ شعر ہے ۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ میں نے اس کی بخشش سے کچھ حاصل کر کے میں اسکا زیربار احسان ہوا ہوں اور نہ کوئی خوشگوار شی مجھے اس سے نصیب ہوئی پس عفو (تفضل) مھنی (موافق و خوشگوار) ہو سکتا ہے اور مھنی عفو ہو سکتا ہے (دونوں کا اجتماع ممکن ہے اور قسیمین کو مغائر ہونا چاہیئے) اور (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ) ایک احمق کی بات پر ہنسی اڑائی گئی جبکہ اس نے دریافت کیا کہ علقمہ ابن عبدہ جاہلی ہے یا بنی تمیم میں سے ہے (اسکے سوال پر لوگ ہنس پڑے) اسلئے کہ جاہلی اور بنی تمیم سے ہونے میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جاہلی ہو اور بنی تمیم میں سے بھی ہو یا بنی عامر سے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمیمی شخص اسلامی ہو یا جاہلی ہو ۔ اور اسی باب (فساد اقسام) سے عبد اللہ ابن سلیم غامدی کا یہ شعر ہے پس تیر انداز دل ایسے آہوان صحرا کے جھرمٹ میں ہوا جسکے وحشی جانور وہاں کسی آدم زاد کے گزرنہ ہونے کے سبب سے مامون و بے خوف رہتے تھے اس طرح کہ بعض تو اپنی آرام گاہوں میں پناہ گزین تھے اور بعض چراگاہوں کے فیض سے موٹے تازے ہو رہے تھے ۔ ناوئی کے معنی فربہ کے ہیں چنانچہ جب جانور فربہ ہوتا ہے تو اس وقت لفظ نوئی کا استعمال کیا جاتا ہے ۔ تو سمین (فربہ) کانس (اپنی خوابگاہ میں رہنے والا) ہو سکتا ہے اسی طرح کانس سمین بھی ہو سکتا ہے اور لاغر بھی (دونوں میں منافات نہیں ہے لہذا یہ تقسیم فاسد قرار پائے گی)

واما الاقسام التی یترک بعضها مما لا یحتمل الواجب ترکه

فمثل قول جریر فی بنی حنیفة

صارت حنیفة[1] اثلاثا فثلثهم   من العبید وثلث من موالیها

فبلغنی ان هذا الشعر انشد فی مجلس و رجل من بنی حنیفة حاضر فیه فقیل له من ایهم انت فقال من الثلث الملغی ذکره

ومن عیوب المعانی فساد المقابلات

من کان حافظا لما ذکرنا من صحة المقابلات فی باب النعوت ظهرت له الحال فی فسادها ظهورا اکثر وهو ان یضع الشاعر معنی یرید ان یقابله باخر اما علی جهة الموافقة او المخالفة فیکون احد المعنیین لا یخالف الاخر ولا یوافقه۔

المعنی) ۔اور کلام کی وہ قسمیں جو لازم الذکر ہوں لیکن پھر بھی اُن میں سے بعض کو ترک کر دیا گیا ہو تو اسکی مثال میں جریر کا وہ شعر ہے جو بنی حنیفہ کے بارے میں کہا گیا ۔بنی حنیفہ کے لوگ تین ثلث پر منقسم ہیں لیس اُنہیں کے ایک ثلث تو غلاموں میں سے ہیں اور ایک ثلث احرار و اشراف میں سے ۔(صاحب کتاب کا بیان ہے کہ) مجھے خبر پہونچی کہ یہ شعر ایک صحبت میں پڑھا گیا اور وہاں اُسوقت قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص موجود تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا شمار کن لوگوں میں ہے اُس نے جواب دیا کہ میں اُس ثلث میں سے ہوں جس کا ذکر (اس شعر میں) ترک کر دیا گیا (شاعر نے جو اس شعر میں ایک لازم الذکر قسم کو ترک کر دیا اسپر اُس شخص نے تعریض کی)

اور مضامین شعری کے طریقہ ادا کے عیوب میں سے ایک فساد مقابلہ ہے

باب النعوت میں جو کچھ ہم نے صحت مقابلہ (اور اُسکے اقسام) کے متعلق ذکر کیا ہے وہ بیانات جسکو محفوظ ہونگے اُسے فساد مقابلہ کا بھی حال اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے (اسلئے کہ یہ دونوں ضدین ہیں اور ضد سے ضد کا حال اچھی طرح واضح ہوتا ہے) اس بنا پر فساد مقابلہ کے یہ معنی ہونگے کہ شاعر کسی مضمون کے متعلق چاہتا ہو کہ اُسکے مقابلہ میں خواہ یہ مقابلہ بطریق موافقت ہو یا بعنوان مخالفت اک دوسرا مضمون لائے (لیکن وہ اس تقابل میں کامیاب نہ ہو) اور ایک معنی دوسرے معنی کے نہ موافقت ہی میں مقابل ہوں اور نہ مخالفت میں (بلکہ ان دونوں میں کسی قسم کی کوئی مناسبت نہ پائی جائے)۔

[1] مبتدا کا ملہ میں شعر کے قبل کے اشعار سطرے نقل کئے گئے ہیں یعنی اباہی + الناس بالاحیاء کلهم حتی حنیفة تنفوی فی مناحیها ۔ اصحاب نخل وحیطان ومزرعة سیوفهم خشب فیها مساحیها ۔ ذلت وعلت بقاء السلم صاغرة + من بعد ما کان دسیت الله ینفیها ۔ صارت حنیفة الی آخر البیت ۔ ۱۲ منه

مثال ذلك قول ابی علی القرشی

یا ابن خیر الاخیار من عبد شمس　　انت زین الدنیا وغیث الجنود

فلیس قوله وغیث الجنود موافقا لقوله زین الدنیا ولا مضادا وذلك عیب

ومنه قول هذا الرجل فی مثل ذلك

رحماء لذی الصلاح وضرابون قدما لهامة الصندید

فلیس للصندید فی ما تقدم ضد ولا مثل ولعله لو کان مکان قوله الصندید الشریر لکان جید القوله ذی الصلاح وللعدول عن هذا العیب غیر الرواة قول امرئ القیس ؎

فلو انها نفس تموت سویة　　ولکنها نفس تساقط انفسا

فابدلوا فی مکان سویة جمیعة لانه فی مقابلة تساقط انفسا الیق من سویة

اللغۃ - الصندید السید الشجاع او الحلیم او الجواد او الشریف وقوله تساقط ای تتابع سقوطه وساقطه مساقطة وسقاطا تابع اسقاطه وقال الوزیر ابو بکر تساقط بضم الطاء ومعناه یموت بموتها بشر کثیر۔ **المعنی** - جیسے ابو علی قرشی کے اس شعر میں یہ عیب پایا جاتا ہے۔ اے قبیلہ عبد شمس کے بہتر سے بہتر شخص کے فرزند بیشک تو تمام دنیا کی زینت اور لشکروں کے لئے ابر کرم ہے۔ تو شاعر کا غیث الجنود والا فقرہ پہلے فقرے یعنی زین الدنیا کے جوڑ کا نہیں ہے نہ تو اسکے برخلاف ہے اور نہ اسکا مماثل ہے اور یہ کلام میں بہت بڑا عیب ہے۔ اور اسی قبیل سے اسی شاعر مذکور کا اسی موضوع میں یہ شعر بھی ہے وہ لوگ صاحبانِ صلح اور نیک لوگوں پر بہت مہربان ہیں اور (اسی کے ساتھ) وہ متکبر بہادروں کے کاسہ ہائے سر پر ہمیشہ سنگین ضربیں لگانے والے ہیں۔ تو لفظ صندید کو سابق کلمات سے نہ تماثل ہی کا کوئی علاقہ ہے اور نہ تضاد کی کوئی مناسبت حاصل ہے اور اگر وہ صندید کی جگہ شریر کی لفظ کہتا تو شاید یہ بہتر ہوتا اسلئے کہ پہلے ذی الصلاح کہہ چکا تھا (اور شر و فساد کا مقابلہ خیر و صلاح سے بالکل صحیح ہے) اور اسی عیب سے بچنے کے لئے ناقلین اشعار نے امرء القیس کے اس شعر کو تغیر دیکر نقل کیا ہے جسمیں وہ کہتا ہے کاش میرا نفس ایسا نفس ہوتا جو مجتمع ہو کر ایک دم سے لقمۂ اجل ہو جاتا لیکن (اب طول مرض اور شدت تکلیف سے یہ حال ہو گیا ہے کہ رہ رہ کے جان نکلتی ہے اور) میرا ایک دم (بار بار اکھڑنے کی وجہ سے) گویا کئی جانیں میرے قالب سے گرا رہا ہے پس لوگوں نے لفظ سویّۃ کو بدل کر اسکی جگہ لفظ جمیعۃ نقل کیا ہے اسلئے کہ کلمۂ تساقط انفسا کے مقابلہ میں جمیعۃ کی لفظ بہ نسبت لفظ سویّۃ کے زیادہ مناسب و موزوں ہے۔

ومن عیوب المعانی فساد التفسیر

من کان ذاکرا لما قدمناه فی باب نعت هذا المعنی عرف الوجه فی عیبه مثال ذلك اذجاءنی بعض الشعراء فی هذا الوقت وانا اطلب امثلة فی هذا الباب لیستفتینی فیه وهو

فیا ایها الحیران فی ظلم الدجی ... ومن خاف ان یلقاه بغی من العدی

تعال الیه تلق من نور وجهه ... ضیاء ومن کفیه بحرا من الندی

وقد کان هذا الرجل یسمعنی کثیرا الخوض فی اشیاء من نقد الشعر فیحی بعض ذلك ولیستجید الطریق التی اوضحها له فلما وقع هذان البیتان فی قصیدة له ولاح له ما فیهما من العیب ولم یتحققه صار الیّ وذکر انه عرضهما علی جماعة من الشعراء وغیرهم ممن ظن ان عنده مفتاحا

اور مضامین شعری کے عیوب میں سے ایک فساد تفسیر ہے

ہم نے اس مضمون کے محاسن کے باب (صحت تفسیر) میں جو کچھ مطالب سابقاً بیان کئے ہیں وہ جسے محفوظ ہوں گے وہ اُن سے اس معنی کے عیب (فساد تفسیر) کے طریقوں کو بھی اچھی طرح سمجھ لے گا۔ اور اسکی مثال اُس موقع پر مجھے ملی جبکہ ایک شاعر اسی باب میں مجھ سے استفتاء کرتا ہوا (دو شعر لیکر) میرے پاس آیا اور میں اُس وقت اُس مثال کی تلاش میں تھا اور وہ یہ ہے (۱) اے جہالت و گمراہی کے تاریک میدان میں ٹھوکریں کھانے والے اور اے دشمنوں کی بغاوت و سرکشی سے خوف کھانے والے (۲) ممدوح کی طرف آ تا کہ اُسکے روشن چہرے سے ضیا اور اُسکے دست فیض سے دریائے سخاوت کا تو مشاہدہ کرے۔ اور یہ آنے والا شخص میرے متعلق سُنا کرتا تھا کہ میں نقد شعر کے امور میں زیادہ غور و خوض کیا کرتا ہوں تو یہ میری ان تحقیقات کو غور سے سُنا کرتا تھا اور میں اپنا طریقۂ مختار جو اُسکے سامنے بیان کرتا تھا اُسے وہ پسند کرتا تھا یہاں تک کہ جب اُسکے ایک قصیدہ میں یہ دونوں شعر واقع ہوئے اور اُس پر ان کا عیب بھی واضح ہو گیا لیکن خود اُسے اس پر پورا اطمینان نہیں ہوا تو میرے پاس آیا اور مجھ سے ذکر کیا کہ ان دونوں شعروں کو اس نے جماعت شعرا اور نیز اُن کے علاوہ ایسے لوگوں کے سامنے بھی پیش کیا جنکے متعلق اُسکو خیال تھا کہ ان کے پاس اس مسئلہ کی عقدہ کشائی ہو گی۔ تنبیہ مصنف کی عبارت درست معلوم ہوتی ہے لفظ بشعر کے اضافہ کی ضرورت نہیں۔ فیہ اور ھو کا مرجع مثال کو قرار دیا جا سکتا ہے

وان بعضهم جوزهما وبعضهم شعر بالعيب فيهما فذكرت له الحال فيهما واثبت البيتين فى هذا الموضع مثالا ووجه العيب فيهما ان هذا الشاعر لما قدم فى البيت الاول الحيرة فى الظلم وبغى العدى كان الجيد ان يفسر هذين المعنيين فى البيت الثانى بما يليق بهما فاتى بازاء الظلام بالضياء وذلك صواب وكان الواجب ان ياتى بازاء العدى بالنصرة او بالعصمة او بالوزر او بما جانس ذلك مما يحتمى به الانسان من اعداء فلم يات بذلك وجعل مكانه ذكر الندى ولو كان ذكر الفقر والعدم لكان ما اتى به صوابا وقد يتفرع من هذا الباب خطاءان اذا وقعا فيه خرجا الى اخرين من ابواب عيوب الشعر احدهما ان يكون هذا الشاعر لو لم يات بخلاف القسم الثانى مثلا بل تركه لدخل فى باب الخلل ولو لم يتركه بل اتى به وزاد عليه لدخل فى باب الحشو وقد ذكرنا هذين البابين فى مواضعهما۔

اللغة — الوزر محركتا الملجاء والمعتصم وبالكسر السلاح وغيره۔ **المعنی** ۔ اور یہ اس نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے ان شعروں کو بے عیب سمجھکر صحیح قرار دیا اور بعض انکے عیب پر متنبہ ہوگئے پس میں نے اس سے انہیں جو بات تھی اسکا ذکر کیا اور اس مقام پر ان دونوں شعروں کو مثال قرار دے کر درج کر لیا اور ان میں عیب یہ ہے کہ شاعر نے چونکہ پہلے شعر میں تاریکی میں حیران پھرنے اور بغاوت اعداء کا ذکر کیا لہذا اسکے لئے بہتر اور مناسب یہ تھا کہ دوسرے شعر میں ان دونوں معنی کی ان ہی کے لائق اور موافق الفاظ میں ٹھیک طور سے تفسیر کر دیتا لیکن اسنے ایسا نہیں کیا اور تفسیر کو ناقص کر دیا (پس وہ تاریکی کے مقابلہ میں ضیاء لایا اور یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن اسنے دوسرے کلمہ کی تفسیر میں غلطی کی) اسپر لازم یہ تھا کہ اعداء کے ذکر کے مقابلہ میں نصرت اور حمایت و مساعدت یا اسکے مناسب ایسے صفات کا ذکر کرتا جو اعداء سے بچنے کے موقع پر اسباب حمایت شمار کیے جاتے ہیں لیکن اس نے نصرت وغیرہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ بجائے اسکے سخاوت کا اظہار کیا حالانکہ اگر پہلے فقرہ میں ناگی کا ذکر ہوتا تو البتہ سخاوت کو اسکے مقابلہ میں لانا درست تھا ۔ اور اکثر اسی باب (فساد تفسیر) سے دو اور ایسی غلطیاں پیدا ہوتی ہیں کہ جب وہ غلطیاں اس موقع پر واقع ہو جاتی ہیں تو انکے لئے ابواب عیوب شعر میں سے دو دروازے اور کھل جاتے ہیں ایک تو یہ کہ اگر شاعر مثلاً دوسری قسم کے مقابل میں کوئی لفظ نہ لائے بلکہ اسکو ترک کر دے تو یہ فعل اسکا باب الخلل میں داخل ہوگا (اور شعر کا مطلب مختل ہو جائیگا) اور اگر اسکو ترک نہ کرے بلکہ معرض ذکر میں لے آئے اور بلا ضرورت زیادتی کر دے تو باب الحشو میں داخل ہو جائیگا اور ان دونوں بابوں کو ہم انکے محل پر ذکر کر چکے ہیں۔

ومن عيوب المعاني الاستحالة والتناقض

وهما ان يذكر في الشعر شئ فيجمع بينه وبين المقابل له من جهة واحدة والاشياء تتقابل على اربع جهات اما على طريق المضاف ومعنى المضاف هو الشئ الذى يقال بالقياس الى غيره مثل الضعف الى نصفه والمولى الى عبده و الاب الى ابنه فكل واحد من الاب و الابن والمولى والعبد والضعف والنصف يقال بالاضافة الى الاخر وهذه الاشياء من جهة ما ان كل واحد منها يقال بالقياس الى غيره هى من المضاف ومن جهة ان كل واحد منها بازاء صاحبه كالمتقابل له فهى من المتقابلات فاما على طريق التضاد مثل الشر للخير والحار للبارد والابيض للاسود

اور مضامین شعری کے عیوب میں سے ایک استحالہ وتناقض ہے

اور ان دونوں سے مراد یہ ہے کہ شعر میں مثلاً ایک شے کا ذکر کیا جائے پھر اُسکے مقابل اور نقیض کو ایک ہی جہت و اعتبار سے اُس کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ اور اشیاء میں جو تقابل ہوتا ہے اُسکی چار قسمیں ہیں یا تو تقابل بر طریق مضاف ہوگا اور اسکے معنی یہ ہیں کہ شئے کو اُسکے غیر کے اعتبار سے دیکھیں (یعنی شے کو غیر کے ساتھ نسبت دے کر دیکھیں تو وہ سمجھ میں آئے) جیسے کہ ضعف باعتبار اپنے نصف کے اور آقا باعتبار اپنے غلام اور باپ باعتبار اپنے فرزند کے سمجھ میں آتا ہے پس باپ و بیٹے آقا و غلام ضعف و نصف میں سے ہر ایک لفظ اپنے غیر کے اعتبار سے اطلاق کی جاتی ہے اور یہ تمام چیزیں اس حیثیت سے کہ ہر ایک انہیں کی بالقیاس الی الغیر بولی جاتی ہیں انکو تقابل تضائف میں شمار کیا جاتا ہے (اسلئے کہ غیر کی طرف اضافت دینے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں اور مستقل المفہوم نہیں ہیں) اور اس حیثیت سے کہ ہر ایک شے ان میں کی اپنے ساتھ والی شے کے مقابلہ میں ہے اس بنا پر ان کو متقابلات میں شمار کیا جاتا ہے اور یا تقابل بر طریق تضاد ہوگا جیسے بد مقابل نیک اور گرم مقابل سرد اور سفید مقابل سیاہ ہوتا ہے۔

واما علی طریق العدم والقنیة مثل الاعمی لا بصیر والاصلع وذی الجمة واما علی طریق النفی والاثبات مثل ان یقال زید جالس وزید لیس بجالس فاذا اتی فی الشعر جمع بین متقابلین من هذه المتقابلات وکان هذا الجمع من جهة واحدة فهو عیب فاحش غیر مخصوص بالمعانی الشعریة بل هو لاحق بجمیع المعانی واعنی لفوله من جهة واحدة انه قد یجوز ان یجمع فی کلام منظوم ومنثور متقابلان من هذه المتقابلات ویکون ذلک الاجتماع من جهتین لا من جهة واحدة ویکون الکلام مستقیما غیر محال ولا متناقض مثال ذلک ان یقال فی تقابل المضاف ان العشرة مثلا ضعف وانها نصف لکن یقال انها ضعف الخمسة ونصف العشرین فلا یکون ذلک محالا اذا قیل من جهتین کما لو قیل فی انسان واحد انه اعمی العین بصیرها فلا محال

اللغة — اراد بقوله العدم والقنیة العدم والملکة والاصلع من الصلع محرکة وهو انحسار شعر مقدم الرأس لنقصان مادة الشعر فی تلک البقعة وقصورها عنها المعنی — اور یا تقابل برطریق عدم وملکہ ہوگا جیسے بینا کے مقابلہ میں نابینا اور کاسہ سر پہ بال رکھنے والے کے مقابلہ میں صاف چندیا والا اور یا برطریق نفی واثبات ہوگا جیسے کہا جائے کہ زید بیٹھا ہے اور زید نہیں بیٹھا ہے تو جب ان متقابلات میں سے دو متقابل کا ایک ہی جہت واعتبار سے شعر میں اجتماع ہو جائے تو یہ کھلا ہوا عیب شمار کیا جائے گا اور یہ عیب صرف مضامین شعری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جملہ مضامین کو لاحق ہوتا ہے۔ اور جہت واحدہ کی قید سے ہماری مراد یہ ہے کہ کلام منظوم ہو یا منثور دونوں میں اجتماع متقابلین دو اعتباروں سے جائز اور ممکن ہے ہاں البتہ ایک ہی جہت سے انکا اجتماع نہیں ہوسکتا اور ایسی صورتوں میں جب جہتین دونوں کی بدلی ہوئی ہوں کلام درست ہوسکتا ہے اور اسمیں کوئی استحالہ وتناقض نہیں لازم آئے گا اسکی مثال یہ ہے کہ تقابل تضائف میں مثلاً کہا جائے کہ دس ضعف بھی ہے اور نصف بھی لیکن اسطرح کہ پانچ کا دوگنا ہے اور بیس کا آدھا تو یہ تقابل مختلف جہتین کے ساتھ نادرست ہوگا جس طرح اگر ایک ہی شخص کو اعمی العین (نابینا) اور بصیر العین (بینا)

وكذلك فى التضادان يقال للفاتر حار بالنسبة الى البارد وبارد بالنسبة الى الحار فاما عند احدهما فلا وفى النفى والاثبات ان يقال زيد جالس فى وقته الحاضر الذى هو جالس وغير جالس فى الوقت الآتى الذى يقوم فيه اذا قام فذلك جائز واما فى وقت واحد وحال واحدة جالس وغير جالس فلا ولهذه العلة يجوز ما ياتى فى الشعر على هذه السبيل مثل ما قال خفاف بن ندبة

اذا انتكث الحبل القوية صبور الخبار رزينا خفيفا

فلو لم يرد انه رزين من حيث ليس هو خفيفا لم يكن مجوزا

ومثل ما قال الشنفرى[۱]

فدقت وجلت واسبكرت واكملت فلو جن انسان من الحسن جنت

اللغة - الخبار كسحاب مالان من الارض واسترخى والمراد ههنا القلب بقرينة صبور واسبكرت الجارية اعتدلت واستقامت - المعنى - اور اسیطرح تقابل تضاد میں مثلاً نیم گرم پانی کے متعلق کہا جائے کہ یہ گرم ہے بہ نسبت سرد کے اور سرد ہے باعتبار گرم کے تو یہ صحیح ہے ہاں البتہ ان میں سے ایک کے پائے جانے کے وقت دوسرے کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور تقابل نفی و اثبات (ایجاب و سلب) میں بھی اگر جہت بدل کر مثلاً جلوس زید کے وقت کہا جائے کہ زید بیٹھا ہے اور اٹھ جانے کے بعد کہا جائے کہ نہیں بیٹھا ہے تو یہ صحیح ہوگا اور ایک ہی وقت میں اسے جالس و غیر جالس کہنا درست نہیں ہے اور اسی وجہ سے جو اختلافات و مناقضات اشعار میں وارد ہوئے ہیں اس طریقہ (اختلاف جہت) کی بنا پر صحیح و جائز ہو سکتے ہیں جیسے کہ خفاف ابن ندبہ نے یہ شعر کہا ہے - جبکہ (کثرت مصائب کی وجہ سے) رشتۂ صبر ٹوٹنے لگے تو اسکو منزل مقصود کی دشوار گزار راہوں سے صبر و اطمینان اور استقلال کے ساتھ بھاری بھرکم اور سبکروی سے گزر جانے والا پاؤگے تو اگر شاعر اسکا ارادہ نہ کرتا کہ جس حیثیت سے وہ رزین ہے اس حیثیت سے خفیف نہیں ہے بلکہ ایک ہی اعتبار سے اُسکا خفیف اور رزین ہونا شاعر کا مقصود ہوتا تو یہ شعر ہرگز صحیح نہ تھا اور جیسے شنفری کا شعر ہے - محبوبہ کے بعض اعضا باریک ہیں مثل کمر وغیرہ کے اور بعض فربہ ہیں مثل سرین وغیرہ کے (لیکن) ہر عضو اسکا نوجوانی کے ساتھ معتدل اور تام الخلقۃ ہے اور اس کا حسن و جمال ایسا حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ ایک انسان زیادتی حسن کی وجہ سے جن ہو سکتا ہے - تو وہ ضرور جنیہ ہو جاتی -

[۱] کتاب البیان والتبیین میں مخنفری کے بجائے شنفری نقل کیا گیا ہے اور ایسے شعر ذیل سے پہلے مصرعہ کی اسطرح روایت کی ہے وجلت ودقت واسبکرت وتضرت ۱۲ منہ

فانه انما اراد دقت من جهة وجلت من اخرى فاما لو كان اراد انها
دقت من حيث جلت لم يكن جائزا وقد جاء في الشعر من الاستحالة
والتناقض مالا عذر فيه وما جمع في ما قيل فيه بين المتقابلات من
جهة واحدة ومنه ما التناقض فيه ظاهر يعلم في اول ما يلقى الى السمع و
منه ما يحتاج الى تنبيه موضع التناقض

(ومما جاء في ذلك على جهة التضاد قول ابي نواس في الخمر)

كان بقايا ما عفا[1] من حبابها ۔ تفاريق شيب في سواد عذار

فشبه حباب الكاس بالشيب وذلك قول جائز لان الحباب يشبه به
في البياض وحده لا في شيء اخر غيره ثم قال ؎

تردت به ثم انفرى عن اديمها ۔ تفري ليل عن بياض نهار

اللغة — عفا الامر یعنی نزل وحدث وقوله تردت به ای رمت به وهلکت. وقوله انفری ای انحسر۔

المعنی — تو شاعر نے لفظ دقت ایک اعتبار سے کہا ہے اور لفظ جلّت دوسرے اعتبار سے اور اگر اسکا یہ مقصود ہوتا کہ جس حیثیت سے وہ لاغر ہے اسی حیثیت سے فربہ بھی ہے تو ہرگز یہ تقابل صحیح نہ ہوتا۔ اور میری نظر سے بعض اشعار ایسے بھی گزرے ہیں جنکے مضامین مستحیلہ و متناقضہ کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی اور جن میں ایک ہی حیثیت سے تناقض وغیرہ پایا جاتا ہے اور ان میں بعض ایسے ہیں جنکا متناقض ہونا بالکل ظاہر و واضح ہے جو شعر کے سنتے ہی معلوم ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جنہیں تناقض کے جانب متوجہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس باب میں متضاد مضمون والے جو اشعار ہیں ان میں سے شراب کے متعلق ابونواس کا یہ شعر ہے۔ جوش مارتی تیز شراب کے ابھرتے اور بجھتے ہوئے حباب (جو کنارۂ جام پر باقی رہ گئے ہیں) ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ وہ سفیدی میں بڑھاپے کے پراگندہ بال ہیں جو سیاہ بالوں میں نمودار ہوں پس شاعر نے حباب جام کی پیری کے سفید بالوں سے تشبیہ دی اور یہ تشبیہ درست ہے اسلئے کہ حباب صرف سفیدی میں شیب کے مشابہ ہوتا ہے اسکے علاوہ اور کسی امر میں ان دونوں کے درمیان کوئی مشابہت و مناسبت نہیں ہے۔ پہلے[2] شعر کے بعد کہتا ہے۔ پہلے شراب نے (جوش کھا کر) ان حبابوں کو نیچے سے اوپر کی جانب پھینکا پھر وہ پھٹکر اسکے بالائی سطح سے اس طرح جدا ہو گئے جیسے چادر شب چاک ہو کر سفیدۂ سحر سے علیحدہ ہو جائے۔

[2] ابونواس کا یہ شعر تشبیہ کے لحاظ سے ابن عبد الحرث کے اس شعر سے مشابہ ہیں ؎ حتی کان قلائدہ و حلیتہ × لیل تلفع من بدر بہ نہار ۔ فرزدق نے بھی اسی تشبیہ کو اس طرح نظم کیا ہے ؎ والشیب ینہض فی الشباب کانہ × لیل یصیح بجانبیہ نہار ۔ ۱۲ منہ

[1] کشاف وغیرہ میں ماعفا کی جگہ ما سفا نقل کیا ہے۔ ۱۲ منہ

فالحباب الذی جعله فی هذا البیت الثانی کاللیل هو الذی کان فی البیت الاول ابیض کالشیب والخمر التی کانت فی البیت الاول کسواد العذار هی التی صارت فی البیت الثانی کبیاض النهار ولیس فی التناقض له منصرف الی جهة فی الجهات للعذر لان الاسود والابیض طرفان متضادان وکل واحد منهما فی غایة البعد عن الآخر فلیس یجوز ان یکون شیء واحد یوصف بانه اسود وابیض الا کما یوصف الادکن فی الالوان بالقیاس الی واحد من الطرفین الذی هو واسطة بینهما فیقال انه عند الابیض اسود۔ ولعل قوما یحتجون لابی نواس بان یقولوا ان قوله تفری لیل عن بیاض نهار لم یرد به لا ابیض ولا اسود لکن الذی اراده انما هو ذات التفری وانحسار الشیء عن الشیء اسود کان او ابیض او غیر ذلک من الالوان

اللغۃ۔ الادکن اللون المائل الی السواد۔ **المعنی**۔ پس شاعر نے جس حباب کو اس دوسرے شعر میں رات سے مشابہ قرار دیا اسی کو پہلے شعر میں بڑھاپے سے تشبیہ دیکر سفید قرار دیکا ہے اور جس شراب کی تشبیہ پہلے شعر میں سواد عذار سے دی ہے وہی شراب دوسرے شعر میں بیاض نہار کے مثل ہوگئی اور یہ وہ تناقض ہے جسکے واسطے کوئی وجہ وجیہ نہیں ہے اسلئے کہ سیاہ وسفید یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد واقع ہیں اور ایک کو دوسرے سے بہت دوری حاصل ہے پس یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک ہی شئے اسود وابیض دونوں کے ساتھ موصوف ہو سوائے ادکن (سیاہی مائل رنگ) کے کہ وہ بہ نسبت اپنی دونوں طرفوں (سیاہ وسفید) کے مثل ایک واسطے کے ہے لہذا اُسے ابیض واسود کہہ سکتے ہیں۔ اور شاید کچھ لوگ ابونواس کی موافقت میں یہ حجت پیش کریں کہ اُس نے مقولہ تفری لیل عن بیاض نہار سے نہ ابیض ہی کا قصد کیا ہے نہ اسود کا (تاکہ ایک شئے کا ضدین کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئے) بلکہ صرف ایک شئے کے دوسری شئے سے جدا ہوجانے کی ہیئت کو ملحوظ رکھ کر تشبیہ دیدی ہے خواہ وہ شئے سیاہ ہو یا سفید یا اور کسی رنگ کی۔

فنقول من يحتج بهذه الحجة تبطل من جهات احدها ان الرجل قد صرح بانه لم يرد غير اللون فقط بقوله عن بياض نهار والثانية تشبيهه الحباب لا يشبه الشيب من جهة من الجهات غير البياض والثالثة ان الليل والنهار ليس هما غير الظلمة والضياء فيظن بالجاعل لهما في وصف من الاوصاف انه اراد شيئا آخر فان القائل مثلا في شئ قد تبرأ من شئ كما تتبرأ الشعرة من العجين قد يجوز ان يصرف قوله هذا على جهتين احدهما ان يظن انه اراد تبري الاسود من الابيض لان في الشعرة والعجين جسما يجوز ان يتبرأ من جسم وسوادا وبياضا فاما الليل والنهار فليس بهما غير سواد وبياض فقط فاما جسم يتبرأ من جسم فلا۔

اللغة العجين الدقيق والمختث وهم اهل الرضا و من جال النساء المراد ههنا الاول المعنی تو ہم کہیں گے کہ اُس کا یہ احتجاج چند وجوہ سے باطل ہے ایک تو یہ کہ شاعر نے مقولہ عن بیاض نہار اس امر کی تصریح کردی کہ (تشبیہ میں) رنگ کے سوا اور کوئی شے مراد نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ حباب کی تشبیہ شیب سے سوائے سفیدی کے اور کسی جہت سے مناسبت نہیں رکھتی اور تیسرے یہ کہ رات و دن (حقیقتاً) تاریکی و روشنی ہی کا تو نام ہے ان دونوں کے علاوہ لیل و نہار میں کوئی ایسی شئے موجود نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہنا درست ہو کہ ان کے ساتھ کسی شے کی تشبیہ دینے والے نے سوائے جہات مذکورہ کسی اور جہت کا ارادہ کیا ہو اسلئے کہ کسی ایسی چیز کے باب میں کلام کرنے والا جو کبھی کسی دوسری چیز سے علیحدہ اور دور ہو جاتی ہو جس طرح کہ آٹے سے بال علیحدہ کر دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ اُسکا کلام دو وجہوں پر محمول کیا جائے جنمیں سے ایک یہ خیال کیا جائے کہ اُس نے سیاہ کو سفید سے جدا ہونے کا لحاظ کیا ہے اسلئے کہ بال ہو یا گندھا ہوا آٹا دونوں ایک مجسم چیز ہیں ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں سفیدی و سیاہی بھی موجود ہے (پس یہ دو متقابل چیزیں ایسی ہیں کہ جو متضاد صفتوں سے متصف ہونے کے قابل ہیں لہذا یہاں ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک صفت کا لحاظ کیا جائے اور دوسرے سے قطع نظر ہو) لیکن رات و دن ایسے نہیں ہیں اسلئے کہ رات صرف تاریکی کا نام ہے اور دن صرف روشنی کا یہاں کوئی ایسا جسم نہیں ہے جو (مثل شعرہ کے) دوسرے جسم سے ممتاز ہو سکے یا قابل صفات متضادہ قرار پائے۔

وممّا جاء من الشعر في التناقض على طريق المضاف قول عبد الرحمٰن بن عبيد الله القس۔ ؎

فاني اذا ما الموت حلّ بنفسها	يزال بنفسي قبل ذالك فاقبر

فقد جمع بين قبل وبعد وهما من المضاف لانه لاقبل الا لبعد ولابعد الا لقبل حيث قال انه اذا وقع الموت بها وهذا القول كانه شرط وصفة ليكون له جواب ياتی به وجوابه قوله يزال بنفسه قبل ذالك وهذا شبيه بقول قائل لو قال اذا انكسرت الجرة انكسر الكوز قبلها ومنزلة هذا التناقض عندي فوق منزلة جمع المتقابلين في الشناعة لان هذا الشاعر جعل ما هو قبل بعد

اللغة۔ قوله اُقبر مبنيا للمفعول اي جعل لي قبر۔ المعنی۔ اور جن اشعار میں تناقض واختلاف بطریق تضائف وارد ہوا ہے اُن میں سے ایک شعر عبد الرحمٰن ابن عبید اللہ القس کا ہے یہ بات یقینی ہے کہ اگر (خدانہ کردہ) اُسے موت آئی تو اُسکے مرنے کے پہلے ہی میں مر کر دفن کردیا جاؤنگا تو شاعر نے (اس شعر میں) قبل و بعد کو (ایک موقع پر) جمع کردیا ہے حالانکہ یہ دونوں تقابل تضائف کے افراد میں سے ہیں اسلئے کہ بعد کے لحاظ سے قبل ہوتا ہے اور قبل کے اعتبار سے بعد چونکہ شاعر نے یہ کہا ہے کہ جب محبوبہ کو موت آجائے اور یہ کلام اُسکا بمنزلۂ شرط ہے اور اسمیں اظہار ہے اس امر کا کہ اسکا جواب (اسکے بعد ہی) آئے گا اور جواب اُسکا قول یزال الخ ہے اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے اذا انکسرت الجرۃ انکسر الکوز قبلہا یعنی جب گھڑا ٹوٹ جائے تو آبخورہ اُسکے قبل ہی ٹوٹ گیا اور میرے نزدیک جمع بین المتقابلین کے بہ نسبت اس قسم کے تناقض کا درجہ بُرائی اور شناعت میں زیادہ بڑھا ہوا ہے اسلئے کہ اس شاعر نے ما قبل کو ما بعد قرار دیدیا یعنے اگر وہ کہتا کہ جب محبوبہ کو موت آئے گی تو اُسکے بعد میں ضرور مر جاؤں گا تو کوئی تناقض نہ تھا لیکن اُسنے کہا کہ اُسکے پہلے میں مر جاؤں گا یعنے اُسکے مرنے کے بعد اُسکے مرنے کے پہلے میں مر جاؤں گا (اور یہ تناقض بطریق تضائف صریح ہے)۔

ومما جاء فی الشعر علی طریق القنیة والعدم قول ابن نوفل ؎

لا علاج ثمانیة و شیخ　　　کبیر السن لیس بذی ضریر

فلفظة ضریر انما تستعمل وھی تصریف فعیل من الضر فی الاکثر للذی

لا بصر له وقول ھذا الشاعر فی ھذا الشعر انہ ذو بصر وانہ ضریر تناقض من جھة

القنیة والعدم وذلک انہ یقول ان له بصرا ولا بصر له فھو بصیر اعمی

فان قال قائل انہ ضریر راجع الی البصر فانه الاعمی فالعرب اولا انما

ترید بضریر الانسان الذی قد لحقه الضر بذھاب بصره لا البصر نفسه

اللغة ۔ العلج بالکسر العیر وحمار الوحش السمین القوی والرجل من کفار العجم ج علوج واعلاج ۔ **المعنی** ۔ اور جو اشعار کے تقابل عدم وملکہ پر مشتمل ہیں اُن میں سے ایک شعر ابن نوفل کا ہے (جو ہجو کرتے ہوے کہتا ہے) ۔ تو جنگ کے موقع پر چند کفار عجم (ذلیل وبیوقوف آدمیوں) کی آواز دلسے ڈرتا تھا جو تعداد میں آٹھ سے زیادہ نہ تھے اور اُن میں ایک نابینا پیر مرد تھا پس ضریر جو ضر سے مشتق اور فعیل کے وزن پر ہے علی الاکثر نابینا شخص کیلئے استعمال کی جاتی ہے ۔ اور شاعر کے اس قول میں کہ وہ ذو بصر (بینا) ہے اور ضریر (نابینا) ہے تقابل عدم وملکہ کے طور سے تناقض ہے اس لئے کہ یہ اُسکے متعلق کہہ رہا ہے کہ وہ بصیر اور غیر بصیر ہے تو اسکے معنی یہ ہوے کہ وہ بینا نابینا ہے پس اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ضریر وہ ہے کہ جسکی نسبت (حقیقۃً) بصر کی طرف ہوتی ہے کیونکہ بصر ہی نابینا ہوتی ہے لہذا تناقض نہونا چاہیے تو یہ قول اُسکا درست نہ ہوگا اسلئے کہ عرب لفظ ضریر بول کر کسی وقت بصر کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ پہلے ہی سے اُس شخص کو مراد لیتے ہیں جسکو اُسکی بینائی کے جاتے رہنے کی وجہ سے کورچشمی کا مرض لاحق ہو گیا ہو ۔ **تنبیہ** ۔ ابن نوفل کے شعر میں لیس بذی ضریر کی روایت کے بنا پر کوئی تناقض لازم نہیں آتا بلکہ ذی ضریر کی لفظ بے معنی سی معلوم ہوتی ہے البتہ ذی بصر ضریر کی روایت بظاہر قرین صواب اور راقم مصنف کے مطابق مستلزم تناقض نظر آتی ہے لہذا شارح نے بذی ضریر کے معنی بذی بصر ضریر کے قرار دے کر جو توجیہ مصنف کی طرف سے

[حاشیہ:]

۱؎ قدامہ البیان وراشیق نے بھی اس مصرعہ کو اسیطرح نقل کیا ہے ۔ کبیر السن ذی بصر ضریر ہجو کیا ابن نوفل نے جسکے متعلق کہتا ہے کہ اسکے قبل رسید میں بیان کیا ہے کہ جسکو زہیر نے اُس کے اشعار نقل کئے ہیں جس کا مطلع یہ ہے ۔ کما قطا بین الحشا والصبیر ۔ الا الخبیث من الصلیة ۔ ومثل نعامة تدعی بعیرا ۔ تعاظمها اذا ما قیل طیری ۔ فان قیل احملی قالت فانی ۔ من الطیر المربة بالوکور ۔ وکنت لدی المغیرة عیر سوء ۔ تبول من المخافة للزئیر ۔ لا علاج ثمانیة الخ تقول لما اصابک الحصوة الا تنزو ابا لقرملت نتی السریر ۱۲ منہ

وايضا فليس البصر هو العين التى يقع عليها العمى بل ذالك الابصار وذات الابصار لا يقال لها عمياء كما لا يقال ان حدة السيف كليلة بل انما يقال السيف كليل لان الحدة لا تكل وكذا البصر لا يعمى ولكنه فى توسع اللغة وتسمح العرب فى اللفظ جائز على طريق المجاز وقد جاء فى اقوى المواضع حجة وهو القرآن فى قوله عز وجل انها لا تعمى الابصار ولكنه اذا جاز فى البصر ان يقال اعمى فلا اراه يجوز ان يقال فيه مضرور وارى ان مما يدخل فى هذا البيت من التناقض قول ابن هرمة ؎

تراه[1] اذا ما ابصر الضيف كلبه   يكلمه من حبه وهو اعجم

فان هذا الشاعر اقنى الكلب الكلام فى قوله يكلمه ثم اعدمه اياه عند قوله وهو اعجم من غير ان يزيد فى القول ما يدل على ان ما ذكره انما اجراه على طريق الاستعارة۔

اللغة:- اقنى فى كلام المصنف بمعنى اثبت من القنية اى الملكة ۔ **المعنى** - اور بصر (حقیقۃً) وہ آنکھ بھی نہیں جسکو نابینائی لاحق ہوتی ہے بلکہ بصر اصل میں قوت باصرہ کا نام ہے اور ذات ابصار کو نابینا نہیں کہا جاتا ہے جیسے کہ تلوار کی تیز دھار کو کند نہیں کہا جاتا بلکہ خود تلوار کو کند کہتے ہیں (جبکہ اسمیں دھار نہ ہو) اسلئے کہ دھار کی تیزی کند نہیں ہوتی اسیطرح بینائی نابینا نہیں ہوتی (بلکہ آنکھ والا شخص نابینا کہلاتا ہے) لیکن عرب کی وسیع زبان میں بطریق مجاز اسکا استعمال جائز ہے لہذا بصر کو بھی مجازاً اعمی کہسکتے ہیں) اور بیشک قرآن مجید میں (بھی) جو حجت و دلیل کے لحاظ سے نہایت زبردست قابل اعتماد کلام ہے ایک مقام پر ارشاد جناب رب العزت ہوا ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں (بلکہ درحقیقت قلوب نابینا ہوتے ہیں) لیکن جب آنکھوں کو اعمی کہنا صحیح مانا جائے تو میرے خیال میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انھیں مضرور کہنا بھی درست ہو جائے اور جن اشعار میں اس قسم (عدم وملکہ) کا تقابل موجود ہے ان میں سے میرے خیال میں ابن ہرمہ کا بھی یہ شعر ہے ۔ تو اسے ایسا مہمان نواز پائے گا کہ جب اسکا کتا مہمان کو دیکھ لیتا ہے تو (محبت کے مارے) باوجود قوت گویائی نہ رکھنے کے وہ اس سے کلام کرنے لگتا ہے ۔ تو اس شاعر نے یکلمہ کہہ کر اس کتے کی طرف کلام کرنے کی نسبت دی پھر کلمہ وھو اعجم کہکر کلام کی اس سے نفی کر دی بغیر اسکے کہ اپنے کلام میں وہ ایسی لفظ کا اضافہ کردے جس سے معلوم ہو کہ جو کچھ اس نے ذکر کیا ہے وہ بطریق استعارہ وتشبیہ ہے (حقیقۃً مقصود نہیں)۔

[1] کتاب البیان والتبیین میں اس شعر کو اسی طرح وارد کیا ہے لیکن کتاب الحیوان میں اسے مع ماقبل شعر کے اس طرح نقل کیا ہے - فجاء به مستبهم الصوت للقرى + له عند اتيان المهابين مطعم يكاد اذا ما ابصر الضيف مقبلا + يكلمه من حبه وهو اعجم - اس روایت کی بنا پر مصنف نے جو ایراد شاعر پر کیا ہے وہ وارد نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے لفظ یکاد لگا کر اسکو دفع کردیا ۱۲ منہ

فان عذر بهذا الشاعر بعض العذر اذا كانت الحجج كثيرة فهلا قال كما قال عنترة ؎

فازور من وقع القنا بلبانه — وشكا الي بعبرة وتحمحم

فلم يخرج الفرس عما له من التحمحم الى الكلام ثم قال ؎

لو كان يدري ما المحاورة اشتكى — ولكان لو علم الكلام مكلمي

(ومما جاء من الشعر على طريق الايجاب والسلب)

(قول عبد الرحمن بن عبيد الله القس)

ارى الهجر والقتل مثلين فاقصروا — ملامكم فالقتل اعفى واليسر

فاوجب هذا الشاعر للقتل والهجر انهما مثلان ثم سلبهما ذلك بقوله القتل اعفى واليسر فكأنه قال ان القتل مثل الهجر وليس هو مثله

اللغة - الازورار الميلان واللبان الصدر والتحمحم صوت الفرس ما كان فيه شبه الحنين ليرق صاحبه له وقوله مكلمي خبر كان ۔ **المعنى** ۔ اور اگر بہ لحاظ ادلۂ کثیرہ اس شاعر کی طرف سے کچھ عذر کیے بھی جا سکتے ہوں تا ہم سوال ہوتا ہے کہ اس نے اس طرح کیوں نہیں کہا جیسے عنترہ کا شعر ہے۔ نیزوں کے پڑنے کی وجہ سے اس گھوڑے نے اپنا سینہ پھیر لیا اور مجھ سے اپنے آنسو اور آواز دردناک کے ذریعہ سے شکایت کرنے لگا تو شاعر نے فرس کو حد تحمحم (ہنہناہٹ) سے خارج کر کے حد تکلم تک نہیں پہونچایا۔ پھر اسکے بعد کہا۔ اگر وہ گھوڑا گفتگو کرنا جانتا تو مجھ سے زبانی شکایت کرتا اور اگر وہ کلام کرنے پر قادر ہوتا تو مجھ سے ضرور کلام کرتا (تو اس شاعر نے حقیقت و واقعیت کی حد میں رہ کر مضمون شعر کو اچھی طرح ادا کر دیا اور کلام میں کسی طرح کا تناقض نہ پیدا ہونے دیا) اور وہ اشعار کہ تقابل ایجاب وسلب پر مشتمل ہیں اُن میں سے عبد الرحمن ابن عبید اللہ القس کا یہ ایک شعر بھی ہے۔ میں محبوبہ کی جدائی اور اپنے قتل ہو جانے کو برابر خیال کرتا ہوں تو اے ملامتگرو (اسکی محبت میں) اپنی ملامت و نصیحت کو ذرا کم کرو اسلئے کہ ایسی حالت میں قتل ہو جانا میرے نزدیک زیادہ سہل و آسان اور بہت عافیت بخش ہے پس پہلے اس شاعر نے ثابت کیا کہ قتل و ہجر دونوں (ہمارے لئے) یکساں و مساوی ہیں پھر فقرہ القتل اعفی والیسر کہکر دونوں کے مساوی ہونے کی نفی کر دی پس گویا اُس نے یہ کہدیا کہ قتل مثل جدائی کے ہے اور نہیں ہے قتل مثل جدائی کے (اور یہی تناقض بطریق ایجاب وسلب ہے)

وارى ان هذا الشاعر اراد ان يقول بل القتل اعفى و اليسر و لو قال بل لكان الشعر مستقيما لان مقام لفظة بل مقام ما ينفى الماضى و يثبت المستانف لكنه لما لم يقلها واتى بجمع الاثبات و نفيه استحال شعره و ليس اذا علمنا ان شاعرا اراد لفظة تقيم شعره فجعل مكانها لفظة تخيله و تفسده وجب ان يحسب له ما يتوهم انه اراده و يترك ما قد صرح به و لو كانت الامور كلها تجرى على هذا لم يكن خطأ وارى ان مما يجرى هذا المجرى قول يزيد بن مالك الغامدى[1] حيث قال ؎

اكف الجهل عن حلماء قومى ۔۔۔ و اعرض عن كلام الجاهلينا

اذا رجل تعرض مستخفا ۔۔۔ لنا بالجهل اوشك ان يحينا

اللغة يحين اوشك ان يحين اى كاد ان يهلك و يموت۔ **المعنى** اور میرا خیال ہے کہ شاعر یہ کہنا چاہتا تھا کہ بلکہ قتل ہو جانا زیادہ آسان و عافیت بخش ہے پس اگر بل القتل کہتا اور فالقتل نہ کہتا) تو شعر درست ہوتا اسلئے کہ حرف بل نفی ماضی اور اثبات مستقبل کے محل پر آتا ہے (پھر تناقض باقی نہ رہتا) لیکن شاعر نے چونکہ بل نہیں کہا اور جمع بین النفی والاثبات کا ارتکاب کیا اسلئے اُسکا یہ شعر محال و ممتنع کی حد تک پہونچ گیا۔ اور جب ہم اس امر کو جان لیں کہ شاعر کی وہی لفظ مراد ہوگی جس سے اُسکا شعر درست ہوتا ہو لیکن اُس نے اُسکی جگہ ایسی لفظ کا استعمال کیا جس نے اُس شعر کو فاسد اور محال بنا دیا تو ایسی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کیلئے ہم یہ سمجھ لیں کہ شاعر کی مراد وہی لفظ صحیح ہوگی اور جس لفظ کی وہ تصریح کر رہا ہے اُسکو بلا وجہ نظر انداز کر دیں اور اگر اسی (احتمال ارادہ صواب) پر تمام باتوں کی بنا قرار دی جائے تو پھر غلطی کا (دُنیا میں) وجود ہی نہ ہو اسلئے کہ ہر غلط کو یہ کہکر صحیح کیا جا سکتا ہے کہ متکلم کی واقعی مراد یہی تھی اور یہی وہ کہنا چاہتا تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اُسکے الفاظ پر نظر کرنا چاہئے کہ مؤدی مطلب ہیں یا نہیں) اور میرا خیال یہ ہے کہ اسی طریقہ (تناقض بطریق ایجاب و سلب) پر یزید ابن مالک غامدی کا بھی شعر ہے جہاں کہ اُسنے کہا ہے۔ (۱) میں اپنی قوم کے حلیم اور بردبار لوگوں سے جہالت کا برتاؤ نہیں کرتا اور جہلاء اور نادانوں کی باتوں سے درگزر کرتا ہوں۔ (۲) جب کوئی شخص بوجہ اپنی کم عقلی یا بقصد اہانت ہم سے جہالت کے ساتھ پیش آیا تو سمجھ لو کہ) فوراً اُس کی موت آگئی۔ تنبیہ یزید کے شعروں پر نظر غائر ڈالنے کے بعد ایجاب و سلب کا الزام نہیں وارد ہوتا

[1] لفظ رب الضافتین میں یزید بن مالک الغامدی نے ذکر کیا ہے صفحہ ۱۲۹

فقد اوجب هذا الشاعر في البيت الاول لنفسه الحلم والاعراض عن الجهال ونفى ذلك بعينه في البيت الثاني بتعديه في معاقبة الجاهل الى اقصى العقوبات وهو القتل۔

(ولابي نواس ايضا شئ يشبه هذا وهو قوله)

ولي عهد ما له قرين ولا له شبيه ولا خدين

استغفر الله بلى هارون يا خير من كان ومن يكون

الا النبي المصطفى المامون

فصيّر هارون شبيها بولي العهد ولم يستثن بهارون فكانه خير منه وليس خيرا منه لانه شبيهه او كشبيهه وليس بشبيهه لانه خير منه وهذا جمع بين النفي والاثبات ۔

اللغة ۔ الخدين الصاحب ومن يخادنك في كل امر ظاهر و باطن **المعنى** ۔ پس المتبدّس شاعر نے پہلے شعر میں اپنے لئے حلم کرنے اور نادانوں کی باتوں سے اعراض کرنے کی صفت کا اثبات کیا ہے پھر دوسرے شعر میں یہ کہکر بعینہ اسکی نفی کر دی کہ میں جہالت کے ساتھ پیش آنے والوں کو سخت سے سخت سزا دینے (قتل کر دینے کیلئے) تیار ہو جاتا ہوں (اور یہ صریحی تناقض ہے) اور ابونواس کے شعر میں بھی ایسے ہی کچھ تقابل ہے جو اُسکے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے ۔ (۱) ممدوح ایسا ولی عہد ہے کہ (فضل و شرف میں) اُسکا کوئی ہمسر نہیں اور نہ اُسکا کوئی مماثل ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے (۲) تو یہ ۔ استغفر اللہ سوائے ہارون کے اُسکے برابر کون ہے (لہذا میں اُسکی طرف یوں خطاب کرتا ہوں کہ) اے گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں میں سب سے بہتر شخص (جبکہ عالم میں کسی کو فضیلت نہیں) سوائے امین و مامون محمد مصطفےٰ پیغمبر کے ۔ پس شاعر نے پہلے ہارون کو ولیعہد کے مشابہ قرار دیا اور پھر کلمۂ یا خیر من کان الخ میں ہارون کے ساتھ استثنا نہیں کیا (جیسے کہ نبی مصطفےٰ کو مستثنےٰ کر دیا) جس کے معنی یہ ہوئے کہ ولیعہد ہارون سے بہتر ہے اور بہتر نہیں بھی ہے اسلئے کہ اُسکے مشابہ قرار دیا ہے یا یوں کہا جائے کہ وہ اُسکے مشابہ ہے اور مشابہ نہیں بھی ہے اسلئے کہ اُس سے بہتر ہے (اور جو بہتر ہوگا وہ برابر کیسے ہو سکتا ہے) اور یہی صورت جمع بین الاثبات والنفی کی ہے ۔

ومما يجري هذا المجري وقد انكره الناس وعابوه قول زهير ابن ابي سلمى ع

قف بالديار التي لم يعفها القدم   بلى وغيرها الارواح والديم

ومن عيوب المعاني

ايقاع الممتنع فيها في حال ما يجوز وقوعه ويمكن كونه والفرق بين الممتنع والمتناقض الذي تقدم الكلام عليه ان المتناقض لا يكون ولا يمكن تصوره في الوهم والممتنع لا يكون ولكن يمكن تصوره في الوهم ومما جاء في الشعر وقد وضع الممتنع في ما يجوز وقوعه قول ابي نواس

يا امين الله عش ابداً   دم على الايام والزمن

اللغۃ الارواح والديم تقدم تفسيرهما وقوله دُم امر من دام يدوم **المعنی** اور ان اشعار میں سے جو اس طریقہ (ایجاب و سلب) پر جاری ہیں اور جنھیں لوگ بُرا اور معیوب سمجھتے ہیں زہیر ابن ابی سلمی کا یہ شعر ہے۔ اے ہمارے ساتھی (محبوب کی) اُن منزلوں پر ٹھہر جا جنکے آثار کو زمانہ کی قدمت نے نہیں مٹایا ہاں البتہ (چلنے والی) ہواؤں اور (برسنے والے) بادلوں نے انکی شکلیں بگاڑ دی ہیں۔ اور مضامین شعری کے عیوب میں سے محالات کا داخل مضمون کر دینا یعنی ممتنع الوجود کو ممکن الوجود کی حد میں لے آنا ہے۔ اور مضمون محال اور وہ متناقض مضمون جس کا ذکر سابق میں گزرا ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ متناقض کا وجود نہیں ہوتا اور اُسکا تصور وہم میں بھی نہیں ہو سکتا بخلاف ممتنع کے کہ وہ بھی اگرچہ موجود نہیں ہوتا لیکن اُسکا تصور ہو سکتا ہے اور بواسطہ وہم اُسمیں غلط فہمی واقع ہو سکتی ہے۔ اور اشعار اسکی مثال جہاں کہ ممتنع الوجود کو دائرہ امکان میں جگہ دیگئی ہے ابو نواس کا یہ قول ہے۔ اے امین اللہ تو ہمیشہ زندہ اور سلامت رہ اور زمانہ میں ابد الآباد تک باقی رہ **تنبیہ اول**۔ تناقض و ممتنع کے درمیان جو شارح نے اوپر اسطرح تفریق کی ہے کہ تناقض مستحیل لغیرہ ہے اور ممتنع مستحیل لذاتہ ہے۔ اس فرق کی وجہ اولویت غیر ظاہر ہے بلکہ مصنف نے جو فرق بیان کیا ہے وہ مجمل ہونے کے باوجود جمیل ہے **تنبیہ دوم** مصنف کی عبارت وقد وضع الممتنع فی ما یجوز وقوعہ کے متعلق شارح نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک ما لا یجوز صحیح ہے حالانکہ مصنف کا مقصود یہ ہے کہ محال کو ممکن اور جائز الوقوع جہاں سمجھا گیا ہے اس بنا پر ما لا یجوز کے کوئی معنی اس مقام پر نہیں درست ہو سکتے بلکہ ما یجوز جو کتاب میں ہے وہی صحیح ہے۔

ف ابو نواس کے ان اشعار [illegible] ... قلت الدنیا عن الفتن ... یا امین اللہ عش ابداً ... انت تبقى والفناء ... فاذا افنيتنا ... للناس [illegible] ... ۱۲ منہ

[illegible] ... فقد بلينا ... الا ابت المنازل ... اور حسن ابن ہانی نے بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کر کے ... نعيمہ ۱۲ منہ۔

فلیس یخلو هذا الشاعر من ان یکون تفاءل لهذا الممدوح بقوله عش ابداً امراً او دعاء وکلا الامرین مما لا یجوز و مستقبح ولعل معترضاً یعترض هذا القول منافی هذا الموضع فیقول انه مناقضة لما اجزناه ورأیناه صواباً فی صدر هذا الکتاب من الغلو ویجعل قول ابی نواس هذا غلواً فیلزمنا تجویزه کما فصلنا تجویز الغلو ونحن نقول ان هذا وما اشبهه لیس غلواً ولا افراطاً بل خروجاً عن حد الممتنع الذی لا یجوز ان یقع لان الغلو انما هو تجاوز فی نعت ما للشیٔ ان یکون علیه ولیس خارجاً عن طباعه الی ما لا یجوز ان یقع له لان الذی یکون قلنا انه جائز مثل قول النمر بن تولب ؎

تظل تحفر عنه ان ضربت به　　بعد الذراعین والساقین والهادی

المعنی۔ پس دو حال سے خالی نہیں یا تو شاعر نے مقولہ عش ابداً سے ممدوح کیلئے بطور امر تفاؤل کیا یا بعنوان دعاء اور یہ دونوں باتیں اس جگہ نادرست اور بدنما ہیں (نہ امر ہی کا یہ محل ہے اور نہ اسطرح دعا دینے کا) اور شاید کوئی معترض ہمارے اس کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہے کہ یہ بات ہماری اس رائے کے منافی ہے جسکو ہم نے ابتدائے کتاب میں ظاہر کیا یعنے یہ کہ شعر میں غلو اور مبالغہ کرنا بہتر ہے اور اس بنا پر معترض ابو نواس کے اس شعر کو بھی غلو پر محمول کرکے ہم پر الزام قائم کرے تو ہم اسکے جواب میں اسکو ماننے کے لئے تیار ہو جائینگے مگر اُسی تفصیل کے ساتھ جو جواز غلو کے متعلق مذکور ہوئی (یعنے یہ کہ عقلاً وہ مضمون تسلیم کرنے کے قابل ہو اور اُسمیں مبالغہ صرف تجدید وصف کے لئے کیا گیا ہو) اور اس مقام پر ہم کہینگے کہ یہ اور اسکے مثل اور مضامین غلو اور افراط ہی کی حد میں نہیں ہیں بلکہ دائرہ امکان سے خارج ہو کر ممتنع الوجود اور غیر جائز الوقوع تک پہنچا دیے گئے ہیں اسلئے کہ غلو کے معنے صرف اتنے ہیں کہ کسی شئے کو جس حد پر رہنا چاہئے اُس سے اُسکو بڑھا کر اُسکی توصیف کرنا لیکن اُسکی حد معین سے خروج کرکے حدود ممتنع تک جنکا وقوع نہیں ہوتا اُسے نہ پہونچا دیں اسواسطے کہ جو چیزیں ممکنات سے ہیں اُنکے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ جائز ہیں جیسے نمر ابن تولب کا قول ہے۔ (وہ تلوار ایسی ہے کہ) اگر تم اُس سے کسی پر وار کرو تو وہ ہاتھوں اور پنڈلیوں اور گردن کو کاٹتی ہوئی زمین کو کھود کر اسکی تہہ میں ڈوبتی نظر آئے گی۔

له خروجاً الی حد الممتنع ہونا چاہئے کمال الدین ثقفی۔ ۱۲ منه

فلیس خارجا عن طباع السیف ان یقطع الذراعین والساقین والهادی وان یؤثر بعد ذلك ویغوص فی الارض ولکنه مما لا یکاد ان یکون

وکذلك ما قلناه فی ما قال مهلهل ؎

فلولا الریح اسمع من بحجر صلیل البیض تقرع بالذکور

فانه ایضا لیس یخرج عن طباع اهل حجران یسمعوا الاصوات من الاماکن البعیدة ولا خارج عن طباع ان تصل ویشتد طنینها بقرع السیوف ایاها ولکن یبعد ببعد المسافة بین موضع الوقعة وحجر بعد الا یکاد یقع ولیس[1] فی طباع الانسان ان یعیش ابدا فاذا کنا قد قدمنا ان مخارج الغلو انما هی علی یکاد ولیس فی قول ابی نواس عش ابداً موضع یحسن فیه لانه لا یحسن علی مذهب الدعاء ان یقال امین یکاد ان یعیش ابدا۔

المعنی ۔ اسلئے کہ ایک شمشیر برندہ کی طبیعت (اور شان) سے یہ امر خارج نہیں ہے کہ وہ دونوں ہاتھ اور پنڈلیاں اور گردن کاٹ ڈالے اور اسکے بعد بھی زمین میں در آئے تو یہ بات ممکن ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسا ہوتا نہیں۔ اسی طرح وہ امر جسکا ذکر مہلہل کے شعر کے بارے میں ہم نے کیا جہانکہ وہ کہتا ہے۔ پس اگر ہوا (مانع) نہ ہوتی تو میں اُن تلواروں کی جھنکاریں جو خودوں پر پڑنے سے پیدا ہوتی ہیں ساکنان مقام حجر کے گوش زد کر دیتا۔ (کہ یہ امر بھی ممکن الوقوع ہے) اسلئے کہ (یہاں بھی) ساکنان مقام حجر کی شان سے یہ امر خارج نہیں ہے کہ وہ اتنے دور دور دراز مقامات سے آوازوں کو سُن سکیں اور نہ تلواروں کے مقتضائے شان وحال سے یہ امر خارج ہے کہ خودوں پر گرنے کی وجہ سے اُن کی شدید جھنکاریں حدّ ِ مذکور تک پہونچ جائیں لیکن باوجود اسقدر مسافت بعیدہ کے جو دونوں موضعوں یعنی مقام جنگ و حجر کے درمیان واقع ہے یہ امر بعید از قیاس ضرور ہے کیونکہ ایسے امور باوجود امکان عادۃً وقوع میں نہیں آتے۔ اور انسان کی جبلّتِ طبعی سے یہ امر ضرور خارج ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے (لہٰذا یہ غلو کسی طرح صحیح نہ ہوگا) کیونکہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ غلو کا اظہار قریب کے الفاظ کے ذریعہ سے ہونا چاہئے (مثلاً یکاد وغیرہ اُس محل پر کہہ سکیں) اور قول ابونواس عش ابداً میں کوئی محل ایسا نہیں ہے جہاں یکاد کا کہنا مستحسن ہو سکے اسلئے کہ بطریق دعا یہ کہنا کہ امین یکاد ان یعیش ابداً یعنی امین میں عنقریب ہمیشہ زندہ رہنے کی صفت پیدا ہو جائیگی درست نہیں ہے۔

[1] مصنف نے ابونواس کے شعر امین اللہ عش ابداً الخ [illegible]

ومن عیوب المعانی

مخالفة العرف والاتیان بما لیس فی العادة والطبع مثل قول المرار

وخالٍ علی خدیك یبدو کأنه ... سنا البرق فی دعجاء بادٍ دجونها

فالمتعارف المعلوم ان الخیلان سوداء وما قاربها فی ذلك اللون والخدود الحسان انما هی البیض وبذلك تنعت فاتی هذا الشاعر بقلب المعنی۔

(ومن هذا الجنس قول الحکم الخضری)

کانت بنو غالب لامتها ... کالغیث فی کل ساعة یکف

فلیس المعهود ان یکون الغیث واکفا فی کل ساعة

اللغة ۔ الدعجاء اللیلة المظلمة المکفهرة **المعنی** ۔ اور مضامین شعری کے عیوب میں سے ایک عرف عام کی مخالفت کرنا اور شعر میں ایسے مضمون کا لانا ہے جو عادةً اور طبعاً واقع نہ ہوتا ہو جیسے مرار کے شعر میں ہے تیرے رخساروں پر خال اس طرح نمودار ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ برق کی چمک ہے جو کالی رات کی نمایاں تاریکی میں ظاہر ہو رہی ہو۔ پس متعارف اور مشہور امر تو یہ ہے کہ خال سیاہ یا اس سے ملتے جلتے رنگ کے ہوتے ہیں اور خوبصورت رخسار سفید رنگ اور گورے ہی ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ اُن کی تعریف کی جاتی ہے لیکن شاعر نے اس متعارف مضمون کے برعکس کیا (اور رخساروں کو سیاہ بنا دیا) اور اسی قبیل سے حکم خضری کا یہ شعر ہے بنی غالب اپنی قوم کے لئے اُس ابر کے مثل ہیں جو ہر وقت برس رہا ہو پس ابر کا ہر وقت برسنا معہود و متعارف نہیں ہے۔

لہ اسی شعر کے مثل و عیب شاعر کا یہ شعر بھی ہے کالمہا الخیلان فی وجہہ سے صاف کب احداقن بالبانات لیکن اگرچہ اس کی توجیہ اس طرح کی جا سکتی ہے کہ شاعر نے خال کی تشبیہ رخساروں سے رنگ میں نہیں دی ہے بلکہ صرف چمک سے دی ہے میں مشابہت کا م

ہ لحاظ کیا ہے خال کے متعلق مسلم کا یہ ہے خال از دلالت پر غرابت نہیں ہے و مثال کخال البدر فی وجہ مثلہ لقینا المنی فیہ فحاجزنا البذل ۔ حاس ابن احنف کا یہ شعر بھی اچھا ہے لخال بذات الخال احسن عندنا من النکتة السوداء فی وضح البدر ۱۲ منہ

ومن عیوب المعانی

ان ینسب الی الشیٔ ما لیس لہ کما قال خالد بن صفوان۔

فان صورۃ راقتک فاخبر فربما ۔۔۔ امرّ مذاق العود والعود اخضر

فھذا الشاعر بقولہ امرّ مذاق العود والعود اخضر کانہ یومیٔ الی ان سبیل العود الاخضر فی الاکثر ان یکون عذبا او غیر مرّ فھذا لیس بواجب لانہ لیس لعود الاخضر بطعم من الطعوم اولی منہ بالآخر ولنتبع ما تکلمنا بہ فی عیوب المعانی بما فی الاقسام الاربعۃ المؤتلفۃ من ذلک۔

عیوب ائتلاف اللفظ والمعنی

فمنہا الاخلال وھو ان یترک من اللفظ ما بہ یتمّ المعنی

اللغۃ۔ اخبر الامتحان وقولہ امرّ ای صار مرًّا۔ المعنی۔ اور مضامین شعری کے عیوب میں سے ایک عیب یہ ہے کہ کسی شے کی طرف اُن چیزوں کی نسبت دیدی جائے جو اس شے کے لئے مناسب وموزوں نہیں جیسا کہ خالد ابن صفوان نے کہا ہے پس اگر کوئی صورت تجھیر بھلی معلوم ہو تو اسکے ظاہری حسن پر نہ جاؤ اور اُسکو جانچ لو اسلئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شاخ تازہ (دیکھنے میں) ہری معلوم ہوتی ہے مگر اسکا ذائقہ تلخ ہوتا ہے تو شاعر اپنے قول امرّ مذاق العود والعود اخضر سے گویا اس مطلب کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے کہ ہری شاخیں علی الاکثر شیریں ہوتی ہیں یا کم از کم تلخ نہیں ہوتیں حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے اسلئے کہ سرسبز شاخ کوئی ذائقہ دار چیز نہیں ہے جسکے متعلق کہا جائے کہ ان شاخوں میں سے ایک ذائقہ کے اعتبار سے دوسرے سے بہتر ہے اور اب ہم مضامین شعری کے مفرد اقسام عیوب کے بیان کر دینے کے بعد ہی انکی چاروں مرکب قسموں کا بھی ذکر شروع کرتے ہیں۔

لفظ ومعنی کی باہمی ترکیب سے پیدا ہونیوالے عیوب

پس اس قسم کے عیوب میں سے ایک اخلال ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ (شعر میں) ایسے لفظوں کو ترک کردیا جائے جنکے بغیر مضمون شعر تمام نہوتا ہو (یعنی ضروری لفظوں کو جنکا ترک کردینا مخل مطلب ہو حذف کردیا جائے

[حاشیہ:] ۱ متقدمین میں سے بعض نے اس مصرع کو یوں بدل دیا ہے: تمہارا اتنی بعیا فرنما ۔۔۔ اسکے قبل کا شعر یہ ہے: اذا انت لم تعرف لنفسک حقّہا ۔۔۔ وما المرء الا الاصغران لسانہ ۔۔۔ ومعقولہ والجسم خلق مصور۔ کتاب البیان والتبیین میں ان شعروں کو اسطرح وارد کیا ہے: فما المرء الا الاصغران الخ۔ وما الزین فی ثوب تراہ وانما ۔۔۔ یزین الفتی مخبورہ حین یخبر۔ فان طرۃ راقتک منہ فانما ۔۔۔ امرّ الخ۔ ۱۲ منہ

مثال ذلك قول عبيد الله بن عبد الله بن مسعود

اعاذل عاجل مالی احب الی من الاکثر الرائث

فانما اراد ان یقول عاجل مالی مع القلة احب الی من الاکثر البطئ فترك

مع القلة وبه یتم المعنی

ومثل ذلك قول عروة بن الورد

عجبت لهم اذ یقتلون نفوسهم　　ومقتلهم عند الوری کان اعذرا

وانما اراد ان یقول عجبت لهم اذ یقتلون نفوسهم فی السلم ومقتلهم

عند الوغی اعذر فترك فی السلم۔

ومن هذا الجنس قول الحارث بن حلزة

والعیش خیر فی ظلال النوك ممن عاش کدا

فاراد ان یقول والعیش خیر فی ظلال النوك من العیش بکد فی ظلال العقل

اللغة۔ الرائث من الریث وهو الابطاء۔ **المعنی**۔ اس کی مثال عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن مسعود کا یہ شعر ہے۔ اے ملامتگر تھوڑا سا مال جو جلدی مل جانے والا ہو وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اُس زیادہ مال سے جو دیر میں ملنے والا ہو۔ تو شاعر کا یہ مقصود تھا کہ عاجل مالی مع القلة احب الی من الاکثر البطی لیکن مع القلة کی لفظ کو اُسنے ذکر نہیں کیا حالانکہ اُسی سے مطلب پورا ہوتا تھا۔ اور اسی کے مثل عروہ ابن ورد کا یہ شعر ہے۔ میں اُن (کے حال) پر تعجب کر رہا تھا جبکہ وہ (خوف جنگ سے) خودکشی کر رہے تھے حالانکہ میدان کارزار میں قتل ہو جانا اُنکے لئے زیادہ مناسب اور اُنکی معذوری کا سبب ہو سکتا تھا۔ تو شاعر یہ کہنا چاہتا تھا عجبت لهم اذ یقتلون نفوسهم فی السلم ومقتلهم عند الوغی اعذر۔ لیکن اُسنے فی السلم کی لفظ ترک کر دی (حالانکہ اسکے ذکر کی اس جگہ ضرورت تھی) اور اسی قبیل سے حارث ابن حلزہ کا یہ شعر ہے۔ آرام و اطمینان کی زندگی جو سایۂ حماقت میں رہ کر گزرے وہ بہتر ہے اُس تکلیف و پریشانی کی زندگی سے جو سایۂ عقل میں رہ کر بسر ہو۔ تو شاعر در اصل یہ کہنا چاہتا تھا۔ والعیش خیر فی ظلال النوك من العیش بکد فی ظلال العقل۔

وعلى انه لو قال ذلك لكان فى هذا الشعر خلل اخر وهوان الذى يظهر انه اراده هوان يقول ان العيش الناعم فى ظلال النوك خير من العيش الشاق فى ظلال العقل فاخل بشئ كثير

(ومن هذا الجنس) نوع اخر وهو كما قال بعضهم

لا يرمضون اذا حرت مشافرهم ‏ ‏ ‏ ‏ ولا ترى منهم فى الطعن ميالا

ويفشلون اذا نادى ربيئهم ‏ ‏ ‏ ‏ الا اركبن فقد انست ابطالا

فاراد ان يقول ولا يفشلون فحذف لا فعاد الى الضد

ومن عيوب هذا الجنس

عكس العيب المتقدم وهوان يزيد فى اللفظ ما يفسد به المعنى

اللغة - لا يرمضون اى لا يحترقون وحرت من بردت وبمعنى عطشت والمشفر للبعير كالشفة للانسان

المعنى - اور علاوہ اسکے اگر یہ کہتا بھی تو اس شعر میں دوسری خرابی ہو جاتی اور وہ یہ کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقصود کو اسطرح ادا کرنا چاہتا تھا ان العیش الناعم فی ظلال النوك خیر من العیش الشاق فی ظلال العقل پس اس نے ایک آدھ لفظ نہیں بلکہ بہت سی لفظیں چھوڑ دیں اور اسی (اخلال) کی ایک دوسری قسم بھی ہے اور وہ یہ ہے جیسے ایک شاعر نے کہا (۱) جبکہ اُن کے لب تشنگی کیوجہ سے خشک ہونے لگیں تو وہ لوگ شدت حرارت سے متاثر ہو کر گھبراتے نہیں اور نہ اُنکے ایسا نیزہ بازی کا خواہشمند کو کسی کو نہ پائے گا۔ (۲) اور جب اُن کے حالات کا نگراں یہ کہہ کر پکارتا ہے کہ بہادر و سوار ہوتے جاؤ اسلئے کہ میں دشمنوں کی صف کے بہادروں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہا ہوں تو اسوقت وہ لوگ بزدلی اور عاجزی کا اظہار نہیں کرتے (بلکہ اُسکی دعوت پر لبیک کہکر اقدام کرنے لگتے ہیں) تو شاعر اصل میں ولا یفشلون کہنا چاہتا تھا لیکن صرف لا کا ذکر نہیں کیا جس سے مطلب معکوس اور اسکے برخلاف ہو گیا۔ اور اسی قسم کے عیوب میں سے سابق الذکر عیب کے خلاف کا ارتکاب کرتا ہے یعنی یہ کہ بلا ضرورت ایسی لفظیں بڑھا دینا جس سے شعر کا مطلب فاسد ہو جاتا ہو۔ جیسے

مثال ذلك قوله

فما نطفة من ماء نحص عذبة ... تمنع من ايدى رقاة ترومها

باطيب من فيها لو انك ذقته ... اذا ليلة اسحبت وغارت نجومها

فقول هذا الشاعر لو انك ذقته زيادة توهم انه لو لم يذقه لم يكن طيبا

عيوب ائتلاف اللفظ والوزن

منها الحشو وهو ان يحشى البيت بلفظ لا يحتاج اليه لاقامة الوزن

مثال ذلك ما قال ابو عدى العبشمى ؎

نحن الرؤس وما الرؤس اذا سمت ... فى المجد للاقوام كالاذناب

فقوله للاقوام حشو لا منفعة فيه۔

اللغة - النطفة بالضم الماء الصافى ج نطف ونطاف والنحص بالضم اصل الجبل وسفحه

المعنى - اسکی مثال اُسی شاعر کا یہ شعر ہے (۱) دامن کوہ کا ایسا صاف وشفاف شیریں اور خوشگوار پانی جس تک اُس پہاڑ پر چڑھنے کے ارادہ کرنے والے کا دسترس نہیں - (۲) اُس محبوبہ کے (لعاب) دہن سے اگر تو اُسے چکھے زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار نہیں جبکہ رات کا پردہ گرا ہوا ہو اور اُسکے تارے ڈوب رہے ہوں یعنی آخر شب ہو گئی ہو ایسے وقت میں بھی اُسکا دہن پاکیزہ ہوتا ہے حالانکہ اس وقت عموماً لوگوں کو گندہ دہنی کی شکایت ہوتی ہے تو شاعر کا لو انك ذقته (اگر تو اسے چکھے) کہنا بالکل فضول ہے اس فقرہ سے اسکا وہم ہوتا ہے کہ اگر وہ اُسے نہ چکھے تو وہ پاکیزہ اور خوشگوار نہ ہو

لفظ و وزن کی باہمی تالیف سے پیدا ہونے والے عیوب

انمیں سے ایک حشو ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ شعر میں صرف وزن پورا کرنے کی غرض سے غیر ضروری لفظیں بھر دیجائیں اسکی مثال ابو عدی عبشمی کا یہ شعر ہے - ہم (بلندی میں) بمنزلہ سر ہیں اور سر جبکہ وہ بلند ہوں بزرگی میں، لوگوں کے لئے پست چیزوں کے مثل نہیں ہوتے - تو لفظ للاقوام اس جگہ بالکل حشو اور زائد ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(وقال مصقلہ بن ھبیرۃ)

الکنی الی اھل العراق رسالۃ وخص بھا حییت بکر بن وائل

فقولہ حییت حشو لا منفعۃ فیہ۔

ومنھا التثلیم

وھو ان یاتی الشاعر باشیاء یقصر عنھا العروض فیضطر الی ثلمھا والنقص منھا مثال ذلک قول امیۃ بن ابی الصلت۔ ؎

ماری من یغیثنی فی حیاتی غیر نفسی الا بنی اسرال

وقال فی ھذہ القصیدۃ

ابما شاطن عصاہ عکاہ[1] کم تلقی فی السجن والاکبال

وقال علقمۃ بن عبدۃ

کأن ابریقھم ظبی علی شرف مقدم بسبا الکتان ملثوم

اراد بسبائب الکتان فحذف للعروض

اللغۃ۔ قولہ الکنی من المألکۃ والالوکۃ وھی الرسالۃ فمعنی الکنی ای تحمل رسالتی الیہ والشاطن الخبیث والابریق مفدم کمعظم علیہ مصفاۃ وسبائب جمع سبیبۃ وھی شقۃ رقیقۃ۔ **المعنی**۔ اور مصقلہ ابن ہبیرہ نے کہا تم پر تحیہ وسلام ہو میرا یہ پیام اہل عراق کو عموماً اور بکر ابن وائل کو خصوصاً پہونچا دو۔ تو شاعر کا لفظ حییت کہنا اس مقام پر بالکل حشو ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور منجملہ عیوب ائتلاف اللفظ والوزن ایک تثلیم ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ شاعر شعر میں ایسے لفظیں ذکر کرے جنکے (تماما) تحمل سے عروض (وزن شعری) قاصر ہو پس وہ مجبوراً انکی کاٹ چھانٹ کرکے کچھ حروف کم کردے اسکی مثال امیہ ابن ابی الصلت کا یہ شعر ہے۔ (۱) اے بنی اسرال آگاہ ہو کہ میں اپنے نفس کے سوا کسی کو بھی اپنی زندگی میں فریادرس نہیں پاتا (اس شعر میں اسرائیل کو وزن کی مجبوری سے شاعر نے اسرال کردیا) اور اسی قصیدہ میں کہتا ہے۔ (۲) جس سرکش و شریر نے اسکی نافرمانی کی وہ اسکے ساتھ رحم دلی سے پیش آیا اور ایسا اکثر ہوا ہے کہ وہ قیدخانہ میں ہتکڑیوں اور بیڑیوں سے جکڑے ہوئے ہونے کی حالت میں قیدیوں کی آؤ بھگت کی ہے (اس شعر میں اس نے شیطان کو شاطن کردیا) اور علقمہ ابن عبدہ کہتا ہے گویا کہ انکا لوٹا وہ آفتابہ جسکے سر پر کپڑا رکھکر اسی کے ڈوروں سے ڈھاٹے کی طرح باندھ دیا گیا ہے (دیکھنے میں) مثل ایک ہرن کے ہے جو کسی اونچے مقام پر ہو۔ تو شاعر بسبائب الکتان کہنا چاہتا تھا مگر وزن کی ضرورت سے آخر کے دو حرف ئ اور ب کو حذف کردیا۔

[1] عکاہ کی جگہ بعض کتابوں میں عداہ اور کم تلقی کے مقام پر تم تلقی نقل کیا گیا ہے عداہ کے سبب عداہ غالباً بہتر ہو شعر کا ترجمہ عکاہ کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

وللبيد

درس المنا بمتالع فابانا فارا د بالمنا یا لمنازل[a]

ومنها التذنيب

وهو عكس العيب المتقدم وذلك ان یاتی الشاعر بالفاظ تقصر عن العروض فيضطر الى الزيادة فيها مثل ما قال الكميت

لا كعبد المليك او كيزيد ۔۔۔ او سليمان بعد او كهشام

فالملك والمليك اسمان لله عزوجل وليس اذا سمی الانسان بالتعبد لاحد هما وجب ان يكون مسمى بالآخر كما انه ليس من سمى عبدالرحمن هو كمن سمى عبدالله۔

اللغۃ۔ متالع بالضم جبل بالبادیۃ اولغنی اولبنی عُمیلۃ او بناحیۃ البحرین فی سفحہ ماء یقال لہ عین متالع وابان کسحاب جبل شرقی الحاجر فیہ نخل وماء وجبل لبنی فزارۃ۔ **المعنی**۔ اور لبید کہتا ہے کہ وہ ابان و متالع کے درمیان جو محبوب کی منزلیں تھیں وہ سب نیست و نابود ہو گئیں۔ تو شاعر المنازل کہنا چاہتا تھا مگر وزن کے لحاظ سے زا اور لام حذف کر کے المنا کہدیا اور یہ کلام کا بدترین عیب ہے) اور منجملہ عیوب ائتلاف لفظ و وزن ایک تذنیب ہے اور یہ سابق الذکر عیب کے بالکل برعکس ہے جس سے مراد یہ ہے کہ شاعر شعر میں ایسے الفاظ لے آئے جو مقررہ اوزان کے لحاظ سے کم پڑتے ہوں پس وہ مجبوراً وزن کے خیال سے لفظوں کو بڑھادے جیسے کمیت نے کہا ہے۔ نہ مثل عبدالملیک کے اور نہ یزید اور نہ اُس کے بعد سلیمان کے برابر اور نہ ہشام کے مثل ہے۔ تو لفظ ملک اور ملیک خدائے بزرگ و برتر کے نام ہیں اگر ان میں سے ایک کی پابندی کے ساتھ کسی شخص کا نام رکھدیا جائے۔ تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرے نام کے ساتھ بھی وہ پکارا جائے جیسے کہ اگر کسی کا نام عبدالرحمن ہو تو اُسکو عبداللہ بھی کہہ سکیں ایسا نہیں ہے لہٰذا شاعر کا عبدالملک کو شعر میں عبد الملیک کردینا یقیناً عیب میں داخل ہے اور یہ خیال کہ دونوں میں چنداں فرق نہیں ہے اسلئے اتنے سے تصرف میں کوئی مضائقہ نہیں بالکل باطل ہے۔

[a] بالمنازل غلط ہے المنازل ہونا چاہیئے ۱۲ منہ

ومن هذا الجنس التغيير

وهو ان يحيل الاسم من حاله وصورته الى صورة اخرى اذا اضطره الوزن
الى ذلك كما قال بعضهم يذكر سليمان عليه السلام ونسج سليم
كل قضاء ذائل ۞ وكما قال اخر من نسج داؤد ابى سلام

ومنه التعطيل

وهو ان لا ينتظم نسق الكلام على ما ينبغى لمكان العروض فيقدم
ويؤخر كما قال دريد بن الصمة

وبلغ نميرا ان عرضت ابن عامر ۞ فاى اخ فى النائبات وصاحب

ففرق بين نمير بن عامر بقوله ان عرضت

اللغات: القضاء من الدرع الواسعة والذائل شيئا الطويلة الذيول وقوله عرضت
اى اتيت العروض والعروض اسم مكة المعظمة - **المعنى** - اور اسی قسم (شعر و تشبیہ) میں سے
ایک تغییر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ شاعر کسی نام کو اس کی اصلی حالت و صورت بگاڑ کر محض وزن کی
مجبوری کی وجہ سے دوسری صورت میں لے آئے جیسے کہ شاعر نے جناب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہر
ڈھیلی اور وسیع دامنوں والی زرہ جو سُلیم کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہے (شاعر نے سلیمان کو وزن کی مجبوری کی وجہ سے
سُلیم کر دیا اسی کو تغییر کہتے ہیں) اور جیسا کہ دوسرے شاعر نے کہا - وہ زرہ داؤد و پدر سلام کی بنائی
ہے (اس شاعر نے تو نام کو بالکل ہی مسخ کر دیا کہاں سلیمان اور کہاں سلام) اور اسی قسم کے عیب میں سے
ایک تعطیل ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کلام کا نظم و نسق وزن کے خیال سے مناسب صورت سے درست
نہ رہ سکے بلکہ مجبوراً کلمات کو مقدم و مؤخر کرنا پڑے جیسے کہ درید ابن صمہ کا یہ شعر ہے - اے مخاطب
اگر تیرا مکہ جانا ہو تو نمیر ابن عامر کو پیغام پہونچا دینا کہ مصیبت میں کون کس کا ساتھی اور شریک
حال ہوتا ہے تو شاعر نے نمیر و ابن عامر کے درمیان ان عرضت کہکر فصل کر دیا حالانکہ
اس مقام پر وصل مناسب تھا۔

له کتاب العمدہ میں قضاء ذائل کی صورت قضاء ذائل ہے ۱۲ منہ

کسی ج ۲ ص ۱۲۰ پر اس مقام پر لفظ تعطیل ... مناسب ... معنی کچھ نہ مناسب ... مصنف نے ... کی ... اس کا ... شعر ... فصل ... عیب ... تعطیل کی معنی ... لفظ موجب ... اور تراکیب ... بعض لوگوں نے ... اصل ... کے معنی میں تفصیل ... اور بعض نے اس کو تفسیل ... اثبات المرام ... مجمل ... صاحب کی ... ۱۲ منہ

وکما قال ابو عدی القرشی

خیر داعی رعیة سره الله هشام وخیر ماوی طرید

عیوب ائتلاف المعنی والوزن معًا

منها المقلوب وهو ان یضطر الوزن الشاعر الی احالة المعنی وقلبه الی خلاف ما قصد به۔

مثال ذالك لعروة بن الورد

فلو انی شهدت ابا سعاد — غداة غدا بمهجته یفوق

فدیت بنفسه نفسی ومالی — وما الوك الا ما اطیق

اراد ان یقول فدیت نفسه بنفسی فقلب المعنی

اللغة۔ فاق بمهجته فوقا وفواقا ای جاد بنفسه او مات وقوله الوك من الایا لواً ای قصر وابطأ **المعنی**۔ اور جیسے ابو عدی قرشی نے کہا۔ رعیت داری کا بہتر انتظام کرنیوالا اور بیکس و بے پناہ کے لئے بہترین جائے پناہ اگر کوئی ہے تو وہ ہشام ہی کی ذات ہے خدا اسکو ہمیشہ خوش و مسرور رکھے۔ اس شعر میں خیر داعی جو مبتدا واقع ہے اور ھشام جو خبر ہے ان دونوں کے درمیان کلمہ سرہ اللہ کے ذریعہ سے فصل ڈالدیا گیا

مضمون شعری اور وزن کی باہمی ترکیب سے پیدا ہونیوالے عیوب

ان میں سے ایک مقلوب ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ وزن شعری شاعر کو مضمون شعر کے بدل دینے اور اسکے مقصد کے برخلاف معنی مراد لینے پر مجبور کردے یعنی وہ کہنا کچھ چاہتا ہو اور لفظیں اسکی کچھ کہہ رہی ہوں جیسے عروہ ابن ورد کے یہ شعر ہیں (۱) پس اگر میں ابوسعاد کے پاس اس روز حاضر رہتا جس دن وہ جانکنی کی حالت میں موت کی ہچکیاں لے رہا تھا (۲) تو میں اسکی جان پر اپنی جان و مال فدا کردیتا اور (تیری نصرت میں) اپنی طاقت بھر ہرگز کمی نہ کرتا تو شاعر در اصل فدیت نفسه بنفسی کہنا چاہتا تھا مگر (وزن کے خیال سے بنفسه کو مقدم کرکے) اپنے مطلب کو اس نے برعکس کردیا۔

وللحطيئة

فلما خشيت الهون والعير ممسك ... على رغمه ما اثبت الحبل حافره

اراد الحبل حافره فانقلب المعنى

ومنها المبتور

وهوان يطول المعنى عن ان يحتمل العروض تمامه فى بيت واحد فيقطعه بالقافية ويتمه فى البيت الثانى مثال ذلك قول عروة بن الورد

فلو كاليوم كان علىّ امرى ... ومن لك بالتدبر فى الامور

فهذا البيت ليس قائما بنفسه فى المعنى ولكنه اتى بالبيت الثانى فقال

اذا لملكت عصمة ام وهب ... على ما كان من حسك الصدور

فالمعنى فى البيت الاول ناقص فاتمه فى البيت الثانى

اللغة - الحسك محركة الحقد والعداوة - **المعنى** اور جیسے حطیئہ کا یہ شعر ہے - یس جب مجھے اپنی ذلت کا اندیشہ معلوم ہوا (تو میں نے اُسکی طرف سے روگردانی کی) اور واقعہ یہ ہے کہ گدھے کے جبتک ہاتھ پیر رسیوں میں بندھے رہتے ہیں وہ اپنی مجبوری اور ذلت کی حالت پر باقی رہنے والا ہوتا ہے (یہی حالت ہماری اُسکے ساتھ مقید و پابند ہوکر رہنے میں تھی) تو شاعر کا مقصود ما اثبت الحبل حافرہ تھا یعنے حبل کے لام کو ضمہ اور حافر کی رہ کو فتحہ دینا چاہتا تھا اور اسی سے مطلب بھی درست ہوتا) مگر اُس نے (وزن کی وجہ سے اوّل کو مفتوح اور ثانی کو مضموم کرکے) مطلب کو منقلب کردیا - اور انھیں عیوب ائتلاف المعنى والوزن میں سے ایک مبتور ہے - اور اس سے مراد یہ ہے کہ شعر کا مضمون اسقدر طویل ہو کہ ایک شعر میں پورے مضمون کے تحمل سے وزن قاصر ہو تو شاعر قافیہ پر پہونچکر اُس مضمون کو قطع کردے اور دوسرے شعر میں (جاکر) اُسکو تمام کرے جیسے عروہ ابن ورد کا یہ شعر ہے - (۱) یس اگر آج کے دن کی طرح (اُس روز بھی) میں اپنے امور کا مالک و مختار ہوتا اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) ان امور معاملات میں کون تیرے لیئے (اُس وقت غور و فکر کرنے کا متکفل تھا - تو یہ شعر تام المعنى نہیں ہے اور بغیر دوسرے شعر کے اسکا مطلب واضح نہیں ہوتا اسلئے دوسرا شعر اسکے بعد کہا - (۲) تو اسوقت میں ام وہب کی عصمت کا مالک ہوتا (یعنی میں اُسکو اپنے قبضہ میں رکھتا اور ہرگز جدا نہ کرتا) باوجودیکہ اُسکے قوم قبیلہ کے سینوں میں ہماری طرف سے آتش عداوت و کینہ روشن تھی تو مطلب پہلے شعر میں ناقص تھا جسکو اُسنے دوسرے شعر میں کامل کیا

عیوب ائتلاف المعنی والقافیة

منها ان تکون القافیة مستدعاة قد تکلف فی طلبها فاستعمل معنی سائر البیت مثل ما قال ابو تمام الطائی۔

کالظبیة الادماء صافت فارتعت ‌ ‌ ‌ زهر العرار الغض والجثجاثا

فجمیع هذا البیت مبنی علی طلب هذه القافیة والا فلیس فی وصف الظبیة بانها ترتعی الجثجاث کثیر فائدة لانه انما توصف الظبیة بانها ترتعی الجثجاث اذا قصد نعتها باحسن احوالها بان یقال انها تعطو الشجرة لانها حینئذ تکون رافعة راسها وتوصف بان ذعرا یسیرا قد لحقها۔

اللغة: الادماء الضاربة الی البیاض وقوله صافت ای اقامت زمان الصیف وهو القیظ او لعبد الربیع والجثجاث نبات۔ **المعنی** مضمون شعری اور قافیہ کی ترکیب سے پیدا ہونیوالے **عیوب**۔ اُن میں سے ایک عیب یہ ہے کہ شعر کا قافیہ تکلف کے ساتھ لایا گیا ہو اور اُسکی شان آمد کی نہیں بلکہ آورد کی ہو اور اُس قافیہ ہی سے سارے شعر کا مضمون وابستہ ہو (غرضکہ مضمون کو تابع قافیہ قرار دیدیا جائے) جیسے ابو تمام نے کہا ہے۔ وہ (محبوبہ) ایسے آہوئے گندمی رنگ کے مثل ہے جس نے سرسبز وشاداب مقام کا چارہ اور گیاہ جثجاث کو چرا ہو۔ تو اس شعر کا پورا مضمون اسی قافیہ کے لئے لایا گیا ہے (اور شاعر کی کوشش ہے کہ کسی طرح یہ قافیہ نظم ہوجائے چاہے شعر بے معنی ہوجائے) ورنہ ظاہر ہے کہ شاعر نے اُس ہرن کی جو صرف اتنی توصیف کی ہے کہ وہ گیاہ جثجاث کا چرنے والا ہے اسمیں کوئی معتد بہ فائدہ نہیں نظر آتا اسلئے کہ ہرن کی تعریف ترتعی الجثجاث کے ساتھ اُسی وقت اچھی سمجھی جاتی ہے جبکہ تعطو الشجرة وغیرہ کی لفظ استعمال کرکے اُسکی بہترین حالت وہیت کی حکایت کی جائے کیونکہ ایسے وقت میں (یعنی جبکہ وہ شاخ درخت کی طرف بڑھنے والا ہوگا) اپنی گردن کو ضرور بلند کئے ہوگا جس سے اُسکا حسن بھی نمایاں ہوجائے گا) اور جب ہرن کو معمولی سا دھڑکا پیدا ہوجاتا ہے جس سے وہ متوحش اور گھبرایا سا ہوتا ہے تو وہ منظر بھی قابل دید اور لائق توصیف ہوتا ہے۔

قف بالطلول الدارسات علاثا ... الربیع والخریف فانی ... الحقیقة بان لها مشتی ومصیف ١٢ منه

كما قال الطرماح

مثل ما عاينت مخروفة　　نصها ذاعر روع مؤام

فاما بان ترتعى الجثجاث فلا اعرف له معنى فى زيادة الظبية من الحسن لاسيما والجثجاث ليس من المراعى التى توصف بان ما يرتعى يؤثره

ومن عيوب هذا الجنس

ان يؤتى بالقافية لان تكون نظيرة لاخواتها فى السجع لا لان لها فائدة فى معنى البيت كما قال على بن محمد البصرى

وسابغة الاذيال زغف مفاضة　　تكنفها منى البجاد المخطط

فليس لان يكون هذا البجاد مخططا صنع فى صفة الدروع وتجويد نعتها ولكنه اتى من اجل السجع۔

اللغۃ - المخروفة المكحولة العين والمخروفة من خرفت الثمار اى جناها والخرفية نخلة تاخذها لتلقط رطبها ونص الناقة استخرج اقصى ما عندها من السير والموأم من أم يؤم اوأ وأماً والاوام العطش والزغف والمفاضة من الدرع المحكمة اللينة والبجاد الكساء المخطط **المعنى** جیسے کہ طرماح نے کہا ہے جسطرح ایک آہو ئے سرگیں چشم دیکھتا ہے جبکہ وہ کسی خوف دلانے والے کی وجہ سے دوڑ رہا ہو اور وہ اسطرح خائف ہو جیسے کوئی پیاسا جانور جو پانی کے قریب آکر خوف کی حالت میں (ادھر ادھر) دیکھتا ہے۔ (تو ایسے ہی اوقات میں ہرن کی توصیف ہنر سمجھی جاتی ہے) لیکن صرف اس طرح تعریف کرنا کہ وہ گیاہ جثجاث کو چرتا ہے تو مجھے اسمیں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جو ہرن کے حسن کو اچھی طرح ظاہر کرنے والی ہو خصوصاً جبکہ (یہ معلوم ہے کہ) جثجاث اُن چراگاہوں میں سے بھی نہیں ہے جن کے متعلق عموماً یہ کہا جاتا ہو کہ ان کا چرنا جانور کیلئے فربہی وغیرہ کے اعتبار سے زیادہ) مؤثر و نافع ہوتا ہے۔ (ایسی صورت میں اسطرح کی توصیف سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے) اور اسی قسم کے عیوب میں سے ایک عیب یہ ہے کہ قافیہ کو صرف اس غرض سے لایا جائے کہ وہ سجع میں مثل اپنے ساتھیوں (دیگر قوافی) کے ہو جائے اس سے مضمون شعر کے لئے کوئی فائدہ مد نظر نہ ہو جیسے کہ علی ابن محمد بصری کا شعر ہے۔ اور بڑے دامنوں والی زرہیں جو کہ مستحکم اور نرم و وسیع ہیں اُن کو میری دھاری دار چادر نے گھیر لیا لینے میں سے اُن پر سے چادر اوڑھ لی ہے تو زرہوں کی خوبی اور اُنکے حسن توصیف میں شاعر کی چادر کے دھاری دار ہونے کو کوئی دخل نہیں معلوم ہوتا لیکن (چونکہ قصیدہ طائیہ تھا اسلئے) محض قافیہ کے خیال سے مخطط کی لفظ کو لے آیا۔

سلہ کتاب الصناعتین میں محروفة بالخاء نقل کیا ہے محروفة کے معنی نگاہ زیر [illegible] گلستان نیلگاں زمرہ [illegible] کے ہیں لیکن اس مقام پر معنی کے ساتھ اس مقام پر زیادہ مربوط معلوم ہوتا ہے شعر کا ترجمہ روایت کتاب کے مطابق کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور میں اس شعر کی تفسیر اس طرح کی ہے یعنی انها مذعورة تفتح عينيها وتمد جيدها فيبدو للعين محاسنها ۱۲ منه۔ سلہ سابغة الاذيال غلط ہے سابغة الاذيال ہونا چاہیئے ۱۲ منه

ومن هذا الجنس

قول ابی عدی القرشی۔

ووقیت الحتوف من وارث وال وابقاك صالحا رب هود

فلیس نسبة هذا الشاعر الله عز وجل الی انه رب هود باجود من نسبته الی انه رب نوح ولکن القافیة کانت دالیة فاتی بذلك للسجع لا لافادة معنی یما اتی منه والله اعلم

اللغة۔ قولہ وقیت مبنیا للمجہول ای حفظت والحتوف جمع الحتف وھو الموت ومن تبیین لضمیر الخطاب فی قولہ وقیت وھود نبیّ نسب الیہ سورۃ ھود المعنی۔ اور اسی قسم سے ابو عدی قرشی کا شعر ہے۔ اے (ملک کہ) وارث دوالی موت سے تو محفوظ رہ اور ہمیشہ تجھکو پروردگار جناب ہود صحت وسلامتی اور صلاح وفلاح کے ساتھ (دنیا میں) قائم رکھے۔ پس اس شاعر کا خدائے بزرگ وبرتر کو رب ہود کہنا اسکے رب نوح کہنے سے کسی طرح بہتر نہیں ہے (یعنی دونوں بے ربط ہونے میں برابر ہیں اسلئے کہ خدا تو رب العالمین ہے کسی خاص مخلوق کے رب ہونے کی اس جگہ کیا خصوصیت البتہ اگر سابق میں جناب ہود کی کسی خصوصیت کا ذکر کرتا تو تخصیص بے محل نہوتی مگر اس نے ایسا نہیں کیا) بلکہ قافیہ چونکہ دالیہ تھا اسلئے محض قافیہ کی خانہ پری کے خیال سے ہود کہدیا اس لفظ سے کسی مطلب ومضمون کا افادہ نہیں ہوا۔ واضح ہو کہ بالخصوص قافیہ کا حشو ہونا کلام کا بدترین عیب ہے اور شاعر کے عاجز و بے ملکہ ہونے کی دلیل ہے۔ ابو عدی قرشی کی طرح سید حمیری نے بھی قافیہ میں حشو واستدعا کا ارتکاب کیا ہے ان کے نونیہ قصیدہ کے یہ دو شعر ایسے ہیں جنکے قافیے بالکل حشو وقلق ہیں۔ اقسم بالفجر والعشر + وو تر ورب لقمان۔ رب لقمان اس جگہ قلق ورکیک ہونے میں رب ھود سے کم نہیں ہے۔

لہ ابو عدی قرشی کے اس شعر کی طرح ابو العلا معری کے دوسرے شعر کا قافیہ بھی [illegible] بالکل حشو اور غیر [illegible] ... ۱۲ منہ

پھر دو شعر کے بعد کہا محمد وابن ابی طالب ۔ والو تر رب العزۃ الباقی - آمیں ! ثانی کا قافیہ حشو اور ضعیف المبانی ہے ÷÷÷ ÷ ہذا اخر ما یسر اللہ تعالیٰ لھذا العبد المذنب

المنتاب فی شرح ھذا الکتاب المستطاب وھو الموفق بالحق والملھم

بالصواب ؁ اخر دعونا ان الحمد للہ الخالق الوھاب و الصلوٰۃ

والسلام علی خیر من اوتی الحکمۃ وفصل الخطاب محمد

و آلہ الذین ھم لمدینۃ علمہ الابواب وکلھم

تراجم وحی اللہ ومنون کلماتہ وعندھم

شرح ام الکتاب صلوٰۃ دائمۃ

خالدۃ من اول الدھر

الی یوم المآب

